محبت



محبت.........شاہینہ چندا مہتاب

برطانیہ سے واپسی، پروگرام کے مطابق نہ ہو سکی تھی۔ وجہ بہت دردناک تھی، ورنہ سفر کا آغاز اُسامہ نے جس جوش اور جذبے سے کیا تھا اس کو صرف وہی جانتا تھا۔ پھر شہزاد اور جبار جو اس کے بہت گہرے اور رازدار دوست تھے اس کرب ناک سفر میں اُن کی موجودگی اُسامہ کے لئے بڑے حوصلے کا باعث تھی۔

اس سفر کو شروع کرنے سے پہلے ان تینوں دوستوں نے پوری منصوبہ بندی کی تھی تاکہ ان کی کسی غلطی سے جمال کو کوئی شک نہ ہو سکے کہ وہ اس کے ساتھ کیا کرنے والے ہیں۔ یہی وجہ تھی وہ ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھا رہے تھے اور اسامہ نے سوچ لیا تھا اب چاہے اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے مگر وہ فرخ سے کیا ہوا وعدہ بہر حال نبھائے گا۔ خود اُسمہ نے تو ایسا ہی کیا تھا مگر فرخ یہ سب کچھ دیکھنے سے پہلے ہی اس کو چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ پھر جس حالت میں اُس نے اُسامہ کو چھوڑا تھا وہ صدمہ اُسامہ کے لئے ناقابل برداشت تھا کہ وہ اُسے دوست کی بجائے اپنا دشمن سمجھتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھی۔ اُسامہ کو کسی بھی وضاحت، صفائی یا معافی کا موقع دیئے بغیر۔

اور اُسامہ تو اس خوش کن خیال کے ساتھ سفر پر نکلا تھا کہ واپسی پر وہ فرخ سے اپنی اس کامیابی اور وعدہ ایفا کرنے کا پورا پورا معاوضہ لے گا اور یہ معاوضہ کیا تھا سوائے اس کے کہ وہ عمر بھر کے لئے فرخ سے فرخ کو مانگ لیتا اور اپنے دل کی تمام بے قراریاں اس کے سامنے کھول دیتا۔ اپنی پل پل چھپا کر رکھنے والے محبت کی داستان اُسے سناتا اور خوب تنگ کرتا۔ وہ فرخ جس کی معصومیت کو دیکھتے ہی وہ دل دے بیٹھا تھا۔

مگر فرخ کو اپنے جذبے کے بارے میں کبھی نہ بتا سکا تھا۔ اتنا عرصہ ساتھ رہنے کے باوجود اس کے سامنے کبھی اپنی محبت کا اظہار نہ کر سکا تھا۔ لیکن فرخ یہ موقع آنے سے پہلے ہی منہ موڑ کر چل دی تھی۔ اُسامہ سے ہمیشہ کے لئے وہ روٹھ گئی تھی کو کہ اس کی جدائی اُسامہ کے لئے ناقابل برداشت تھی اس کے باوجود اس نے وعدہ پورا کیا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ پھر واپسی کے سفر میں وہ اُن سب کے ساتھ نہ آسکا تھا اور محض اس کی وجہ سے جبار اور شہزاد نے بھی واپسی کا پروگرام کینسل کر دیا تھا کہ وہ دونوں اس کو ایسی حالت میں تنہا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اُسامہ کے ساتھ بھٹکتے ہوئے انہیں کئی سال گزر گئے تھے۔ اگرچہ اُسامہ نے بہت بار ان سے کہا تھا کہ "تم دونوں کیوں میرے ساتھ خوار ہو رہے ہو؟ واپس چلے جاؤ۔" اس کی بات پر جبار نے کہا تھا۔

"یار بکواس نہ کیا کرو۔ کون کہتا ہے کہ ہم تمہاری وجہ سے واپس نہیں جا رہے۔ ارے ہم بھی تمہارے ساتھ شپ پر پوری دنیا گھوم رہے ہیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنی جاب کا صرف تم ہی فائدہ اٹھاؤ؟ یہ ہمارا حق بھی تو ہے۔"

اُسامہ، جبار کی بات سے مطمئن نہیں ہوا تھا کیونکہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ دونوں تو محض اس کی وجہ سے سالانہ چھٹیاں بھی نہیں لے رہے تھے۔ کام، کام اور صرف کام۔ مگر اُسامہ بھی کیا کرتا وہ خود بھی مجبور تھا۔ واپسی کا پروگرام بناتا تو فرخ اور شدت سے یاد آنے لگتی۔ مگر اب اچانک وہ وطن واپس جا رہا تھا کیونکہ بھائی جان نے اطلاع دی تھی، امی جان سخت بیمار ہیں اگر آخری بار ملنا چاہتے ہو تو چلے آؤ۔ دیر مت کرنا۔"

اور اپنی جنم دینے والی ماں کی ایسی حالت کا سن کر کون بیٹا برداشت کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے بھی واپسی کا پروگرام بنا لیا تھا اور یہ محض اتفاق ہی تھا کہ شپ کی واپسی اگلے روز تھی۔ پہلے تو یہی ہوتا تھا، وہ واپس جانے والا شپ دوسرے کیپٹن کے حوالے کر کے خود نئے سفر پر روانہ ہو جاتا مگر اس بار وہ خود ہی شپ لے کر وطن واپس جا رہا تھا۔ جبار اور شہزاد نے بھی واپسی کا سن کر اطمینان کی گہری سانس لی تھی۔

اور پھر جہاز نے اپنے مخصوص وقت پر بندرگاہ کو چھوڑ دیا تھا۔

اگر نہیں چھوڑا تو اُسامہ کو اس کی اذیت ناک سوچوں نے دن رات کا احساس کئے بغیر______ نیلگوں پانیوں کا سینہ چیرتا ہوا دیو قامت شپ آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا اور اسامہ خود کو سنبھال سنبھال کر تھک چکا تھا۔ وہ جانتا تھا راستے میں وہ مقام بھی آئے گا جہاں اُس کی زندگی کی ہر خوشی کھو گئی تھی۔ اور بالآخر شپ اُس مقام پر آ پہنچا جہاں اسامہ کی زندگی کھو گئی تھی۔ اگرچہ آج سمندر پُر سکون تھا مگر اس کے اپنے اندر ایک طوفان موجزن تھا اور اس طوفان کی وجہ سے نہ چاہتے ہوئے بھی چند لمحوں کے لئے اس مقام پر اس نے شپ روک دیا تھا اور خود اپنے کیبن سے نکل کر عرشے پر چلا آیا تھا۔

سامنے نیلگوں پانی کی وحشی موجیں ایک دوسرے کے تعاقب میں بھاگ رہی تھیں اور انہی گہرے پانیوں کے نیچے کیپٹن اُسامہ کی محبت ہمیشہ کے لئے کھو گئی تھی______ ہزار کوششوں کے باوجود نہ ملی تھی۔ اُسامہ نہیں جانتا تھا کہ اُس کے اس خوبصورت سفر کا انجام اس قدر بھیانک ہوگا۔ وہ تو نہ جانے کیسے کیسے رنگین اور سہانے خواب دیکھتے ہوئے اپنے اس سفر پر نکلا تھا مگر اپنی ہی ایک چھوٹی سی غلطی نے اُسے زندگی کے سب سے بڑے صدمے سے دوچار کر دیا تھا۔

"اُف______ وہ سب کیسے ہو گیا؟" بڑبڑاتے ہوئے ریلنگ کو مضبوطی سے تھام کر وہ جھک کر گہرے پانی کو غور سے دیکھنے لگا جیسے ابھی وہ سطح سمندر پر ابھر کر کہے گی۔

"ارے آپ آگئے______ دیکھئے تو میں نے کتنا انتظار کیا ہے آپ کی واپسی کا______ آپ نے دیر کیوں کی؟ کیا آپ کو معلوم نہیں تھا میں انتظار میں ہوں؟"

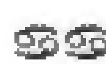
درد میں لپٹی ہوئی ایک طویل سانس لے کر وہ پھر سیدھا کھڑا ہو گیا اور ہاتھ کو مٹھی کی شکل میں بند کرتے ہوئے آنکھوں پر رکھ لیا۔ ایک درد تھا جو پورے وجود میں سرایت کرنے لگا تھا۔ اچانک اُس کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی اس کے بہت قریب کھڑا سسکیاں بھر رہا ہے۔

"ارے______" اُسامہ نے چونک کر آنکھیں کھول دیں مگر آس پاس کوئی نہیں تھا۔ البتہ سمندر کی بھیگی ہوا اس کے بالوں کو چھو کر سرگوشیاں کرتے ہوئے گزر رہی تھی۔

اُسامہ نے سر جھٹک کر ان سرگوشیوں سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی مگر اس کے اپنے ہی اندر نہ جانے کون دردناک آواز میں کہہ رہا تھا۔

خزاں کے پھول کی صورت بکھر گیا کوئی
تجھے خبر نہ ہوئی اور مر گیا کوئی !!
اُسے گماں ہی نہ تھا جیسے میرے ہونے کا
میرے قریب سے یوں بے خبر گیا کوئی

"یا خدا! میں کیا کروں؟" وہ سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہوئے بڑبڑایا۔ اُسامہ کو نہیں معلوم تھا کہ اُس کی بے خبری، گمشدگی بن جائے گی۔ اگر اُسے معلوم ہوتا کہ یہ سانحہ رونما ہوگا تو وہ اُسے کبھی بے خبر نہ رکھتا۔ وہ تو اچانک سامنے آ کر اُسے خوشخبری دینا چاہتا تھا مگر اس خوشخبری سے پہلے ہی وہ دکھوں کی چادر اوڑھ کر ابدی نیند سو گئی تھی۔ اس کی موت کا تو اُسامہ نے تصور بھی نہ کیا تھا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا؟ گیا وقت کبھی واپس نہیں آتا اور اب اُسامہ بھی اپنی زندگی کی اس سب سے بڑی غلطی پر نہ صرف پچھتا سکتا تھا، رو سکتا تھا یا پھر ماضی کو یاد کر سکتا تھا اور سچ تو یہ تھا کہ اب سوائے یادوں کے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ وہ بڑی حسرت سے بیتے ہوئے خوشگوار دنوں کو یاد کرنے لگا۔



شہزاد کمرے میں بہت غصے میں داخل ہوا تھا______ اُس کا خیال تھا وہ اُسامہ کی پٹائی تک کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔ ایسی محبت بھی کس کام کی جو بجائے نفع کے نقصان دے۔ ایسی محبت سے تو یہ بھلی۔ وہ اُسامہ کو بہت برا بھلا کہنا چاہتا تھا لیکن اُسامہ کی حالت دیکھ کر سب کچھ بھول گیا بلکہ بوکھلا سا گیا۔

اُسامہ سینے پر دونوں ہاتھ باندھے بڑے دلکش انداز میں مسکرا رہا تھا اور یہ بڑی انہونی بات تھی۔ اُسامہ تو یار دوستوں سے بھی بات کرتے کے فلس میں کنجوسی سے کام لیتا تھا چہ جائیکہ آج اکیلے ہی اکیلے مسکرا رہا تھا۔ شہزاد اُلٹے قدموں واپس بھاگا اور خالد کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے جبار کو پکڑ لایا۔ مگر اُسامہ کی پوزیشن میں کوئی فرق نہ آیا، وہ یونہی سینے پر ہاتھ باندھے مسکرائے جا رہا تھا جیسے شہزاد اور جبار کی آمد سے بے خبر ہو۔ اچانک اُس نے "شٹ اپ" کہا اور شہزاد خوفزدہ نظروں سے جبار کو دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو، یار ہم نے تو ابھی کچھ بھی نہیں کہا پھر اُسامہ نے یہ شٹ اپ کیوں کہا ہے۔

"یار! کسی بھوت پریت کا سایہ تو نہیں ہو گیا؟" جبار نے تشویش بھری نظروں سے اُسامہ کو دیکھا تھا۔ آخر کار وہ اُن کا عزیز ترین دوست تھا۔

"مجھے کیا پتہ______؟" شہزاد نے یوں پریشانی سے جواب دیا جیسے اُسامہ مسکرانے کی بجائے رو رہا ہو۔

"آخر یہ آتے ہی کہاں چلا گیا تھا اور واپسی کب ہوئی کچھ پتہ بھی ہے تمہیں؟" جبار کا اتنا کہنا تھا کہ شہزاد کو سب کچھ یاد آ گیا اور وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"ابھی پوچھتا ہوں۔" پھر اس نے چیخ کر کہا۔ "اُسامہ!______ اُسامہ!" مگر اُسامہ پر اُس کی بات کا کوئی اثر نہ ہوا تو وہ پلٹ کر جبار سے بولا۔

"یار! فلم میں تو یہ دیکھا تھا کہ ہیرو، ہیروئن میں سے ایک گاتا گاتا ہے تو دوسرا پیچھے ہونے کی وجہ سے آگے والے کو نظر نہیں آتا۔ لیکن یہ تو حقیقت میں ہمیں نظر انداز کر رہا ہے۔ کہیں یہ اداکاری تو نہیں کر رہا؟ ہم چھ، چھ فٹ کے دو نوجوان اس کے سامنے کھڑے ہیں مگر وہ یوں بے خبر ہے جیسے اندھا ہو چکا ہے، واقعی ایسی بات تو نہیں؟"

"بکواس بند کرو______ خدا نے کان کس لئے دے رکھے ہیں؟" جبار نے دانت پیس کر کہا اور شہزاد فوراً اُسامہ کے پیچھے آیا پھر کان کے قریب منہ لا کر اُسے جھنجھوڑتے ہوئے چیخا۔

"مسٹر اُسامہ سعید! ختم کرو یہ اداکاری اور ہوش کی دنیا میں آ جاؤ۔ ورنہ وہ حشر کروں گا کہ صدیوں بعد جو آج مسکرائے ہو، پھر کبھی نہ مسکرا سکو گے۔"

"ایں______" اُسامہ نے چونک کر شہزاد کی طرف دیکھا پھر دروازے میں کھڑے جبار پر نظر پڑتے ہی نہ صرف سیدھا ہو کر بیٹھ گیا بلکہ پوچھنے لگا۔ "کب آئے تم دونوں؟ اور مجھے یوں کیوں دیکھ رہے ہو؟______ خیر تو ہے؟" اُسامہ نے سنبھل کر کہا۔

"اللہ کی شان دیکھ رہے ہیں۔" جبار مسکرایا۔

"کیا مطلب؟" اُسامہ نے گھور کر پوچھا۔

''مطلب چھوڑو، پہلے یہ بتاؤ تم نے شٹ اپ کس سے کہا تھا؟'' جبار نے بھی آنکھیں نکال کر پوچھا۔

''کسی کو بھی نہیں۔'' اُسامہ نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔ جبار کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن شہزاد نے روک دیا۔

''تم چپ رہو جبار! پہلے مجھے بات کرنے دو۔۔۔۔ ہاں بھئی، جیپ میں سے اسٹیریو کس نے نکالا؟''

''کیا مطلب؟'' اُسامہ اُسے گھورنے لگا۔

''مطلب بعد میں بتاؤں گا پہلے تم بتاؤ اسٹیریو کہاں ہے؟''

''یار کیا بکواس کر رہے ہو۔۔۔۔ میں چور ہوں؟'' اُسامہ نے غصے سے پوچھا۔

''شکل سے تو ایسے ہی لگتے ہو۔'' جبار نے ٹکڑا لگایا۔

''تم چپ رہو۔۔۔۔'' اُسامہ نے اُسے ڈانٹ دیا پھر شہزاد سے مخاطب ہوا۔ ''ہاں بھئی کیسے چوری ہوا اسٹیریو؟''

''تمہارا سر۔ چوری تم کروا کر لائے ہو اور پوچھ مجھ سے رہے ہو۔۔۔۔ یار کتنی مشکلوں سے پاپا سے جیپ مانگی تھی اور آتے ہی تم اپنی منحوس شکل لے کر سامنے آ گئے۔ تم نے کچھ ایسی مسکینی سے جیپ مانگی کہ میں انکار نہ کر سکا۔ اب میں پاپا کو کیا کہوں گا۔۔۔۔ تم میرے باپ کو اچھی طرح جانتے ہو، وہ کوئی عذر قبول نہیں کریں گے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ آخر گئے کہاں تھے تم جیپ لے کر، کچھ بتاؤ تو سہی۔'' شہزاد سخت جھنجلایا ہوا تھا۔

''گیا تو میں صرف کلفٹن تک تھا لیکن وہاں۔۔۔۔۔'' اچانک خاموش ہو کر وہ کچھ سوچنے لگا تاکہ بتائے کہ نہ بتائے۔ یہ دونوں تو بات کا بتنگڑ بنا دیتے ہیں۔

''بکو بھی اب۔۔۔۔ چپ کیوں ہو گئے؟'' شہزاد نے دانت پیس کر کہا اور مجبوراً اُسامہ کو بتانا پڑا۔

''دراصل بات یہ ہے کہ۔۔۔۔۔'' اُسامہ نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا جیسے تصور میں ایک بار پھر اُسے دیکھنا چاہتا ہو۔

☆☆☆

جب چھٹیوں میں وہ گھر گیا تو بھیا جی نے اُسے ایک ضروری کام سے لاہور بھیج دیا تھا۔ اُسامہ کے لئے تو وہ کام اتنا ضروری نہیں تھا مگر بھیا اور بھابی کے سامنے اُس کی ایک نہ چلی تھی۔ پورا ایک ہفتہ لاہور میں گزار کر جب وہ کراچی آیا تو یوں لگا گویا سمندر کو دیکھے زمانے بیت گئے ہوں۔ وہ گھر سے بائیک پر شہزاد کے پاس آیا اور اُس کے پاس جیپ دیکھ کر مانگ لی۔ جیپ لے کر وہ سیدھا سمندر پر ہی گیا تھا۔ بغیر کسی مقصد کے محض جیپ چلانے کے شوق میں وہ شہزاد سے جیپ مانگ لایا تھا اور ایسا اکثر ہوتا تھا۔ آج کوئی پہلی بار اُس نے جیپ نہیں مانگی تھی۔ وہ اور جبار دونوں اکثر شہزاد کے پاس جیپ دیکھ کر چھین لیا کرتے تھے۔

جیپ لے کر وہ سمندر پر چلا آیا۔ کراچی میں سمندر سے بڑھ کر کوئی مقام خوبصورت نہیں ہو سکتا۔ سمندر جہاں جا کر بندہ خدا کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ اُسامہ کو بھی سمندر سے عشق تھا۔ جب کبھی اُسے فراغت ملتی تو وہ سمندر کا ہی رخ کرتا۔ یہی وجہ تھی جیپ لیتے ہی وہ سیدھا سمندر پر چلا آیا تھا اور اب کلفٹن سے کچھ پرے ایک پُرسکون جگہ دیکھ کر اُس نے کنارے پر جیپ روکی اور سمندر کے نیلگوں پانی کو دیکھنے لگا۔ موسم ابر آلود اور اِکا دُکا لوگ نظر آ رہے تھے جن میں بچے، بوڑھے، جوان سب ہی تھے۔ اُسامہ بغور ان کو دیکھنے لگا۔

اچانک اُس کی نظر لوگوں سے ہٹ کر ایک لڑکی پر پڑی۔ لڑکی یوں تو پانی سے کھیلتے ہوئے کبھی چار قدم آگے جاتی اور کبھی پیچھے آتی۔ اُسامہ دلچسپی سے اُسے دیکھنے لگا۔ تب اُس نے محسوس کیا وہ اگر چار قدم آگے جاتی تھی تو پیچھے دو قدم آتی تھی۔ اُسامہ نے کنارے پر کھڑے لڑکے سے دوربین لے کر دیکھا۔ وہ کچھ پریشان لگ رہی تھی۔ اُسامہ کو محسوس ہوا جیسے وہ ابنارمل ہو۔ وہ بغور اُسے دیکھنے لگا۔

لڑکی شاید اکیلی ہی تھی۔ اور اب بڑے غیر محسوس انداز میں گہرے پانی کی طرف آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ کیا یہ پاگل ہے؟ نہیں جانتی کہ آگے گہرا پانی ہے، کوئی حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔ اُسامہ نے سوچا۔ اچانک اُس کے ذہن میں ایک نیا خیال آیا۔ کہیں خودکشی کی کوشش؟۔۔۔۔ ہاں یہی ہو سکتا ہے۔ اس کا ارادہ سمجھ کر وہ اُچھل کر جیپ سے باہر آیا۔ دوربین لڑکے کو پکڑائی اور خود لڑکی کی طرف بھاگا جو اب تیزی سے گہرے پانی میں جا رہی تھی۔

لڑکی کے آس پاس کوئی بھی نہیں تھا جو اس کی طرف متوجہ ہوتا۔ اگر اُسامہ کو تھوڑی دیر اور ہو جاتی تو بلاشبہ وہ لہروں کے سنگ بہہ جاتی۔

اُسامہ نے دوڑ کر اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ وہ شاید اپنے حواس میں نہیں تھی۔ اُسامہ اُس کو پکڑ کر پانی سے باہر لایا اور سیدھا کھڑا کرتے ہوئے تنبیہی لہجے میں بولا۔

''سنو بے بی! زندگی خدا کی دی ہوئی نعمت ہے۔۔۔۔ اس کو یوں ضائع کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ کیونکہ یہ تو ہمارے پاس امانت۔۔۔۔۔''

''او شٹ اپ۔۔۔۔'' وہ اُسامہ کی بات کاٹ کر غصے سے اس کا کالر دونوں ہاتھوں سے تھام کر چیخی اور پھر نفرت سے اُسامہ کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے ساحل کی طرف بھاگ گئی۔ اُسامہ وہیں کھڑا حیران نظروں سے اُس کو دیکھنے لگا۔ وہ کنارے پر چڑھ گئی۔ پھر اُس نے رُک کر نفرت سے اُسامہ کو دیکھا جیسے اُس نے اُسے بہت بڑی نیکی سے روک دیا ہو اور کنارے سے اُتر کر وہ دوسری طرف چلی گئی۔ کدھر، یہ اُسامہ نہ دیکھ سکا کیونکہ وہ نشیب میں تھا۔

تاہم وہ خود بھی دل تھام کر رہ گیا تھا۔

'نہ جانے کون تھی؟' وہ سوچنے لگا۔ اور اس کا حُسن، اس کا چہرہ۔۔۔۔ ویسے تو بہت ساری لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی رنگت سرخ و سفید تھی مگر اس لڑکی کی رنگت سنہری سی تھی۔ گہری سیاہ آنکھیں، اُس کی ناک کٹوار جیسی تو نہیں مگر خوبصورت تھی۔ بھرے بھرے پیازی ہونٹ اور اُبھرے اُبھرے گال جن میں گولڈن چمک نمایاں تھی۔ کھلے ہوئے سیاہ بال اُس کو اور بھی حسین بنا گئے تھے۔ دراز قد، اس پر متناسب جسم۔ وہ قدرت کا ایک مکمل شاہکار تھی۔

اُس کی سنہری رنگت اُسامہ کی آنکھوں میں بس گئی تھی اور وہ سوچنے لگا تھا۔ 'شاید ایسی ہی رنگت کو سونے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔'۔۔۔۔ ایسا مکمل حُسن اُس نے آج پہلی بار دیکھا تھا اور بہت غور سے دیکھا تھا۔۔۔۔ بلکہ بہت قریب سے نہ صرف دیکھا تھا بلکہ اُس کو چھوا بھی تھا۔ وہ اُسکے حُسن میں کھویا کھویا باہر آیا۔ جیپ وہ یونہی کھلی چھوڑ گیا تھا۔ کنارے پر کھڑے ہو کر اُسامہ نے اپنے اطراف میں دیکھا مگر وہ کہیں بھی نظر نہ آئی۔ اُسامہ کنارے سے اُترا، پھر جیپ اسٹارٹ کرتے ہوئے وہ ایک بار پھر اُس لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا۔

'نہ جانے وہ کیوں خودکشی کر رہی تھی۔۔۔۔ اس عمر میں تو لڑکیاں صرف عشق و محبت میں ناکام ہونے کے بعد یا پھر محبوب سے ناراض ہو کر ایسی حرکتیں کرتی ہیں۔ اب پتہ نہیں اُس کے ساتھ ان دونوں میں سے کیا مجبوری تھی۔' وہ اُس کے تصور میں گم واپس آیا تھا۔

یوں اُس کو اسٹیریو کی چوری کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ گیٹ پر کھڑے شہزاد کے حوالے چابی کر کے وہ اندر چلا آیا تھا۔ مگر اُس گولڈن چمک والی نے پیچھا نہ چھوڑا تھا۔

☆☆☆

اُسامہ نے اُن دونوں کو پوری روداد کہہ سنائی دی۔

شہزاد نے گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

''تمہیں کیا ضرورت تھی اُسے بچانے کی۔''

''تمہارا مطلب ہے میں اُسے مرنے دیتا؟'' اُسامہ نے غصے سے کہا۔

''اور کیا۔ وہ بھی بھلا ایک لڑکی کو۔۔۔۔ اور لڑکی بھی وہ جو لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں ایک تھی۔'' جبار نے ٹکڑا لگایا۔

''شہزاد کی صحبت میں رہ کر تمہیں بھی فضول بکواس کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ تمہارے خیال میں ایک انسانی جان کی کوئی اہمیت نہیں؟'' اُسامہ نے جبار کو ڈانٹتے ہوئے کہا تو وہ شہزاد کو آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔

''بے میرے بے وقوف دوست! انسانی جان کی بہت اہمیت ہے۔۔۔۔ مگر وہ اہمیت نہیں، ڈرامہ تھا۔'' شہزاد نے اُس کو بتایا۔

''ڈرامہ۔۔۔۔ کیسا ڈرامہ؟'' اُسامہ نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں ڈرامہ۔'' شہزاد دانت پیستے ہوئے بولا۔ ''وہ یقیناً اُس چور کی ساتھی ہو گی اور اپنے ساتھی کے کہنے پر اُس نے تمہیں متوجہ کیا ہو گا اور تم احمقوں کی طرح منہ اُٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔۔۔۔ حد ہوتی ہے بے وقوفی کی بھی۔''

''بکواس مت کرو۔۔۔۔ وہ ایسی نہیں۔ میرا مطلب ہے وہ ایسی تو نہیں لگتی تھی۔'' اُسامہ نے جلدی سے وضاحت کی۔ وہ ابھی تک اُس کے حُسن کے سحر میں گم تھا اور دل اُس کو چور ماننا تو دور کی بات اس الزام کو اُس کے حُسن کی توہین سمجھ رہا تھا۔

''تو پھر کیسی تھی؟'' شہزاد نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

''میرا مطلب ہے، وہ تو بہت معصوم۔۔۔۔'' کہتے کہتے اُسامہ رک گیا۔

''مجھے تمہارے مطلب سے کوئی غرض نہیں۔۔۔۔ وہ ایسی نہیں ہو سکتی تو چلو تم مجھے اسٹیریو لے کر دو۔''

''میں۔۔۔۔؟'' اُسامہ نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں تم۔ کیونکہ میرے پاپا کو تم اچھی طرح جانتے ہو۔۔۔۔ اگر انہیں اسٹیریو کی چوری کا پتہ چل گیا تو اب جو کبھی کبھار مجھے جیپ دے دیتے ہیں تو پھر جیپ کو ہاتھ لگانا

تو دُور کی بات، دیکھنے تک کی اجازت نہیں دیں گے۔"

''ارے ایسے باپ کے ہونے سے تم یتیم ہی ہوتے تو اچھا تھا۔'' اُسامہ نے غصے سے کہا۔

''خیال تمہارا بُرا نہیں۔ مگر اب وہ ہیں تو مجھے اُن کی عادت ہوگئی ہے ۔۔۔۔ ایسا نہ ہو اسٹیریو کی چوری کا سن کر وہ صدمے سے چل بسیں۔ چلو شاباش، اُٹھو اور مجھے اسٹیریو خرید کر دو۔'' شہزاد نے سنجیدگی سے کہا۔

''مگر یار میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں۔'' اُسامہ نے بٹوہ نکالتے ہوئے کہا۔ ''آج ہی وہ لاہور سے آیا تھا۔ لاہور میں اُس کا قیام بھابی کے میکے میں تھا اور بھابی کی بہنیں روز کوئی نہ کوئی فرمائش کر کے اُس کا بٹوہ ہلکا کرنے کے چکر میں رہتی تھیں۔ اُسامہ وہاں زیادہ دن رُکنا نہیں چاہتا تھا مگر بھابی نے کہا تھا۔ ''جب وہ آنے کی اجازت دیں تب آنا۔'' اور یہ اجازت بڑی مشکل سے ملی تھی۔

''نہیں ہیں تو چلو، روڈ پر بیٹھ کر چندہ جمع کرو۔ کیونکہ مجھے ہر حال میں اسٹیریو چاہیے۔'' شہزاد نے بے رُخی سے کہا۔

''اور سنو ۔۔۔۔ '' جبار نے سنجیدہ شکل بناتے ہوئے مشورہ دیا۔ ''پہلے اپنا حلیہ گداگروں جیسا بناؤ۔ کیونکہ اس تھری پیس سوٹ میں تمہیں کوئی بھیک نہیں دے گا۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو تم دونوں ۔۔۔۔ جانتے ہو تمہاری زبان کے چسکوں کی وجہ سے ہمیشہ میری جیب وقت سے پہلے خالی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تاج کے علاوہ تم دونوں اور کہیں کھانا کھا ہی نہیں سکتے۔ اور اب تم مجھے بھیک مانگنے کا مشورہ دے رہے ہو ۔۔۔۔ شرم آنی چاہیے تمہیں ایسا کہتے ہوئے۔''

''شرم ۔۔۔۔ یار یہ کس چیز کا نام ہے؟'' شہزاد نے جبار سے پوچھا اور پھر دونوں ہنسنے لگے۔

''ٹھیک ہے ۔۔۔۔ میں تم کو اسٹیریو لے دیتا ہوں مگر آئندہ ذرا سوچ سمجھ کر مجھ سے کوئی فرمائش کرنا۔'' اُسامہ نے غصے سے بھرے لہجے میں کہا۔ اُسے سچ مچ غصہ آ گیا تھا ان دونوں کی ڈھٹائی پر۔ ویسے بٹوہ اس بار اُن کی نہیں، لاہور والوں کی وجہ سے خالی ہوا تھا۔ مگر وہ بالکل خالی بھی نہ تھا۔

''ارے، ارے ۔۔۔۔ تم خفا ہو گئے پیارے۔'' جبار نے اُسے ٹھنڈا کرتے ہوئے کہا، پھر شہزاد سے بولا۔ ''دیکھو یار! ہم تینوں دوست ہیں۔ ایک دوسرے کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ چلو تینوں مل کر اسٹیریو خریدتے ہیں۔''

یوں وہ جبار اور شہزاد کے ساتھ طارق روڈ چلا آیا۔ مگر دل اب بھی اُس سنہری رنگت والی کو چور ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ پھر نیا اسٹیریو شہزاد کو دیتے ہوئے اُسامہ نے کہا۔

''اب تو خوش ہو، بے مروّت انسان! اپنے مطلب کے لئے تم نے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لی تھیں، اور دوست ہو۔''

''خوش کس بات پر ۔۔۔۔ اسٹیریو مفت میں تو نہیں لے کر دیا۔ اسٹیریو کے بدلے اسٹیریو لیا ہے۔'' شہزاد نے چڑانے والے لہجے میں کہا۔

''دفعہ کرو یار اُسامہ! یہ بڑے لوگ ہوتے ہی احسان فراموش ہیں۔'' جبار نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''میں احسان فراموش ہوں یا تم دونوں؟ جب بھی ڈیڈی سے جیب مانگ کر لاتا ہوں کبھی تم لے جاتے ہو اور کبھی اُسامہ۔ اس پر مجھے بڑا آدمی ہونے کا طعنہ دینا بھی نہیں بھولتے۔'' شہزاد نے آنکھیں نکال کر کہا تو جبار اُسامہ کو دیکھتے ہوئے مغموم لہجے میں بولا تو غصے کے باوجود اُسامہ ہنس دیا جب کہ جبار نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا۔

''تم ہنس رہے ہو ۔۔۔۔ ذرا سوچو، کتنی بار شہزاد نے ہمیں جیب دے کر ذلیل کیا ہے۔ اگر ہمارے پاس جیب ہوتی تو ہمیں مانگنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔''

''بکواس مت کرو ۔۔۔۔ '' شہزاد نے جبار کے ایک ہاتھ جھاڑا تو تینوں ہنستے ہوئے دُکان سے باہر چلے آئے۔

وہ تینوں بہت گہرے دوست تھے اور ان کی یہ دوستی آرمی ہاسٹل میں ہوئی تھی جہاں وہ تینوں تعلیم و تربیت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اگرچہ تینوں کی عادات میں فرق تھا مگر ایک عادت اُن میں مشترک تھی اور وہ تھی ''انسان دوستی'' انسانیت اُن تینوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

اُسامہ ان دونوں سے ایک سال سینئر تھا۔ وہ صرف دو بھائی تھے۔ بڑے علی اور چھوٹا اُسامہ۔ باپ بچپن میں فوت ہو گیا تھا جب اُسامہ صرف دس سال کا تھا۔ اُن کا باپ ایک ایماندار آدمی تھا اس لئے وراثت میں بیوہ اور اولاد کے علاوہ اور کچھ نہ چھوڑا تھا۔ مگر بڑے بھائی نے پڑھائی کے ساتھ محنت کر کے معاشرے میں اپنے لئے ایک مقام بنا لیا تھا۔ اُسامہ کو سمندر سے عشق تھا اور محض اپنی اس عادت کی وجہ سے وہ شپ کا کیپٹن بننا چاہتا تھا اور یہ اُس کی شدید ترین خواہش تھی کہ وہ شپ پانی میں دوڑاتا رہے اور اس کے اِس شوق کو دیکھتے ہوئے علی بھائی نے اخراجات زیادہ ہونے کے باوجود اُسامہ کو اکیڈمی بھیج دیا۔ حالانکہ بہت زیادہ محنت کے باوجود وہ زیادہ دولت نہ کما سکے تھے مگر اُسامہ پر کبھی کچھ ظاہر نہ ہونے دیا تھا۔ وہ اُس کی ہر خواہش کا احترام اپنا بیٹا سمجھ کر کرتے تھے۔

دوسرا نمبر جبار کا تھا۔ اُس کا باپ کے۔ ای۔ ایس۔ سی میں ایک اعلیٰ افسر تھا۔ تنخواہ ٹھیک ٹھاک تھی مگر پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا جبار، ان سب کے تعلیمی اخراجات۔ وہ تو شکر تھا کہ گاؤں میں کچھ زمین تھی جس کی وجہ سے تھوڑی بہت بچت ہو جاتی تھی مگر وہ بچت کسی نہ کسی بیٹی کی شادی پر خرچ ہو جاتی تھی۔ بہر حال گزارہ ٹھیک ٹھاک ہو رہا تھا۔ جبار انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ مطالعہ کرنا اس کی خاص عادت تھی۔ جب دیکھو اُس کے ہاتھ میں کوئی نہ کوئی کتاب ہی نظر آتی۔

آخری نمبر شہزاد کا تھا جو اپنے کروڑ پتی باپ کی اکلوتی اولاد تھا مگر باپ حد سے زیادہ کنجوس تھا۔ ہر بات میں بچت کے طریقے بتانا اُس کی عادت تھی۔ شہزاد اگرچہ اُس کی ایک ہی اولاد تھا اور بہت لاڈلا بھی مگر وہ اُس پر بھی بہت سوچ سمجھ کر خرچ کرتے تھے۔ وہ شہزاد کو اکیڈمی ہاسٹل بھیجنے کے بالکل موڈ میں نہ تھے کہ یہ اُن کے خیال میں پیسے ضائع کرنے والی بات تھی۔ آخر شہزاد نے اُن کا بزنس ہی سنبھالنا تھا۔ مگر شہزاد کو پڑھائی سے زیادہ کھیلنے اور باتیں کرنے کا شوق تھا۔ دوسرا اکیلا ہونے کی وجہ سے ماں کی محبت کا بہت غلط استعمال کرنے لگا تھا۔ اور جب وہ پڑھائی کی بجائے اِدھر اُدھر وقت ضائع کرنے لگا تو سیٹھ اشرف نے سوچا کہیں ایسا نہ ہو باہر رہ کر وہ پڑھ لکھ کر اچھا آدمی بننے کی بجائے کھیل کود کر آوارہ بن جائے اور اُن کی محنت سے کمائی ہوئی دولت کو برباد کر دے۔ پھر انہوں نے یہی بہتر جانا کہ جبار کے ساتھ شہزاد کو بھی ہاسٹل بھیج دیں۔ جبار کا باپ اُن کا دوست تھا اور دونوں کے گھر بھی ساتھ ساتھ تھے۔ اگرچہ شہزاد کے ہاسٹل بھیجنے پر شہزاد کی امی نے بہت شور مچایا تھا کہ ''میرا ایک ہی بیٹا ہے اور تم نے اس کو بھی مجھ سے جدا کر دیا۔'' مگر سیٹھ اشرف مطمئن تھے کہ اب شہزاد صرف پڑھائی کرے گا، آوارگی نہیں۔

اس واقعہ کو گزرے ایک ہفتہ ہو چکا تھا مگر اُسامہ کوشش کے باوجود اُس کو بھول نہ سکا تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ محبت جیسی حماقت کے چکر میں پڑ گیا تھا بلکہ اب خود اُس کو بھی محسوس ہونے لگا تھا جیسے وہ لڑکی اُس کو جان بوجھ کر بے وقوف بنا گئی ہو ۔۔۔۔ اور اُسے حیرت تھی کہ وہ کتنی آسانی سے بے وقوف بن گیا تھا۔ اور یہ سوچتے ہی اُس کا خون کھولنے لگتا۔ مگر سوائے دانت پیسنے یا تنہائی میں غرانے کے وہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ سمندر سے تو اُسے ویسے بھی عشق تھا۔ اپنا فارغ وقت بھی وہ ہمیشہ سمندر پر گزارنا پسند کرتا تھا۔ لیکن اب تو اُس سنہری رنگت والی چور لڑکی کے لئے وہ ہر دوسرے تیسرے دن جانے لگا تھا کہ اگر چور ہے تو ضرور وہاں آتی ہوگی۔ مگر وہ تو اسٹیریو کی چوری کے بعد یوں غائب ہوئی تھی جیسے دنیا سے غائب ہو گئی ہو۔

اُس رات اُسامہ، بھیا، بھابی اور دوسرے گھر والوں کے ساتھ ایک سالگرہ پارٹی میں شالی تاج میں بیٹھا اپنے عزیزوں سے مصروفِ گفتگو تھا کہ اچانک وہ نظر آ گئی ۔۔۔۔ وہ ہال کے دروازے سے بے چین سی باہر نکلی تھی۔ اُسامہ اُس کا حُسن دیکھ کر پھر دل تھام کر رہ گیا تھا۔ وہ گھر والوں سے کوئی بہانہ بنا کر اُٹھنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ ہال سے باہر آتے ہوئے ایک مرد نے اُس کا ہاتھ تھاما اور آگے بڑھ گیا۔ اُسامہ جو بھاگ کر اس کو پکڑنا چاہتا تھا، بیٹھے کا بیٹھا رہ گیا کہ بھائی جان اُس کی میز پر چلے آئے تھے۔ تاہم اس کے باوجود اُس نے دیکھا کہ لڑکی کے چہرے پر بے چینی کے ساتھ خوف بھی شامل ہو گیا تھا۔ اُسامہ مرد کو صاف نہ دیکھ سکا تھا اور وہ لوگ تیزی سے باہر نکلتے چلے گئے اور اُسامہ مارے بے بسی کے ہاتھ ملتا رہ گیا۔

شہزاد اور جبار کو جب اس بات کا پتہ چلا تو دونوں ناراض ہو کر بولے۔

''یار! سیدھی طرح یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم عاشق بننے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔ مگر یاد رکھو اگر تم نے کوئی اس قسم کی حماقت کی تو ہم سے بُرا کوئی نہ ہوگا بلکہ ہمیں اپنا وہ سمجھنا۔ یعنی ظالم سماج۔''

''بکواس مت کرو ۔۔۔۔ '' اُسامہ بھی غرایا۔ ''جب دیکھو فضول باتیں کرتے ہو ۔۔۔۔ اگر میرے دل میں کوئی ایسی ویسی بات ہوتی تو میں تم لوگوں سے اُس کا ذکر ہی نہ کرتا۔''

''یہ بات تو آپ کی بالکل ٹھیک ہے۔'' شہزاد نے کہا اور پھر نہ جانے کیا سوچ کر ہنس دیا۔ اُسامہ نے گھور کر اُسے دیکھا تو جبار نے اُسے باتوں میں لگا لیا۔ وہ ایک بار پھر اُسے تلاش کرنے کا پروگرام بنانے لگے۔

ایک بار پھر اُس کی تلاش زور و شور سے شروع ہوئی۔ کیونکہ اُس کے دوبارہ نظر آنے سے یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ وہ اسی شہر میں رہتی ہے۔ تاہم بہت سرگشت کے باوجود وہ تو نہ ملی البتہ بس کی ٹکر سے شہزاد زخمی ہو گیا تو جبار نے اُس کی تلاش کا پروگرام ختم کرنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔

''بھائی! اگر وہ لڑکی ہمارے لئے فائدہ مند ہوتی تو پہلی ہی ملاقات پر ہمارا نقصان کیوں ہوتا؟''

''اور کیا ۔۔۔۔ '' شہزاد نے دخل دینا ضروری سمجھا۔ ''مجھے تو لگتا ہے وہ اسٹیریو کے ساتھ ساتھ ہمارے یار کا دل بھی لے گئی۔ تم نے دیکھا نہیں اُس کے ذکر پر جناب اُسامہ صاحب بے چین نظر آنے لگتے ہیں۔''

''تم کبھی بکواس کرنے سے باز نہ آنا۔'' اُسامہ نے دانت پیستے ہوئے کہا، پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ ''ویسے مجھے جبار کا خیال درست معلوم ہوتا ہے ۔۔۔۔ وہ لڑکی ہمارے لئے نقصان کا باعث ہے اور اب اس کی تلاش ختم کیونکہ ابھی تو تم صرف زخمی ہوئے ہو، کل کو تم ہلاک بھی ہو سکتے ہو۔''

''میں کیوں ہلاک ہونے لگا ـــــ میری بجائے تم بھی تو ہو سکتے ہو۔'' شہزاد نے مصنوعی غصے سے کہا اور اُسامہ ہنس دیا۔ بہر حال یہ طے ہو ہی گیا کہ اُس کی تلاش والی مہم ختم کر دی جائے۔

چند روز بعد اُسامہ کو اُس کے بھائی جان نے ایک ضروری کام سے اپنے ایک دوست کے پاس بھیجا۔ ابھی اُسامہ اُن سے بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ وہی سنہری رنگت والی اسٹیریو چور اندر داخل ہوئی۔ اُس نے اُسامہ کو دیکھا مگر ظاہر یہی کیا جیسے آج پہلی بار دیکھا ہو۔ تاہم اُس کے چہرے پر ہلکا سا خوف کا سایہ نظر آنے لگا تھا۔

اُسامہ کا خون کھولنے لگا۔ وہ کچھ دیر تو ضبط کرتا رہا پھر بغور اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''محترمہ! لگتا ہے میں نے پہلے بھی کہیں آپ کو دیکھا ہے۔''

اُس کے چہرے پر ایک سایہ سا آکر گزر گیا۔ سنہری رنگت، پیلی ہونے لگی۔ اُسامہ کے بھائی کے دوست نے ہنس کر پوچھا۔

''کہاں دیکھا تھا آپ نے مسٹر اُسامہ؟''

''شاید ....'' اس نے رُک کر اُس کے تاثرات جاننے کی کوشش کی۔ اُس کی سیاہ آنکھوں میں ہلکی سی نمی اتر آئی تھی جس کے ساتھ ایک التجا بھی تھی۔ اور اُسامہ کا دل اُس کے سوزِ حسن پر تڑپ گیا اور اُس نے بات بدلتے ہوئے کہا۔

''شاید کسی بس اسٹاپ پر دیکھا ہو۔ کیا یہ آپ کے یہاں جاب کرتی ہیں؟'' یہ بات کہہ کر وہ اصل میں اُس کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اور اس وقت اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب بھائی جان کے دوست نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے اُسامہ! یہ میری سالی فرخ ہے۔ ارے بھئی ان کے پاس ایک چھوڑ کئی گاڑیاں ہیں فرخ یہ آفس جہاں ہم اس وقت بیٹھے ہیں سب ان کا ہے۔ ہم تو غلام ہیں، نوکر ہیں ان کے۔ بہت امیر ترین باپ کی بیٹی ہیں یہ۔'' پتہ نہیں وہ حسرت سے کہہ رہا تھا یا پھر طنز کر رہا تھا۔

اُسامہ نے دونوں سے معذرت کی۔ اچانک ایک صاحب فائل لئے اندر آئی اور جمال اُس کی طرف متوجہ ہوا تو اُسامہ نے چپکے سے سرگوشی کی۔

''سنو فرخ! میں شام کو کلفٹن میں لش ہاؤس کے داخلی دروازے پر تمہارا انتظار کروں گا۔ اور اگر تم نہ آئیں تو میں تمہارے بہنوئی کو سب کچھ صاف صاف بتا دوں گا۔ سمجھیں؟'' اُسامہ کا لہجہ نہ چاہتے ہوئے بھی سرد ہو گیا۔

فرخ نے گھور کر اس کو دیکھا مگر بولی کچھ نہیں اور اُسامہ کچھ دیر بعد جمال سے اجازت لے کر چلا آیا۔

شام کو چونکہ وہ فارغ ہی تھا اس لئے سورج غروب ہونے سے پہلے ہی کلفٹن چلا آیا۔ فرخ کے آنے میں ابھی کافی وقت تھا اس لئے وہ سید عالش ہاؤس جانے کی بجائے عبداللہ شاہ غازی کے سامنے سے ہوتا ہوا سمندر کے ذرا ویران مگر پُرسکون حصے میں چلا آیا اور کنارے پر بیٹھ کر غروبِ آفتاب کا منظر دیکھنے لگا۔ سورج ڈوبنے کا وقت ہو اور سمندر ہو۔ اُس کا دل اکثر ایسا منظر دیکھنے کو چاہتا تھا۔

شام کا ملگجا اندھیرا جب گہرا ہونے لگا تو وہ سمندر کے کنارے کنارے چلتا ہوا نیچے سے ہی کلفٹن میں داخل ہو گیا اور بائیک سائیڈ پر کھڑی کر کے وہ جلدی جلدی لش ہاؤس کی سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ اور پھر داخلی دروازے کے قریب کسی پولیس مین کی طرح ڈیوٹی سنبھال کر کھڑا ہو گیا فرخ کے انتظار میں......

شام سے رات ہوئی، اُسامہ کھڑا رہا۔ مگر اس کو نہ آنا تھا نہ آئی۔ مارے غصے اور تھکن کے اُسامہ کا بُرا حال تھا۔ مگر پھر اُس کی معصومیت اور خوبصورتی کا سوچتے ہوئے بڑبڑایا۔

''ایسی لڑکیوں کو تو سات خون معاف ہوتے ہیں فرخ اُس نے تو صرف اسٹیریو چوری کیا ہے۔''

''مگر کیوں ـــــ؟'' اُسامہ کو پھر غصہ آ گیا۔ ''وہ اس قدر معزز اور امیر خاندان کی لڑکی ہے پھر اُس نے چوری کی تو کیوں؟ ـــــ مگر آج کل بڑے گھروں کے بچے ایسی حرکتیں کرنا اپنا شغل سمجھتے ہیں۔ خیر ایک بار وہ آئے تو سہی، پھر دیکھوں گا۔'' وہ دانت پیسنے لگا۔

دفعتاً اپنے قریب وہ ہنسی کی آواز سن کر چونک پڑا۔ سامنے دیکھا تو شہزاد ہنس رہا تھا جب کہ جبار بڑی تشویش بھری نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

''تم دونوں اور یہاں ـــــ وہ بھی اس وقت؟'' اُسامہ نے حیران ہو کر کہا۔

''کب سے یہ ڈیوٹی دے رہے ہو؟'' شہزاد نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''ڈیوٹی ـــــ کیسی ڈیوٹی؟'' اُسامہ نے حیرانی سے کہا۔

''اچھا تو پھر یہاں کس خوشی میں کھڑے ہو؟'' شہزاد نے پھر بات کی۔ جبار تو چپ چاپ کھڑا اُس کا جائزہ لے رہا تھا اُسامہ نے بوکھلا کر بے ساختگی سے کہا۔

''وہ یار! اُسے آنا تھا۔''

''کس کو ـــــ؟'' شہزاد نے پوچھا۔

اُسامہ نے سوچا غلطی ہو گئی۔ یہ تو اب مجھے بہت تنگ کریں گے۔''

''ہاں بھئی، چپ کیوں ہو گئے؟ بتاؤ نا، کسے آنا تھا؟'' شہزاد نے پھر پوچھا۔

''بس یار! ایک دوست کو آنا تھا۔'' اُسامہ نے یہ کہہ کر آگے بڑھنا چاہا تو شہزاد نے کالر سے پکڑ لیا، پھر دانت پیستے ہوئے بولا۔

''بہت زیادہ دوست بنانا تمہیں پسند نہیں۔ ہمارے علاوہ تمہارا کوئی اور دوست بھی نہیں۔ یہ تم بھی جانتے ہو اور ہم بھی۔ اور پھر کسی دوست کے لئے تم یہاں ایک دو گھنٹے اس طرح کھڑے نہیں ہو سکتے ـــــ ویسے بھی انتظار کرنا تھا تو بیٹھ جاتے۔ اور لوگ بھی تو سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ تم کھڑے کیوں رہے پوز بنا کر؟''

''تم لوگ بہت پہلے کے آئے ہوئے ہو؟'' اُسامہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''ہاں ـــــ دو گھنٹے سے تمہیں یہاں کھڑا دیکھ رہے ہیں۔'' شہزاد نے جھوٹ بولا حالانکہ وہ آدھا گھنٹہ پہلے آئے تھے۔ ''اب سیدھی طرح بتا دو کہ کس کا انتظار تھا؟''

''یار وہ لڑکی ـــــ'' اُسامہ ہچکچا کر چپ ہو گیا۔

''اسٹیریو چور ـــــ ہے نا؟'' شہزاد نے فوراً کہا۔

''ہاں ـــــ'' اُسامہ کھسیا کر بولا۔ ''اُس نے کہا تھا بلکہ میں نے اُس سے کہا تھا شام کو یہاں آنا۔''

''مگر اب تو رات ہو رہی ہے۔'' شہزاد نے سوچتے ہوئے کہا اور چپ کھڑے جبار نے سامنے کلفٹن کی جھلمل کرتی تیز روشنیوں پر ایک نظر ڈالتے ہوئے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔

''وہ مجھ کو آس دلا کر گیا ہے آئے گا
زمانہ بیت گیا اور میں انتظار میں ہوں''

''اُسامہ ایک لڑکی کے لئے تم دو گھنٹے سے یہاں احمقوں کی طرح کھڑے ہو۔'' شہزاد نے آنکھیں نکال کر اس کو دیکھا اور جبار نے کہا۔

''شہزاد! ملاقات کا ٹائم طے کرنے کے بعد یہ یہاں آیا تھا۔ یعنی پہلے بھی ملاقات ہوتی رہی ہو گی جو یہاں ملنے کا وقت دیا۔ اور اس کی بے ایمانی دیکھو، ہمیں بتایا تک نہیں ـــــ وہ تو ہم اتفاق سے اس کو تلاش کرتے ہوئے ادھر آ نکلے تھے ورنہ یہ ایک لڑکی کے لئے دوستوں کو........'' جبار بات ادھوری چھوڑ کر اُس کو گھورنے لگا۔

''کب سے ہو رہی ہیں یہ ملاقاتیں؟'' شہزاد نے کسی تھانیدار کی طرح گرج کر پوچھا۔

''اوہ خبیث! آہستہ بول۔ ابھی پہلی ملاقات طے ہوئی تھی۔ اور پھر کوئی سر، پیر ہاتھ آتا تو بتاتا۔'' اُسامہ نے دبے دبے لہجے میں کہا کیونکہ آس پاس بہت سارے لوگ آ جا رہے تھے۔

اچانک شہزاد نے غصے سے کہا۔ ''پہلی ملاقات تو وہ تھی جس میں تم نے اس دوسری ملاقات کا وقت طے کیا۔ اب بولو کب ہوئی پہلی ملاقات؟''

''اچھی بات ہے۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو نہ سہی۔'' اُسامہ غصے سے دو، دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا چلا گیا مگر شہزاد کہاں چھوڑنے والا تھا۔ جبار کے ساتھ اُس کے پیچھے آتے ہوئے بولا۔

''ایک تو چوری اس پر سینہ زوری ـــــ میں پوچھتا ہوں آخر وہ پہلے ملی تھی اور یہ ملاقات طے ہوئی تھی یا پھر آج کل تم روحانی طور پر اُوپر اُٹھ رہے ہو؟''

''بکواس بند کرو گے تو کچھ بتاؤں گا۔'' اُسامہ نے جھلا کر کہا۔

''ہائیں، میں بکواس کر رہا ہوں؟'' شہزاد نے اُس کا کالر پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا۔

''ارے، ارے ـــــ یہ کیا کر رہے ہو؟'' جبار بوکھلا گیا اور اُسامہ مارے غصے کے بائیک پر بیٹھتا ہوا بولا۔

''اب کچھ نہیں بتاؤں گا ـــــ جھک مارتے رہو۔''

''یہ تو مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ تم کچھ نہیں بتاؤ گے۔ ارے جب میں نے کہا تھا کہ وہ اسٹیریو کے ساتھ تمہارا دل بھی لے گئی تب بھی تم مجھے مجھے بکواس بتائی تھی۔ اور آج اپنی ان نیک آنکھوں سے ہم نے تمہیں یہاں اُس کا انتظار کرتے ہوئے پکڑا ہے اور تم بجائے اعترافِ جرم کے اکڑ رہے ہو ـــــ'' شہزاد نے عورتوں کے سے انداز میں کہا۔ اُسامہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بائیک اسٹارٹ کی اور منہ بنا کر چلا گیا تھا۔ اُس کے جانے کے بعد جبار نے کہا۔

''شہزاد! تم زبان درازی کے ساتھ ساتھ اب ہتھ چھٹ بھی ہوتے جا رہے ہو اور یہ بہت بری عادت ہے۔''

''یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ میں کوئی لڑکی نہیں جو زبان درازی کی وجہ سے طلاق لے کر میکے واپس آجاؤں گی۔ یہ بھی تو سوچو اُس نے پہلی بار ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ اگر میں آج اس بات پر اُسے سرزنش نہ کرتا تو وہ مزید بگڑ جاتا۔'' شہزاد نے اپنی صفائی میں کہا۔

''یار پہلی غلطی قابلِ معافی ہوتی ہے۔''

''اگر یہ بات تھی تو پہلے بتاتے۔'' شہزاد نے غصے سے کہا۔

''خیر، اب گھر چلتے ہیں۔'' جبار نے کہا تو شہزاد مان گیا۔ مگر جب وہ گھر گئے تو بھابی نے بتایا۔

''ابھی تک وہ آیا ہی نہیں۔'' اور یہ دونوں مایوس لوٹ آئے۔

❖❖

اُسامہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فرخ سے دوبارہ ملے تو کیسے۔ جبار اور شہزاد کی باتوں کا غصہ وہ اب فرخ پر اُتارنا چاہتا تھا اور اُسے جبار اور شہزاد کے سامنے لے جانا چاہتا تھا۔ مگر مسئلہ پھر یہی تھا کہ ملا کیسے جائے۔ ایک دو دن وہ اُن کے آفس کے باہر بھی اُس کا منتظر رہا مگر شاید وہ کبھی کبھار ہی آتی تھی۔ مایوس ہو کر وہ ان کے رہائشی علاقے کی طرف جا نکلا۔ کچھ کچھ ایڈریس پتہ تھا۔ ذرا سی کوشش پر وہ ان کا گھر تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا اور پھر کچھ سوچے سمجھے بغیر بیل بجادی۔ جمال، بھائی جان کے بہت گہرے دوست تھے اس لئے اُسامہ نے سوچا وہ اُس کی آمد کا بُرا نہیں مان سکتے۔ اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ اپنی آمد کے بارے میں اُن کو کہانی کیا سنائے گا۔

ملازم آیا اور اُس کو اندر لے گیا ــــــ جمال، اُسامہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بولے۔

''یہاں کیسے بھٹک پڑے صاحبزادے؟''

''اِدھر ایک دوست سے ملنے آیا تھا۔ باہر آپ کے نام کی نیم پلیٹ دیکھی تو سوچا آپ سے ملتا چلوں۔'' اُسامہ نے ڈرائنگ روم کا جائزہ لیتے ہوئے جواب دیا۔

''بہت اچھا کیا۔'' جمال نے اپنی بیوی کو بلایا اور وہ اپنے بچے کے ساتھ چلی آئی۔ عمر پینتیس کے قریب ہوگی مگر بہت زرد، زرد اور کمزور سی۔ ایک دو باتوں کے بعد وہ چپ چاپ بیٹھی رہی۔ البتہ جمال، اُسامہ سے باتوں میں مصروف تھا۔ مگر کہیں بھی فرخ نظر نہیں آرہی تھی جبکہ وہ وہاں آیا ہی اُس کی خاطر تھا۔

کچھ دیر گزر گئی۔ اُسامہ اس کے بارے میں پوچھنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ وہ ملازمہ کے ساتھ چائے لے کر اندر داخل ہوئی۔

جمال نے فرخ کے بارے میں کوئی بات نہ کی کیونکہ ان کا تعارف پہلے ہو چکا تھا۔ وہ بھی چائے پی ہی رہا تھا کہ فرخ جانے کو اُٹھی۔ وہ ابھی دروازے کے قریب ہی ہو گی کہ اُسامہ بھی اجازت لے کر کھڑا ہو گیا۔ پھر فرخ کے قریب سے گزرتے ہوئے سفاک لہجے میں بولا۔

''محترمہ فرخ صاحبہ! میں باہر گاڑی میں دس منٹ تک آپ کا انتظار کروں گا اور اگر آپ نہ آئیں تو میں آپ کے بہنوئی کو آپ کے بارے میں سب کچھ بتادوں گا۔'' پھر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ فرخ پر اُس کی باتوں کا کیا ردِعمل ہوا تھا، یہ دیکھنے کا نہ تو وقت تھا اور نہ موقع کہ جمال اندر بیٹھا تھا۔

گاڑی میں بیٹھا وہ ایک بار پھر اُس کا انتظار کر رہا تھا۔ ایک ایک لمحہ ایک ایک صدی لگ رہا تھا۔ اُس کا جی چاہ رہا تھا وہ آئے تو اُسے گھسیٹتا ہوا جبار اور شہزاد کے پاس لے جائے مگر دس منٹ گزر گئے اور وہ نہ آئی۔ اُسامہ مارے غصے کے گاڑی سے باہر نکل آیا۔ اب اُس کو بھی یقین ہو گیا تھا کہ اسٹیریو فرخ ہی نے چوری کیا ہے ورنہ وہ ملنے سے اس قدر خوف زدہ کیوں تھی؟

وہ ابھی چند قدم ہی چل پایا تھا کہ وہ بڑی عجلت میں آتی ہوئی دکھائی دی۔ اُسامہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔

فرخ نے قریب پہنچ کر بڑی کینہ توز نظروں سے اُس کو دیکھا اور غصے سے بھری ہوئی آواز میں کہا۔

''آخر تم چاہتے کیا ہو ــــــ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟''

''خاموشی سے گاڑی میں بیٹھو ورنہ ــــــ'' اُسامہ نے سرد لہجے میں کہا اور ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا فرنٹ سیٹ پر لے آیا۔ وہ گاڑی میں بیٹھ تو گئی مگر تلخی سے کہا۔

''مجھے بے بس نہ سمجھنا ــــــ اگر تم نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو میں اپنی جان سے جاؤں گی ہی مگر تمہیں بھی زندہ نہیں.........''

''خاموش رہو۔'' اُسامہ نے دانت پیستے ہوئے کہا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ فرخ نے گھور کر اُسے دیکھا اور غرا کر پوچھا۔

''تم آخر کس بات کا غصہ دکھا رہے ہو ــــــ مجھ سے تمہیں کیا دشمنی ہے؟ آخر مجھے بھی تو پتہ چلے، کیا حق سمجھ لیا ہے تم نے مجھ پر اپنا جو یوں.........''

''میں کہتا ہوں خاموش بیٹھو۔'' اُسامہ دھاڑا اور فرخ چپ ہونے کی بجائے غرائی۔

''میں پوچھتی ہوں تم مجھے لے کر کہاں جا رہے ہو؟''

''جہنم میں۔'' اُسامہ نے دانت پیس کر کہا۔ اور فرخ منہ بنا کر باہر دیکھنے لگی۔ تاہم وہ ذرا سی بھی خوف زدہ نہیں لگ رہی تھی۔

چند منٹ بعد وہ پُرسکون سمندر کے کنارے رُک چکا تھا۔ گاڑی رکتے ہی فرخ اُسے خشمگیں نظروں سے دیکھنے لگی۔

''اُس دن تم نے خوب اچھا ڈرامہ کیا۔'' اُسامہ نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے زہر خند سے کہا۔

''کون سا ڈرامہ؟'' وہ انجان بن کر بولی اور اُسامہ کو غصہ آ گیا۔ نہ جانے کیوں آج اُس کا حُسن بھی اُس کو ایک آنکھ نہ بھا رہا تھا۔ اُس کا جی چاہا آج خود اُسے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر سمندر برد کر دے جس کی وجہ سے اس کو دوستوں میں شرمندہ ہونا پڑا تھا۔

''وہی مرنے کا ــــــ اور کون سا۔'' اُسامہ غرایا۔

''پتہ نہیں تم کیا بکواس کر رہے ہو؟'' وہ غصے سے بولی۔

''بہت بہادر بننے کی کوشش کر رہی ہو ــــــ میں کہتا ہوں خاموشی سے اپنے اُس ساتھی کا پتہ بتا دو جس نے اسٹیریو چوری کیا ہے۔ ورنہ تم مجھے نہیں جانتیں، میں بہت برا آدمی ہوں۔''

''کس کا ساتھی ــــــ کون سا اسٹیریو ــــــ؟ تم ہوش میں تو ہو مسٹر؟'' وہ بھی خوفزدہ ہوئے بغیر غصے سے سرخ ہوتے ہوئے بولی۔

''زیادہ معصوم بننے کی کوشش مت کرو لڑکی ورنہ ــــــ'' اُسامہ نے دانت پیستے ہوئے کہا اور وہ اُس کو گھورنے لگی۔ پھر کسی بھوکی شیرنی کی طرح غرائی۔

''تم کون سی چال چل رہے ہو مسٹر! ذرا کھل کر کہو؟''

اُسامہ اُس کی بہادری پر حیران رہ گیا مگر دوستوں میں ہونے والی بے عزتی کا خیال آتے ہی کرخت لہجے میں بولا۔

''چال تو اُس دن تم چل گئی تھیں۔ تم نے مرنے کا ڈرامہ کیا اور میں سچ سمجھ کر تمہیں بچانے کو بھاگا اور جیپ کھلی چھوڑ گیا۔ جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تمہارے ساتھی نے اسٹیریو نکال لیا ــــــ اب جلدی سے اپنے اُس ساتھی کا پتہ بتا دو ورنہ میں ایک ایک بات تمہارے بہنوئی کو بتا دوں گا کہ اُن کی معصوم سی سالی ایک تجربہ کار چور بھی ہے۔'' اُسامہ خونی نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔

''ارے تم یہ والی بات بتانے کا کہہ رہے تھے ــــــ اور میں پتہ نہیں کیا سمجھی تھی۔'' وہ پاگلوں کی طرح زور سے ہنس دی اور فضا میں جیسے نور کی بارش سی ہو گئی۔ اُسامہ سب کچھ بھول کر بے خود سا اُس کے معصوم چہرے کو دیکھنے لگا۔ وہ ہنستے ہوئے اور بھی پیاری لگ رہی تھی۔ مگر وہ صرف ایک لمحے کے لئے ہنسی تھی۔ دوسرے ہی لمحے اُس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ پھر اُس نے غور سے اُسامہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا تم روز جیپ میں یہاں آتے ہو؟''

''نہیں، پہلی بار جیپ میں آیا تھا۔'' اُسامہ نے اُس کا مطلب نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

''اگر یہ بات ہے تو خود عقل سے سوچو، مجھے کیسے معلوم تھا کہ تم جیپ کھلی چھوڑ آئے ہو؟ یہ کام کسی عادی چور کا ہے جو ہر موقع سے فائدہ اٹھانا جانتا ہے ــــــ تم شاید چوروں کی عادات نہیں جانتے۔''

''بتانے کی کوشش مت کرو ــــــ تمہیں اگر چوروں کی نفسیات کا علم ہے تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ تم خود بھی چور ہو اور اسٹیریو تم نے چوری کیا ہے۔''

''شٹ اَپ ــــــ'' وہ ایک بار پھر غرائی۔ ''اگر پھر تم نے یہ بات مجھ سے کہی تو میں تمہارا منہ نوچ لوں گی۔'' مگر اُس کی بات ادھوری رہی۔

''چوری اور سینہ زوری ــــــ کب سے تمہاری بک بک سن رہا ہوں۔ اب سچ سچ بتا دو، اسٹیریو کہاں ہے؟''

فرخ نے حیران ہو کر اُس کو دیکھا۔ اب اُسامہ بھی اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا کہ اب وہ سوز حُسن کو دیکھنے کا حوصلہ ہی خود میں نہ پا رہا تھا۔ چند ساعتیں بیت گئیں تو فرخ نے آہستہ سے کہا۔

''تم چاہتے کیا ہو، یہ بتاؤ۔''

''اسٹیریو کی واپسی ــــــ پہلے تو میں تمہارے حُسن سے مرعوب ہو گیا تھا۔ مگر اب میں بہت سختی سے پیش آؤں گا۔'' اُسامہ نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

''تم کتنی چھوٹی بات کر رہے ہو ــــــ دیکھو، اس وقت پانچ لاکھ کے ڈائمنڈ میں نے پہن رکھے ہیں اور تم ایک ہزار کے اسٹیریو کی بات کرتے ہو۔''

''اچھی بات ہے ــــــ اگر تم اقرار نہیں کرنا چاہتیں تو نہ سہی۔ مگر اب تم مجھ سے بچ کر نہ جا سکو گی۔ میں تمہارا گلا دبا کر تمہیں سمندر میں پھینک دوں گا۔'' اُسامہ نے

خوفناک لہجے میں کہا۔

''کیا واقعی تم ایسا کرو گے؟'' اُس نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا اور اُسامہ چونک کر اُس کو دیکھنے لگا۔ یہ اداکاری نہیں تھی ـــــ وہ واقعی مرنے کے نام پر خوش ہو رہی تھی۔ اُسامہ نے دل میں سوچا۔ یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ پھر اُس نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''تمہیں مارنے سے مجھے کیا حاصل ہوگا۔ البتہ اب تمہارے بہنوئی سے بات ہوگی۔'' اُسامہ نے گاڑی اسٹارٹ کرنی چاہی تو فرخ نے بڑی بے بسی سے اُس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔ اُسامہ کا دل جیسے ایک نئی دھڑکن سے آشنا ہوا اور وہ محویت سے اُس کو دیکھتا چلا گیا۔ جب کہ وہ ونڈ اسکرین سے باہر دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''آخر تم میری بات کا یقین کیوں نہیں کرتے؟ کیا میں شکل سے ایسی گھٹیا لڑکی نظر آتی ہوں؟ یقین کرو چوری میں نے نہیں کی۔''

اور اُسامہ سب کچھ فراموش کر کے اُس کے حُسن میں کھو گیا۔ اُس کا دل چاہا کہہ دے شکل سے تو تم شہزادی لگتی ہو۔ کسی ریاست کی راج کماری نظر آتی ہو ـــــ مگر وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ بس اُس کو دیکھتا رہا اور دل ہی دل میں جبار، شہزادے کہتا رہا۔ تم دونوں جاؤ جہنم میں ـــــ اب میں کوئی سخت بات نہیں کروں گا۔

''تم کیا سوچنے لگے ہو ـــــ؟'' فرخ نے پوچھا۔

''یہی کہ اگر تمہاری بات کا یقین کرلوں تو پھر یہ بات پوچھنا بہت ضروری ہے کہ تم نے خودکشی کی کوشش کیوں کی؟''

''کیا تم میرے بہنوئی کے آدمی ہو؟''

''کیوں ـــــ میں کیوں تمہارے بہنوئی کا آدمی ہونے لگا؟'' اُسامہ نے بگڑ کر کہا۔

''اچھا ـــــ'' وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی، پھر کہا۔ ''اگر میں تمہیں دو ہزار روپے دے دوں تو کیا تم مجھے جانے دو گے؟''

''نہیں بے بی! کہانی تو اب تمہیں سنانی ہی پڑے گی۔ تم نے مرنے کی کوشش کیوں کی؟ اتنی چھوٹی عمر میں عزت، دولت، شہرت سب کچھ ہونے کے باوجود زندگی سے بیزاری سمجھ میں نہیں آئی۔''

''مگر میں کیسے یقین کرلوں کہ تم میرے بہنوئی کے آدمی نہیں ہو؟'' وہ مشکوک نظروں سے اُسامہ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

''مجھے بتاؤ، میں کیسے تمہیں یقین دلاؤں کہ میں تمہارے بہنوئی کا آدمی نہیں ہوں۔'' اُسامہ نے پیار بھری نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اس دن تم ان کے ساتھ آفس میں تھے۔ پھر بھی یہ کہتے ہو کہ تم ان کے آدمی نہیں ہو۔'' وہ اُسامہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''ارے وہ تو میں اپنے بھائی جان کے ایک کام سے ان کے پاس گیا تھا۔ اور سچ مانو تو پہلی بار گیا تھا۔ اور پھر یہ بھی سوچو، میری اور اُن کی عمر میں کتنا فرق ہے ـــــ پھر وہ میرے دوست کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور یقین کرو، آج یہاں اُن کے گھر بھی میں محض تمہاری وجہ سے آیا تھا۔ ویسے وہ میرے بھائی کے دوست ہیں۔ بھائی جان کے تمہاری فرم سے کچھ کاروباری روابط ہیں۔'' اُسامہ نے پوری وضاحت سے کہا تاکہ اُسے یقین آجائے۔

''اچھا، اگر میں تمہیں سب کچھ بتا دوں تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم کسی اور سے اس کا ذکر نہیں کرو گے؟'' وہ نہ جانے کس بات سے خوفزدہ تھی۔

''میرا یقین تمہیں خود ہی کرنا ہے۔ کسی اور کو تو میں لانے سے رہا۔'' اُسامہ نے اب کے ذرا خشک لہجے میں کہا۔

''خیر، زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ تم میرے بہنوئی کو بتا دو گے اور وہ مجھے جان سے مار دیں گے ـــــ اس سے زیادہ تو نہیں کریں گے۔ اب مجھے پرواہ نہیں۔ تم مجھ سے مرنے کی وجہ جاننا چاہتے ہو تو سنو ـــــ ہم صرف دو بہنیں اور ایک ہمارا بھائی ہے۔ سب سے بڑی آپا ہیں، بھائی اُن سے چھوٹا مگر مجھ سے بڑا ہے ـــــ تقسیم سے قبل ہی ہمارا خاندان کراچی میں رہائش پذیر تھا۔'' وہ جلدی جلدی بتانے لگی جیسے پیچھا چھڑانا چاہتی ہو۔

''سنو ـــــ'' اُسامہ نے اُسے روک دیا۔ ''تم تو یوں جلدی جلدی بول رہی ہو جیسے کسی فلم کی کہانی سنا رہی ہو۔ یاد رکھنا، میں صرف سچ سنوں گا ـــــ اگر تم نے جھوٹ کی ملاوٹ کی تو تمہارے حق میں بہت برا.........''

''جہنم میں جاؤ۔ اب میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گی۔'' وہ بگڑ گئی۔

''اوکے ـــــ تو پھر بات تمہارے بہنوئی تک پہنچے گی۔'' اُسامہ نے لاپرواہی سے کاندھے اُچکائے۔

''پلیز مسٹر ـــــ'' وہ جو کب سے ضبط کر کے خود کو بہادر ظاہر کر رہی تھی، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور اُسامہ کو ترس آگیا۔

''اچھا ٹھیک ہے ـــــ بتاؤ، کیا معاملہ ہے؟''

''ہاں تو میں کہہ رہی تھی ہم صرف ایک بھائی اور دو بہنیں ہیں ـــــ بہت سال پہلے آپا نے اپنی ضد سے جمال بھائی سے شادی کی تھی۔ اگرچہ مما، ڈیڈی کو جمال بھائی کچھ زیادہ پسند نہیں آئے تھے مگر چونکہ وہ آپا کی پسند تھے اس لئے ان کو جمال بھائی سے شادی کی اجازت مل گئی اور شادی کے بعد جمال بھائی نے خود کو مما، پاپا کی پسند بنا لیا تھا۔ پھر یہ ہوا کہ پاپا، جمال بھائی کو آفس لے جانے لگے۔ آفتاب بھائی ابھی پڑھ رہے تھے اور پاپا نے جمال بھائی کو اپنا معاون سمجھ لیا تھا۔ اور جمال بھائی بھی بڑی محنت سے پاپا کا ہاتھ بٹانے لگے تھے ـــــ وہ پاپا کی ہر بات کو حکم کا درجہ دیتے تھے۔ ہم سب بہت خوش تھے۔ مگر اچانک پتہ نہیں کس کی نظر لگ گئی۔ ایک دن روڈ ایکسیڈنٹ میں مما، پاپا دونوں چل بسے ـــــ ہم سب کو کسی چیز کا ہوش نہ رہا۔ ایسے میں ایک جمال بھائی ہی ایسے تھے جنہوں نے نہ صرف سب کو دلاسہ دیا بلکہ پاپا کا سارا بزنس بھی سنبھال لیا جو پورے پاکستان میں پھیلا ہوا تھا ـــــ'' وہ چپ ہو کر اُسامہ کو دیکھنے لگی جو بڑی محویت سے اُسے تک رہا تھا۔

''چپ کیوں ہوگئیں ـــــ آگے کہو نا۔'' اُسامہ نے کہا۔

''سچ سچ بتاؤ تم میرے بہنوئی کے آدمی تو نہیں؟'' اُس نے ایک بار پھر شک کا اظہار کرنا ضروری سمجھا۔

''پھر وہی فضول بات۔'' اُسامہ نے ناگواری سے اُس کو دیکھا۔

''اچھا، خیر ان ہی دنوں بھائی جان بھی تعلیم سے فارغ ہوگئے۔ اگرچہ انہیں بزنس ایڈمنسٹریشن کی تعلیم کے لئے امریکہ جانا تھا مگر اب مما پاپا کے بعد انہوں نے بہتر یہی سمجھا کہ پاپا کا بزنس سنبھال لیں۔ اگرچہ جمال بھائی نے بہت زور دیا کہ تم پہلے امریکہ جا کر باقی تعلیم مکمل کرلو، یہ تمہارے پاپا کی خواہش تھی۔ مگر بھائی جان نے ایک نہ سنی اور پاپا کا آفس جو اب تک جمال بھائی سنبھال رہے تھے، خود وہاں بیٹھنا شروع کر دیا اور کچھ ہی عرصہ بعد انہوں نے اپنی پسند سے شادی کرلی۔ کسی نے ان کو منع نہیں کیا کہ وہ اپنی مرضی کے آپ مالک تھے۔ میری بھابی دنیا کی خوبصورت ترین لڑکیوں میں سے ایک ہے لیکن بے غریب ماں کی ایک ہی اولاد۔''

''لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہرگز نہیں ہوگی۔'' اُسامہ نے بے ساختہ کہا۔

فرخ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔ ''سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا مگر پتہ نہیں کیسے اچانک میرے صحت مند بھائی بیمار پڑ گئے ـــــ جمال بھائی نے گھر پر ہی اُن کے لئے ہمہ وقت نرس کا انتظام کر دیا اور ڈاکٹر بھی صبح شام اُن کو دیکھنے آنے لگا۔ دراصل جمال بھائی ہم سب کو بہت چاہتے تھے۔ خاص کر مجھ سے تو کچھ زیادہ ہی پیار کرتے تھے۔ ہاں تو بھائی جان کا علاج شروع ہوا مگر فائدہ کچھ بھی نہ ہوا۔ بیماری ختم ہونے کی بجائے لمبی ہونے لگی ـــــ ڈاکٹر کی سمجھ میں بیماری ہی نہ آرہی تھی۔ سب پریشان تھے۔ آپا، بھابی، میں اور جمال بھائی تو سب سے زیادہ پریشان تھے۔ ایک بار پھر اُن کو اکیلے سارا بزنس دیکھنا پڑ رہا تھا۔

لیکن اچانک اُن کا اصل رُوپ میرے سامنے کھل گیا ـــــ ہوا یوں کہ ایک دن میں گیلری کی سیڑھیاں اُتر رہی تھی کہ جمال بھائی کی غصے سے بھری آواز سن کر مارے حیرت کے وہیں رک گئی کہ اُن کو تو غصہ کبھی آیا ہی نہ تھا۔ مگر آج وہ سخت غصے میں تھے اور نرس کو ڈانٹ رہے تھے کہ ''اتنے دن ہوگئے مگر چڑیل! تم نے بتایا نہیں دوائی ختم ہو چکی تھی۔ تم دو ٹکے کی چھوکری اپنے آپ کو افسانوی ہیروئن ثابت کرنے کی کوشش میں ہو مگر تم مجھے نہیں جانتیں کہ.........'' اچانک اُن کی نظر مجھ پر پڑی۔ وہ بڑی تیزی سے میری جانب آئے اور مجھے گھورتے ہوئے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

''تم کب سے یہاں کھڑی ہماری باتیں سن رہی ہو؟'' یہ پہلا موقع تھا کہ وہ مجھ سے سخت لہجے میں بات کر رہے تھے۔ میں نے حیرانی سے ان کو تکتے ہوئے کہا۔

''میں تو ابھی ابھی آئی تھی بھائی جان!''

''جھوٹ بک رہی ہو۔'' وہ غرائے۔

''نہیں تو ـــــ بھلا جھوٹ کیوں بولوں گی؟'' میں نے مزید حیران ہو کر انہیں دیکھا۔

''پھر وہی بکواس ـــــ'' انہوں نے غصے سے کہا اور ساتھ ہی میرے منہ پر ایک تھپڑ جڑ دیا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ کر ان کو دیکھا، کہیں ان کا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا۔ مگر مزید سوچنے کا موقع دیئے بغیر وہ مجھے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کمرے میں لے گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ میں جو پہلے ہی اُن کے رویے سے پریشان تھی، مزید پریشان ہوگئی بلکہ دہشت زدہ ہوگئی۔ وہ میری جانب مڑے اور بولے۔

''جو کچھ سن چکی ہو اُس کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھنا۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔'' وہ پتہ نہیں اور بھی کیا کیا دھمکیاں دیتے رہے ـــــ مگر میں تو سن ہوتے ہوئے دماغ کے ساتھ یہ سوچ رہی تھی کہ آخر ایسی کون سی باتیں وہ کر رہے تھے جن کے لئے اس قدر اہتمام کی ضرورت ہے کہ کوئی سن نہ لے۔ وہ باہر گئے تو میں پھر اُن کے بارے میں سوچنے لگی۔ یہ ایک دم اُن کو کیا ہوگیا تھا؟ پھر اُن کا مارنا مجھے یاد آیا تو میں وہیں بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اچانک ایک خیال میرے ذہن میں آیا تو میں چونک پڑی۔ پھر بھاگی بھاگی بھائی جان کے کمرے میں آئی اور بغور اُن کو دیکھنے لگی۔

صرف چھ ماہ میں وہ اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ پہچانے نہیں جاتے تھے۔ پتہ نہیں کیسی بیماری تھی۔ کوئی دوا اپنا اثر نہیں دکھاتی تھی۔ وہ زرد سے ہو چکے تھے اور اپنے حواس میں ہونے کے باوجود بات نہیں کرتے تھے اور جو باتیں کرتے وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔

''بھائی جان! میں نے اُن کو روتے ہوئے پکارا۔ انہوں نے نقاہت سے آنکھیں کھول دیں، مجھے دیکھا۔ شاید آج اُن کی طبیعت پھر کچھ بہتر تھی مگر بول نہ سکے جیسے بولنے کی سکت کھو چکے ہوں ــــــ میں اُن سے لپٹ کر رونے لگی اور کہنے لگی۔

''بھائی جان! آپ جلدی سے اچھے کیوں نہیں ہو جاتے؟''

اچانک ان کی نرس آئی اور مجھے پکڑ کر الگ لے گئی۔ کچھ دیر مجھے دیکھتی رہی پھر کہا۔ ''اب تو تم سب کچھ اپنے کانوں سے سن چکی ہو ــــــ تم جانتی ہو وہ کبھی اچھے نہیں ہوں گے۔''

''مگر کیوں؟ ایسی کون سی بیماری ہے جو بھائی جان اچھے نہیں ہوں گے؟'' میں نے نرس سے پوچھا۔

''سب کچھ سننے کے باوجود مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو ــــــ تم جان چکی ہو کہ تمہارے بہنوئی تمہارے بھائی کو آہستہ آہستہ زہر دے کر موت کے منہ میں بھیج رہے ہیں۔''

''کیا یہ سب جمال بھائی کر رہے ہیں؟'' میں نے بے یقینی سے پوچھا۔

''ہاں ــــــ اب تم جاؤ۔ ان کی دوا کا وقت ہو چکا ہے۔'' نرس ایک شیشی اٹھاتے ہوئے بولی۔

''یعنی زہر پینے کا؟'' میں نے ہونق ہو کر پوچھا۔

''ہاں ــــــ میں مجبور ہوں۔ جمال صاحب کا یہ حکم ہے اور......''

''کمینی ــــــ ذلیل ــــــ '' میں نے اس کو بات پوری کرنے سے پہلے زمین پر گرا لیا۔ ''تو میرے بھائی کو زہر پلاتی ہے ــــــ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔'' چیخنے کے ساتھ ساتھ میں دونوں ہاتھوں سے اُس کو پیٹ بھی رہی تھی۔ بھائی جان بھی آنکھیں کھول کر مجھے دیکھنے لگے۔ اتنے میں شور سن کر بھابی بھی کمرے میں آگئیں۔

''یہ کیا کر رہی ہو گڑیا ــــــ؟'' انہوں نے پیار سے کھینچ کر مجھے سینے سے لگا لیا۔

''بھابی! یہ کمینی ــــــ '' میری بات میرے منہ میں رہ گئی۔ دروازے پر جمال بھائی خونی نظروں سے مجھے گھور رہے تھے۔ پھر وہ تیزی سے میرے قریب آئے اور میرے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی مجھے بازوؤں سے پکڑتے ہوئے بولے۔

''ارے آج یہ ہماری منی کو کیا ہو گیا ہے ــــــ یہ غصہ کیسا؟ طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' وہ فکر مندی سے پوچھ رہے تھے۔ اُن کی گرفت اتنی مضبوط اور سخت تھی کہ ناخن میرے گوشت میں اُتر گئے مگر وہ بظاہر سب کے سامنے میرے لئے بہت فکر مند نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ مجھے یونہی پکڑے بھائی جان کے کمرے سے نکال کر میرے کمرے میں لائے، دروازہ بند کیا اور دہاڑے۔

''میں نے کہا بھی تھا جو کچھ سن چکی ہو اس کو اپنے تک ہی رکھنا مگر تم ــــــ '' انہوں نے ایک ہاتھ میرے منہ پر رکھا اور دوسرے سے مجھے پیٹتے رہے۔''

اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اسامہ کا خون کھول اٹھا۔ اس کے اندر ایک طوفان سا اُٹھنے لگا۔ اس وقت جمال اُس کے سامنے ہوتا تو وہ اس کی بوٹیاں کر کے کتوں کے آگے ڈال دیتا۔ مگر اس وقت سوائے دانت پیسنے کے کچھ نہ کر سکا۔ فرخ ن روتے روتے سر اٹھایا اور کہا۔

''کیا واقعی تم اُس کے آدمی نہیں ہو؟''

اسامہ نے محبت سے اس کو دیکھا اور اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بڑی بے بسی سے کہا۔

''ڈیئر! اب میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں اُس جیسے کمینے انسان کا ساتھی ہو ہی نہیں سکتا۔''

''ہو سکتا ہے تم سچ کہہ رہے ہو ــــــ مگر جن حالات سے میں اب تک گزری ہوں اس کی وجہ سے اب اپنے سوا کسی دوسرے پر اعتبار کر ہی نہیں سکتی۔ کیا میں ایسا نہ کروں؟''

''نہیں، ضرور کرو۔ مگر میں صرف میں ہوں۔ کسی کا آدمی نہیں۔''

''ہاں ــــــ تو خوب جی بھر کر مارنے کے بعد انہوں نے میرے منہ سے ہاتھ اٹھا لیا تو میں نے چیخ کر کہا۔

''آپ بھائی جان کو زہر دے رہے ہیں ــــــ میں یہ بات بھابی کو ضرور بتاؤں گی اور آپا کو بھی کہ جمال بھائی........''

مگر بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ ایک بار پھر مجھے مارنے لگے اور بولے۔ ''بے شک میں اس کو زہر دے رہا ہوں مگر تم کسی کو نہیں بتاؤ گی۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہارے بھائی کو قتل کروا دوں گا ــــــ اس بات کی طاقت رکھتا ہوں۔ جبکہ زہر کی وجہ سے وہ ابھی مزید چار، پانچ سال زندہ رہے گا۔ میں جب چاہوں تمہارے پورے خاندان کو قتل کروا سکتا ہوں۔ اب تم بولو تم کیا چاہتی ہو؟ اپنے بھائی کی فوری موت یا مزید پانچ سال کی زندگی؟''

''میں کوئی جواب نہ دے سکی اور زور زور سے رونے لگی تو وہ بولے۔

''سنو ــــــ تمہیں ابھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ابھی تو وہ پورے پانچ سال تک زندہ رہے گا اور میں بے شک سب کو ماروں گا مگر تمہیں نہیں مار سکتا کہ تم میری زندگی ہو ــــــ تم میری جان ہو ــــــ تمہیں میرے لئے زندہ رہنا ہے۔ تمہاری آپا تو اب صرف اپنے بچے کی ہو کر رہ گئی ہے۔ ویسے بھی اب وہ مجھے عورت کم، چڑیل زیادہ لگتی ہے جو چپ چاپ مجھے گھورتی رہتی ہے۔ اپنے بچے کی وجہ سے میں اس کو برداشت کر رہا ہوں ورنہ اس کا کام تو کب کا تمام کر چکا ہوتا۔ مجھے اب اُس کی نہیں صرف تمہاری ضرورت ہے۔'' وہ ایک بار پھر تنبیہ کرتے ہوئے چلا گیا اور میں لرزتی رہ گئی۔ اُس کا اب تک پیار کرنے کا انداز سمجھ میں آیا تو معلوم ہوا وہ ایک بھائی کا پیار نہیں تھا۔ وہ تو ایک........

جب کوئی نہ ہو تو وہ مجھے 'جان' کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ اب وہ کھل کر اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ ہاں تو اُس روز اُس کے جانے کے بعد میں اس مسئلے کا حل سوچتی رہی مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ رات ملازمہ مجھے کھلانے پر بلانے آئی تو میں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ میرے انکار پر بھابی مجھے خود لینے آئیں اور مجھے دیکھتے ہی بولیں۔

''کیا بات ہے؟ تم روتی کیوں ہو ــــــ مجھے بتاؤ؟''

مگر میں ان کو کچھ نہ بتا سکی۔ مجھے ان سب کی زندگی بہت عزیز تھی۔ مجھے اُن سب سے پیار تھا۔ وہ زبردستی مجھے کھانے کی میز پر لائیں۔ وہاں جمال بھائی بھی تھے۔ مجھے دیکھتے ہی بھابی سے کہنے لگے۔

''میرا خیال ہے فرخ کو اب میرے ساتھ آفس جانا چاہئے۔ مزید پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آفتاب کی بیماری کی وجہ سے مجھے بہت زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔''

میں اس کا مطلب اچھی طرح سمجھتی تھی۔ وہ اب میری نگرانی کرنا چاہتا تھا۔ میں نے مدد کے لئے بھابی کو دیکھا اور وہ بولیں۔

''ہاں، لے جانا ــــــ میں خود بھی محسوس کرتی ہوں کہ یہ اپنے بھائی کی بیماری سے کچھ زیادہ ہی پریشان ہے۔''

میں نے مزید کچھ نہ کہا۔ کیونکہ میں جانتی تھی میں کچھ نہیں کر سکتی۔

''اس طرح اس کا دل بھی بہل جائے گا اور مجھے بھی سہولت ہو جائے گی۔'' جمال بھائی نے بھابی سے کہا اور یوں میری تعلیم ختم ہو گئی اور میں نے جمال بھائی کے ساتھ آفس جانا شروع کر دیا۔ اور یہ آفس جانا مجھے بہت مہنگا پڑ رہا ہے ــــــ وہ بہت گندی باتیں کرتا ہے۔ میں نے یہ سوچ کر برداشت کیا کہ شاید میں اپنے بھائی کے لئے کچھ کر سکوں۔ اُس کی جان بچا سکوں۔ مگر افسوس مجھے ابھی تک ذرا سی بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ اور اب جب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ میں اپنے بھائی کو نہیں بچا سکتی کیونکہ اب وہ ہر وقت میری نگرانی کرتا ہے، مجھے اب اپنے ہی گھر میں رکھتا ہے۔ جب خود بھائی جان کو دیکھنے جاتا ہے تب مجھے ساتھ لے کر جاتا ہے۔ کوئی پارٹی ہو، میٹنگ ہو یا کچھ بھی، وہ مجھے خود سے جدا نہیں کرتا۔

اور اب میں نے سوچا ہے اپنے بھائی کو تو میں بچا نہیں سکتی مگر اپنی عزت تو بچا سکتی ہوں۔ اُس دن بڑی مشکل سے مجھے گھر سے تنہا نکلنے کا موقع ملا تو میں نے خود کو سمندر کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کیا مگر تم نے مجھے بچا لیا۔ یہ نیکی نہیں کی تم نے میرے ساتھ۔''

وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رو دی۔

اُسامہ کا دل تڑپ اُٹھا۔ ایک دم اُس نے محسوس کیا کہ وہ جذبہ محبت جس کو سب لافانی کہتے ہیں، اچانک اُس کے دل میں فرخ کے لئے انگڑائی لے کر بیدار ہو گیا تھا۔ کائنات کی سب سے پیاری چیز محبت ــــــ اُسامہ کا دل چاہا اس روتی بسورتی چھوٹی سی لڑکی کو اپنے بازوؤں میں سمالے ــــــ مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ صرف یہ سوچ کر کہ وہ تو پہلے ہی ایک مرد کی بدتمیزیوں کا شکار تھی۔ پھر وہ خود یہ حرکت کیسے کر سکتا تھا؟ تاہم فرخ کا رونا اُس کو بے حد اذیت دے رہا تھا۔ اُس نے بے چینی سے پہلو بدلا، پھر فرخ کو مخاطب کیا۔

''سنو فرخ! خودکشی کرنے سے کبھی مسائل حل نہیں ہوتے۔ نہ جانے کیوں مجھے یقین نہیں آتا کہ جمال صاحب ایسے ہوں گے۔''

''اس لئے کہ تم خود بھی ایک مرد ہو۔'' فرخ نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

اُسامہ اس کو یہ نہ بتا سکا کہ اُس کی یہ اذیت وہ خود اپنے اندر محسوس کر رہا ہے اور یہ کہ وہ نہیں جانتی ابھی کچھ دیر پہلے اُس کے دل کے نہاں خانوں میں اُس کی سچی محبت جنم

لے چکی ہے ـــــ اُس کا دل اُسے چاہنے لگا ہے ـــــ اُس کی تمنا کرنے لگا ہے ـــــ اس کے بغیر جینا تو اب بیکار ہو گا۔ مگر وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا، بس اُس کو روتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ دل بھر کر رو چکی تو خود ہی چپ ہو گئی۔ نہ صرف چپ ہو گئی بلکہ خوف زدہ نظروں سے اُسامہ کو دیکھنے لگی، پھر ایک دم کہا۔

''پلیز اب تم مجھے گھر ڈراپ کر دو ـــــ میں صرف آپا کو بتا کر آئی ہوں کہ سمندر پر جا رہی ہوں۔ اگر جمال بھائی کو پتہ چل گیا تو وہ ناراض ہوں گے۔ شاید ماریں بھی مجھے۔ اپنے بغیر وہ مجھے ایک قدم بھی گھر سے باہر نکالنے نہیں دیتے۔''

''کیا اب بھی وہ کمینہ تمہیں مارتا ہے؟'' اُسامہ نے غصے سے کہا اور وہ ایک بار پھر رونے لگی۔ اُسامہ کا دل چاہا ابھی جا کر جمال کو ختم کر دے۔ مگر کیسے؟ ـــــ اچانک ایک خیال اُس کے ذہن میں آیا تو اُس نے پوچھا۔

''فرخ! کیا تمہاری آپا بھی ان کے ساتھ اس پروگرام میں شامل ہیں؟''

''نہیں ـــــ آپا کچھ نہیں جانتیں۔ وہ خود بھی بیمار رہتی ہیں ـــــ اور پھر کوئی بہن اتنی ظالم نہیں ہو سکتی کہ اپنی آنکھوں کے سامنے بھائی کو مرتے ہوئے دیکھے۔ وہ بہت اچھی ہیں۔''

اور اُسامہ اُس کو سمجھا نہ سکا کہ جب شادی ہو جائے تو سارے رشتے اہمیت کھو دیتے ہیں ـــــ انسان اپنے گھر کا سوچتا ہے یا پھر بچوں کا ـــــ مگر وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا بلکہ اپنی محبت اور وفا کا یقین بھی نہ دلا سکا۔ اپنی محبت کی وہ شدتیں اُس کے اندر منتقل نہ کر سکا۔ اُس سے یہ بھی نہ کہہ سکا کہ آج سے وہ اُس کی زندگی کا لازمی جزو ہے ـــــ اُس کی حیات کا حاصل ہے ـــــ اور یہ کہ اگر وہ اُسے نہ ملی تو شاید وہ جی نہ سکے۔ مگر وہ چپ چاپ اُس کے بارے میں سوچتا رہا، پھر بولا۔

''فرخ ـــــ! اگر تم ایک وعدہ کرو تو میں بھی تمہارے بھائی کی جان بچانے کا وعدہ کرتا ہوں۔''

اُس نے سوالیہ انداز میں اُسامہ کو دیکھا اور پوچھا۔

''کیسا وعدہ؟''

''یہی کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے، تم خود کشی نہیں کرو گی۔''

''تم چاہتے ہو، میں بے غیرت بن کر زندہ رہوں ـــــ عزت چلی جائے مگر جان نہ جائے ـــــ کیا تم زندگی کو عزت سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہو؟'' فرخ نے ناگواری سے پوچھا۔

''نہیں فرخ! میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب تک بات تمہاری عزت تک نہ پہنچے تم جان نہیں دو گی۔ پلیز، جہاں اتنا عرصہ اس ذلیل انسان کو برداشت کیا ہے وہاں چند دن اور سہی ـــــ البتہ جب کوئی ایسا مقام آیا جب تم یہ سمجھو کہ جان دیے بغیر خود کو نہیں بچا سکتیں تو پھر بے شک جان دے دینا ـــــ اور میری کوشش ہو گی کہ تمہاری عزت اور جان جانے سے پہلے ہی تمہارے بھائی کی جان بچا لوں۔ میں اپنی پوری قوت استعمال کر کے ان کو موت کے منہ سے نکالنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن اس کے باوجود اگر تمہارے بھائی کی جان بچاتے ہوئے تمہاری جان چلی گئی تو یقین کرو، میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں جمال کو ایک کتے سے بھی زیادہ بدتر موت ماروں گا ـــــ اگر تم نہ رہیں تو پھر میری زندگی کا مقصد جمال کو اُس کے انجام تک پہنچانے کے علاوہ اور کچھ نہ ہو گا۔ اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔ بس تم کوشش کرنا، ایسا نہ ہو۔ بات تمہاری عزت تک نہ پہنچے۔ باقی سب میں خود دیکھ لوں گا۔''

''تم یہ سب کرو گے؟'' فرخ نے حیرت اور بے یقینی سے پوچھا۔

'ہاں میری زندگی ـــــ میری جان! میں یہ سب کروں گا۔' اُسامہ نے دل میں کہا اور گہری سانس لے کر ٹھوس لہجے میں بولا۔ ''ہاں ـــــ تم دیکھنا، میں یہ سب کر گزروں گا۔''

''مگر تم یہ سب کس کے لئے کرو گے؟'' اُس کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

اور اُسامہ پھر نہ کہہ سکا کہ 'تمہارے لئے، تمہاری محبت کے لئے، بلکہ اپنے لئے۔' کہا تو صرف یہ۔ ''فرخ! انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ ایک انسان کی مشکل حل کرنا دوسرے کا فرض ہے۔ اور یہی ہمارا دین بھی کہتا ہے۔''

''تم کتنے اچھے ہو ـــــ اور میں خواہ مخواہ تمہیں اتنے دن برا بھلا کہتی رہی ـــــ پلیز مجھے معاف کر دو۔'' اُس کی آنکھیں ایک بار پھر چھلک پڑیں۔

''روتی کیوں ہو ـــــ برے کے ساتھ بھلا بھی کہتی رہی ہو۔'' اُسامہ نے اُس کا دھیان ہٹانے کے خیال سے کہا تو وہ مسکرا دی۔ پھر کہا۔

''مگر تم اکیلے یہ سب کیسے کرو گے؟'' وہ ایک بار پھر پریشان ہو گئی۔

''یہ سب تم مجھ پر چھوڑ دو۔'' اُسامہ نے تسلی دی ''تمہارا بہنوئی بھی تو اکیلا یہ سب کر رہا ہے ـــــ میں بھی کر لوں گا۔''

تاہم خود وہ دل میں اب بھی سوچ رہا تھا کہ یہ سب کیسے کروں گا؟ خیر جیسے بھی ہو، اب کرنا تو ہو گا۔

''وہ گاڑی دیکھو ـــــ'' وہ چونک کر بولی۔ ''جمال بھائی آ رہے ہیں شاید۔ اُن کو پتہ چل گیا ہو گا کہ میں گھر پر نہیں ہوں اور اب میری تلاش میں ادھر آئے ہوں گے۔ کیونکہ میں سمندر کے علاوہ تفریح کے لئے کہیں نہیں جاتی۔ مجھے سمندر کی بے قرار موجیں دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے۔''

''اچھا ـــــ'' اُسامہ نے مسکرا کر اُسے دیکھا۔ ''پھر تو ہمارا ذوق ملتا جلتا ہے ـــــ مجھے بھی سمندر کے علاوہ اور کوئی جگہ پسند نہیں۔ اپنا فارغ وقت میں بھی یہیں گزارتا ہوں۔ خیر اب تم گاڑی سے نکل کر کنارے پر چلی جاؤ اور کہہ دینا دل گھبرا رہا تھا، اس لئے چلی آئی تھی۔'' اُسامہ نے جلدی سے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

فرخ نے آخری بار تشکر بھری نظروں سے اُسامہ کو دیکھا، پھر ''شکریہ'' کہتے ہوئے بھاگ کر کنارے پر چڑھ گئی۔

اُسامہ جمال کو دیکھنے لگا جس کی گاڑی اُدھر ہی آ رہی تھی۔ پھر وہ رکی اور جمال باہر نکل کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا ـــــ جلد ہی اُس کی نگاہ فرخ پر پڑ گئی۔ وہ تیزی سے اُس کی طرف لپکا تھا۔ پھر شاید اُس نے آواز دی تھی۔ فرخ نے پلٹ کر دیکھا۔ پھر پتہ نہیں جمال نے اُس کو کیا کہا تھا۔ فاصلہ ہونے کی وجہ سے وہ سن نہ سکا۔ مگر فرخ خوفزدہ سی کنارے سے اتر آئی۔ جمال نے کچھ کہتے ہوئے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرخ کے چہرے پر پھیلی ہوئی اذیت دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ اُس نے ہاتھ کس انداز میں پکڑا ہو گا۔ پھر وہ اُس کے سامنے ہی فرخ کو گاڑی میں بٹھا کر لے گیا اور وہ کچھ بھی نہ کر سکا کہ ابھی کچھ کہنے یا کرنے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھا۔ بس گاڑی میں بیٹھا دور سے آتی سمندر کی چھوٹی بڑی بے چین لہروں کو دیکھتا رہا اور اس مسئلے کا حل سوچتا رہا۔

اُسے یقین نہیں آتا تھا کہ جمال اتنا ذلیل انسان ہو سکتا ہے۔ وہ اُس کے بھائی جان کا دوست تھا اور اُس کے بھائی جان بڑے لائق انسان تھے۔ ابو کے بعد وہی اُس کا سہارا بنے تھے ـــــ وہ سوچتا رہا۔ مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اُس نے سوچا لوگ کہتے ہیں دیوار سے بھی مشورہ کر لینا چاہئے۔ میرے تو پھر دوست ہیں ـــــ بے شک وہ دونوں شیطان بہت ذہین تھے اور اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل نکال سکتے تھے۔

دوستوں کا خیال آتے ہی اُسامہ کو نہ صرف اُن کی باتیں یاد آ گئیں بلکہ اُس رات جو رویہ انہوں نے اس کے ساتھ اختیار کیا تھا وہ بھی یاد آ گیا ـــــ مگر آج اُسے غصے کی بجائے ہنسی آ رہی تھی۔ کیونکہ وہ باتیں اور شک سچ ثابت ہو چکا تھا۔ اُسے واقعی فرخ سے محبت ہو گئی تھی۔ یعنی اُن کی غلط فہمی حقیقت کا روپ دھار چکی تھی ـــــ اُس رات کے بعد مارے غصے کے وہ اُن سے نہیں ملا تھا حالانکہ جب وہ اُس کی تلاش میں گھر آئے تو اُس نے بھابی سے کہلوا دیا تھا کہ وہ گھر پر نہیں کیونکہ جس طرح انہوں نے اُسے بھرے مجمع میں ذلیل کیا تھا وہ کوئی بھولنے والی بات نہیں تھی۔ اور وہ چاہتا تھا اب ایک بار ہی فرخ کو ساتھ لے کر اُن کے سامنے جائے تاکہ اُن کو پتہ چل سکے کہ حقیقت کیا تھی ـــــ مگر اب حالات بدل چکے تھے۔ اُس نے شہزاد کے گھر جانے کا فیصلہ کیا۔ جبار کا گھر اُس کے بالکل ساتھ ہی تھا۔

مگر پھر اچانک شہزاد کی آواز سن کر حیران رہ گیا۔ وہ کھڑکی پر جھکا پوچھ رہا تھا۔

''مانا سمندر کے قریب پہنچ کر انسان خدا سے بھی قریب ہوتا ہے۔ مگر تم اتنے قریب کب سے ہو گئے کہ چلہ کشی بھی شروع کر دی ـــــ خدا خیر کرے۔ یہ آج کل تم کس چکر میں ہو، کچھ ہمیں بھی تو پتہ چلے۔''

وہ اُسے کچھ کہنا چاہتا تھا مگر شہزاد کے پیچھے کھڑے جبار پر نظر پڑ گئی جو مسکرا کر اُسے دیکھ رہا تھا۔ نظر ملتے ہی بولا۔

''باہر آنے کا پروگرام ہے یا ہم بھی پیچھے بیٹھ جائیں۔''

''ارے ـــــ'' وہ جلدی سے باہر آیا اور بڑی احتیاط سے گاڑی لاک کی تو شہزاد جبار کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''دیکھ رہے ہو، وہ میری جیپ تھی اور یہ اس کی کار ہے۔ ہاں بھئی، اپنی چیز اپنی ہوتی ہے۔''

''بکواس مت کرو شہزاد! دیکھ نہیں رہے، وہ پہلے ہی کتنا گم صم ہے ـــــ شاید ابھی تک ناراض ہے۔'' جبار نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا اور اُسامہ نے انہیں یہ بتانے کا ارادہ بالکل ملتوی کر دیا کہ وہ ابھی اُن کی تلاش میں جانے والا تھا۔

''ناراض ہے ـــــ مگر کس بات پر؟'' شہزاد نے حیران ہو کر پوچھا اور تینوں کنارے پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ جبار نے شہزاد کو گھور کر دیکھا مگر وہ باز آنے والی چیز نہیں تھا۔ جلدی سے بولا۔

''یار! تم کیا بیویوں کی طرح ہر وقت مجھے گھورتے رہتے ہو؟ کیا میں نے کبھی کوئی غلط بات کی ہے؟''

''خدا کے لئے چپ رہو مائی ڈیئر جبار! ویسے مجھ سے ایک بچ سنو۔'' وہ شرارت سے اُسامہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''بکتے رہو ـــــ'' اُسامہ نے کوئی اثر لئے بغیر کہا تو وہ جبار سے بولا۔

''یار! تمہیں یاد ہے وہ چور لڑکی جس نے فش ہاؤس کے دروازے پر جناب اُسامہ صاحب سے ملنے کا وعدہ کیا تھا؟'' جبار نے اس کو پھر گھورا مگر وہ لاپرواہی سے بولا۔

''آخر تم مانتے کیوں نہیں؟ وہ واقعی اسٹیریو کے ساتھ اُسامہ کا دل بھی لے گئی ہے۔''

''کرتے رہو بکواس۔'' اُسامہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہائیں ـــــ تم مسکرا رہے ہو؟'' شہزاد نے آنکھیں پھاڑ کر اُسے دیکھا، پھر کہا۔ ''اچھا تو حقیقت کیا ہے، یہ تم بتا دو اور یہ بھی بتا دو یہاں کس خوشی میں بیٹھے تھے؟ کیا آج پھر اُس نے ملنے کا وعدہ کیا تھا اور حسب معمول وہ نہیں آئی اور تم بیٹھے جھک مارتے رہے ـــــ کیوں، ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟''

''یہاں تم غلطی کر رہے ہو۔'' اُسامہ نے مسکراتے ہوئے ہی کہا۔

''مطلب؟'' شہزاد نے بے تابی سے پوچھا۔

''مطلب یہ کہ وہ مجھ سے مل کر جا چکی ہے۔'' اُسامہ ہنس دیا۔

''دیکھا تم نے ـــــ'' شہزاد نے جبار سے کہا، پھر گھونسا تان کر اُسامہ کی طرف لپکا اور وہ ہنستے ہوئے کنارے پر پڑے پتھروں پر سنبھلتا ہوا نیچے سمندر کی نرم ریت پر بھاگ آیا۔ مگر شہزاد بھی کہاں پیچھا چھوڑنے والا تھا ـــــ وہ بھی پیچھے بھاگا اور ساتھ ہی جبار۔ پھر شہزاد کی مزید کسی کارروائی سے پہلے ہی جبار نے اُس کو پکڑ لیا اور کہا۔

''وہ تمہیں ستانے کے لئے ایسا کہہ رہا ہے اور تم نے بے وقوفی کی۔''

''اچھا ـــــ تو یہ بات ہے۔'' شہزاد ہاتھ جھاڑتے ہوئے کھی کھی کر کے ہنسنے لگا تو اُسامہ نے کہا۔

''جبار! یہ سچ ہے ـــــ وہ مجھ سے ملنے آئی تھی۔''

''اچھا، پھر ـــــ؟'' جبار نے سنجیدگی سے اُسے دیکھا اور اُسامہ نے شہزاد کی مزید بکواس سے بچنے کے لئے وہ کہانی جو فرخ نے اُسے سنائی تھی اُن کو سنا دی۔

''گویا میری بات درست تھی۔ وہ سچ مچ تمہارا دل بھی لے گئی۔'' اب کے شہزاد نے مسکرا کر کہا۔ مگر دوسرے ہی لمحے وہ سنجیدہ ہو گیا۔ کچھ دیر وہ سمندر کے پانی کو گھورتا رہا، پھر بولا۔

''یار! یہ تو کوئی بڑا ہی سنگین مسئلہ ہے ـــــ تمہارا کیا خیال ہے جبار؟''

''سب سے زیادہ یہ کسی کی عزت کا مسئلہ ہے۔'' جبار نے بھی سوچ میں ڈوبے لہجے میں کہا۔

''سوچو، اب کیا، کیا جائے؟'' اُسامہ نے کہا اور وہ دونوں واقعی سوچ میں ڈوب گئے۔ جب کہ خود وہ بھی سوچ رہا تھا۔ وعدہ تو کر لیا، اب یہ سب کرے گا کیسے۔

اچانک جبار نے سر اٹھایا اور اُسامہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''پہلے تم میری بات کا جواب دو۔ کیا وہ لڑکی تمہیں واقعی پسند ہے؟''

اور اُسامہ نے دل میں سوچا۔ 'وہ ہے ہی اتنی پیاری اور معصوم کہ میں تو کیا تم بھی اُسے پسند کر سکتے ہو۔' مگر کہا تو صرف اتنا۔

''معاف کرنا جبار! اگر میں کہوں نہیں ....''

شہزاد جلدی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ''تم ایسا کبھی کہہ ہی نہیں سکتے۔'' مگر وہ اُس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے جبار سے بولا۔

''سنو، اگر میں کہوں کہ نہیں تو کیا تم اس کی مدد نہیں کرو گے؟ ایک بے بس معصوم لڑکی کو ایک ظالم مرد کے رحم و کرم پر چھوڑ دو گے؟ سوچو، اس کی جگہ اگر ہماری بہن ہوتی۔''

''میرا مطلب یہ نہیں تھا۔'' جبار نے اسی لہجے میں کہا۔

''پھر ـــــ؟'' اُسامہ نے پوچھا۔

''میں تو اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بات اگر تمہاری پسند کی ہے تو پھر ذرا پُر جوش ہو کر کام کریں گے۔ ورنہ یہ کام تو اب ہمیں کرنا ہی ہے۔''

اُسامہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''یار! تم اُس کو اپنی ہونے والی بھابی سمجھ سکتے ہو۔''

''میں تو بہت پہلے ہی سمجھ چکا تھا۔ جبار کی سمجھ میں یہ بات اب آئی ہے۔'' شہزاد نے ہنس کر کہا تو جبار بھی مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔

''مجھے تو یہی ایک راستہ نظر آتا ہے کہ سب سے پہلے جمال سے دوستی کی جائے تاکہ اس کے پاس آیا جایا جا سکے۔''

''مگر کیسے؟ ـــــ وہ بہت چالاک آدمی ہے ـــــ کہیں شک نہ ہو جائے اس کو۔'' اُسامہ نے کہا تو شہزاد بولا۔

''یہ رسک تو اب لینا ہی ہے ـــــ مگر بہت سوچ سمجھ کر ہر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ ویسے میرے خیال میں جمال جیسے آوارہ انسان کے ساتھ اسی جیسا روپ دھار کر دوستی کرنا مناسب ہو گا۔ ارے مجھے ایک نیا خیال آیا ہے۔''

''وہ کیا ـــــ؟'' اُسامہ اور جبار نے ایک ساتھ پوچھا اور شہزاد آہستہ آہستہ انہیں اپنا خیال بتانے لگا اور اس کا خیال سن کر ان دونوں نے اتفاق سے سر ہلا دیا تھا۔

اگلے روز سے جمال کی باقاعدہ نگرانی شروع ہو گئی۔ اُسامہ نے بھی شہزاد کے خیال پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا۔ شہزاد کا کہنا تھا کہ فرض کرو تم جمال کے ساتھ دوستی کرنے میں کامیاب ہو بھی جاتے ہو تو اس کا فائدہ؟ کیونکہ دوست تو وہ تمہارے بھائی کا بھی ہے۔ مگر کیا تمہارے بھائی اُس کے اس روپ کے بارے میں جانتے ہیں؟''

''ہرگز نہیں ـــــ میرے بھائی ایسے نہیں۔'' اُسامہ نے فوراً کہا۔

''تو پھر جمال سے دوستی کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ پہلے کسی کال گرل سے دوستی کر لو۔''

''اور بھائی جان سے جوتے کھا لوں۔'' اُسامہ نے غصے سے کہا۔ تب شہزاد نے پوری سنجیدگی سے جواب دیا۔

''اُسامہ! فرخ کے لئے ہم ہر گھٹیا کام کریں گے۔ یاد رکھو، ہم مرد ہیں۔ ہم لوگوں کو بے شک زمانہ جتنا مرضی برا کہے مگر ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا ـــــ مگر کسی بھی شریف لڑکی کی عزت محض ہماری اپنی عزتِ نفس بچانے کے چکر میں چلی گئی تو میں کبھی خود کو معاف نہیں کروں گا ـــــ اب تو اگر مجھے اپنی جان دے کر بھی اس کی حفاظت کرنا پڑی تو کروں گا۔'' شہزاد خاص طور پر پُر جوش تھا۔

''اچھا، ٹھیک ہے ـــــ میں تمہاری بات مان لیتا ہوں۔ مگر کال گرل سے دوستی کیسے ہو؟'' اُسامہ نے پوچھا۔

''کال گرل سے دوستی کرنا کون سی مشکل بات ہے؟'' شہزاد نے ہنس کر کہا اور اُسامہ کچھ سوچنے لگا۔

پھر ایک ہفتہ اُسامہ نے خود کو جمال کے سامنے ایک عیش پسند انسان کے روپ میں پیش کیا تھا۔ شہزاد اور جبار اُسے اطلاع دیتے تھے کہ اس وقت جمال فلاں جگہ پر ہے اور وہ اپنی کسی نئی ساتھی کے ساتھ وہاں پہنچ جاتا۔ مگر ایسے میں وہ جمال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا اور جمال کو دیکھنے کے باوجود اُسے مخاطب نہ کرتا۔

اور پھر اُسامہ کی آوارگی کا وہ اہم دن تھا کیونکہ اُس دن وہ کسی کال گرل کے ساتھ نہیں بلکہ اپنی ایک دوست جس کے ساتھ شپ پر پہلی ملاقات ہوئی تھی، ایک ہوٹل میں موجود تھا جہاں جمال اپنی ایک بزنس پارٹی کے ساتھ بات چیت میں مصروف تھا۔

جبار نے کہا تھا۔ ''یہ ایک اچھا اور آخری موقع ہے تمہارے پاس جمال کا اعتماد حاصل کرنے کا۔'' اور اُسامہ بغیر وقت ضائع کئے امبر کے پاس چلا آیا تھا جس نے اُس کی مدد کا وعدہ کیا تھا۔ وہ ایک امیر اور آزاد خیال گھرانے کی لڑکی تھی اور اس وقت اُس کے ساتھ ایک اچھے ہوٹل میں پریشان انداز میں بیٹھی تھی۔ جمال کی میز دوسری طرف تھی مگر اُسامہ اس انداز میں بیٹھا تھا کہ وہ اُسے دیکھ سکے اور خود تو وہ ہمیشہ جان بوجھ کر اُس کی طرف نہ دیکھتا تھا۔ چائے کے بعد اُسامہ نے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

''میں تمہاری بات سمجھتا ہوں ـــــ مگر تم بھی میری مجبوری سمجھنے کی کوشش کرو۔ ابھی تو مجھے جاب بھی نہیں ملی۔ میرا یقین کرو جاب ملتے ہی میں امی سے تمہارے لئے بات کروں گا۔''

''مگر تب تک میں اُس کا کیا کروں جو ہماری غلطی سے قبل از وقت چلا آیا ہے؟'' امبر نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

''اگر تم میرا ساتھ دو تو یہ مشکل دو منٹ میں حل ہو سکتی ہے۔''

''وہ کیسے؟'' امبر نے حیران ہو کر اُسے دیکھا۔

''تم میرے ساتھ لیڈی ڈاکٹر کے پاس چلو۔ وہ سارے قصے کو منٹوں میں ختم کر دے گی۔''

''اُسامہ ـــــ'' امبر نے غصے سے اُسے دیکھا۔ ''میں اپنے بچے کی موت نہیں چاہتی۔ تم فوراً کچھ کرو۔ ورنہ میں تمہارے بھائی کے پاس چلی جاؤں گی۔'' امبر نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

''امبر پلیز! بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ پہلے اس قصے کو ختم کرو، پھر شادی بھی ہو جائے گی۔''

''مگر میں اس قصے کو ختم کرنا نہیں چاہتی۔ تمہیں ہر حال میں مجھ سے شادی کرنا ہو گی۔ میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتی ہوں۔ اس کے بعد انجام کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔''

وہ دندناتی چلی گئی اور اُسامہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھ گیا اور جمال کا انتظار بھی کرنے لگا۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ اُسامہ کو اپنے کاندھے پر ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔ وہ سمجھ گیا جمال اُس کے جال میں آ گرا ہے۔ تاہم اُس نے مسرت سے بھرپور لہجے میں یہ کہتے ہوئے سر اُٹھایا۔

''ارے امبر! تو کیا تم نے میری بات مان لی؟''

مگر گلے ہی سے وہ نہ صرف چونک پڑنے کی اداکاری کرنے لگا بلکہ خاصا گھبرا کر کھڑا بھی ہو گیا اور سامنے کھڑے جمال کو خوف بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

''جمال بھائی آپ ۔۔۔ آپ یہاں کیسے؟''

''بیٹھو ۔۔۔'' جمال نے نرمی سے کہتے ہوئے اُسامہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ کچھ دیر اُسامہ کو دیکھتا رہا جو اُس کو اچانک سامنے پا کر نادم ہو رہا تھا۔ پھر مسکراتے ہوئے بولا۔

''یہ محض اتفاق ہے کہ میں نے تمہاری تمام باتیں سن لی ہیں۔''

'یہ باتیں یہاں کی ہی اس لئے گئی تھیں کہ تم سن سکو کمینے انسان!' اُسامہ نے دل میں کہا اور جمال کو دکھانے کے لئے شرم سے اس طرح سر جھکا لیا جیسے حقیقت میں یہ غلطی اُس سے ہو چکی ہو۔

جمال کرسی کھینچ کر اُسامہ کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''پہلے بھی اس قسم کی حرکت کر چکے ہو یا یہ پہلی واردات ہے؟''

اُسامہ نے دل ہی دل میں لاحول ولاقوۃ پڑھتے ہوئے ندامت بھرے لہجے میں کہا۔ ''اب کیا بتاؤں ۔۔۔ پہلے کبھی ایسی صورتِ حال سے واسطہ ہی نہیں پڑا۔ اصل میں سب لڑکیاں امبر جیسی نہیں ہوتیں۔ یہ نہ جانے کیوں جذباتی ہو رہی ہے۔ مگر پلیز ۔۔۔'' اُسامہ نے باتیں کرتے کرتے منت بھرے لہجے میں کہا۔

''کیا ۔۔۔؟'' جمال نے سگریٹ کا دھواں چھوڑتے ہوئے اُسے دیکھا۔

''آپ ان سب باتوں کا ذکر بھائی جان سے نہیں کریں گے۔''

''ارے نہیں، بے فکر رہو ۔۔۔ ہم دوستوں کے دوست ہیں۔ تم میرے ساتھ آؤ۔'' وہ اچانک کھڑا ہوا تو اُسامہ بھی اُٹھ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے جمال نے کہا۔

''دیکھو اُسامہ! میں سمجھتا ہوں جوانی میں جس نے شرارت نہیں کی، اُس کی جوانی کیا خاک جوانی ہے۔ پھر وہ مرد نہ ہوا۔ تم مرد ہو اور مرد ہی ایسی حرکتیں کرتے ہیں اور مجھے تم جیسے بہادر مرد ہی متاثر کرتے ہیں۔''

''وہ تو ٹھیک ہے جمال بھائی! لیکن اگر یہ لڑکی گھر چلی گئی تو آپ میرے بھائی جان کو تو اچھی طرح جانتے ہیں۔'' اُسامہ نے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

''یہ بات تو سوچنے کی ہے۔ تمہارے بھائی تو بہت نیک اور سادہ انسان ہیں۔ مگر تم ۔۔۔'' انہوں نے اُسامہ کو دیکھا اور قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ ''کبھی کبھی فرشتوں کے ہاں شیطان بھی جنم لے لیتا ہے۔ مگر تم اپنے بھائی کی فکر مت کرو۔ وہ ایک مہذب دوست ہے۔ ہم نے کبھی اُس کے سامنے کوئی غیر ضروری بات نہیں کی۔ اصل میں ہر شخص، ہر بات کے لئے مناسب نہیں ہوتا۔''

''بہت بہت شکریہ۔'' اُسامہ نے خوش ہو کر کہا مگر پھر فوراً سنجیدگی سے پوچھا۔ ''جمال بھائی! اب امبر کا کیا کروں؟ وہ شادی سے کم پر مانتی ہی نہیں۔ میں نے کہا بھی ہے کہ جب ملتے ہی امی سے بات کروں گا۔ مگر وہ بچے کی وجہ سے ۔۔۔'' اُسامہ چپ ہو گیا۔

''جب تمہارا مسئلہ ہے جب کہ تمہارے بھائی کہتے ہیں تم شپ پر ۔۔۔'' جمال نے ایک گہری نظر اُسامہ پر ڈالی۔

''اصل میں یہ سب تو میں امبر سے جان چھڑانے کے لئے کہتا ہوں ورنہ جاب تو میں بہت پہلے سے کر رہا ہوں۔'' اُسامہ نے بتا دیا۔

''ہوں ۔۔۔ تو یہ بات ہے۔'' جمال نے ہنکارا بھرا، پھر کہا۔ ''امبر کے لئے تمہیں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ پرسوں سمندر اُس کی لاش باہر پھینک دے گا۔'' اُس نے نہ جانے کیا سوچ کر یہ کہا تھا۔

''مگر کیسے؟'' اُسامہ نے حیرت سے پوچھا مگر دل میں وہ لرز کر رہ گیا۔

''تمہیں یہ سب جاننے یا اس کے بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم صرف اُسے گھر سے باہر لاؤ گے۔ باقی کام میرے آدمی کریں گے۔'' جمال نے اُس کو تسلی دی۔

''آپ کے آدمی ۔۔۔؟'' اُسامہ نے ایک بار پھر حیران ہونے کی اداکاری کی۔

''ہاں ۔۔۔ میرے آدمی۔'' جمال نے مسکرا کر اُسے دیکھا پھر کہا۔ ''برخوردار! ابھی اس میدان میں نئے ہو ۔۔۔ آہستہ آہستہ سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔'' اور اُسامہ یوں سر ہلانے لگا جیسے واقعی سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ حالانکہ جمال کی باتیں سن کر اس کی عقل نہ جانے کہاں چلی گئی تھی۔

''دیکھو، تم پرسوں کسی طرح اُسے ہاکس بے پر لے جانا ۔۔۔ باقی کام میرے آدمی خود کر لیں گے۔ تمہیں ذرا سی بھی پریشانی نہیں ہو گی۔'' جمال نے اُسے پنا پروگرام بتایا تو اُسامہ ششدر رہ گیا۔

''لیکن اگر اس نے آنے سے انکار کر دیا تو؟'' اُسامہ سچ مچ بوکھلا گیا۔

جمال نے طنزیہ نظروں سے اُسے دیکھا اور کہا۔ ''وہ تمہارے ساتھ یہاں تک آ گئی کہ تمہارے بچے کی ماں بن گئی۔ اب ہاکس بے آتے ہوئے اُسے کیا تکلیف ہو گی؟ بہرحال تم کوشش کر کے کسی بھی طرح اُسے لے آنا ۔۔۔ باقی کام میرے آدمی دیکھ لیں گے۔ میں تو تمہاری مدد کے خیال سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے بہادر لوگ پسند ہیں ۔۔۔ آگے تمہاری مرضی۔''

''جی بہتر۔'' اُسامہ نے کہا اور جمال نے گاڑی روک دی۔ ان باتوں کی وجہ سے ہی جمال اُسے ہوٹل سے اُٹھا لایا تھا۔ گاڑی رکتے ہی اُسامہ نیچے اتر گیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ مگر اُسامہ وہیں سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر ایک ٹیکسی پکڑ کر ساحلِ سمندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ سمندر کے اس حصے میں کاؤکا لوگ ہی آتے تھے۔ وہ بھی وہاں سے قریب رہتے تھے۔ اور اُسامہ بھی اپنے دوستوں کے ساتھ اکثر وہاں جایا کرتا تھا۔ اب بھی انہوں نے ملنے کے لئے اسی جگہ کا انتخاب کیا تھا۔

جب اُسامہ وہاں پہنچا تو وہ دونوں پانی میں ٹانگیں لٹکائے باتوں میں مصروف تھے۔ اس نے کرایہ ادا کیا اور ان دونوں کے قریب چلا آیا۔

''بہت زیادہ پریشان لگ رہے ہو۔'' جبار نے اُسے دیکھتے ہی کہا اور شہزاد اپنی عادت کے مطابق بولا۔

''اور بہت گرم بھی لگ رہے ہو ۔۔۔ میرا خیال ہے پہلے سمندر میں ایک دو غوطے لگا لو۔''

''غوطے اور اس سمندر میں؟'' اُسامہ نے منہ بنا کر کہا۔

''اب تمہارے لئے منوڑہ یا ہاکس بے تو جانے سے رہے۔'' شہزاد نے کہا۔

ہاکس بے کے نام پر اُسامہ کو جمال سے ہونے والی گفتگو یاد آ گئی اور وہ ان دونوں کے درمیان اپنے لئے جگہ بناتے ہوئے بولا۔

''یار غضب ہو گیا۔''

''یعنی سچ مچ ۔۔۔'' شہزاد نے کہتے کہتے چپ کہہ کر منہ بند کر لیا۔

''تم کبھی اپنی فضول بکواس سے باز نہیں آؤ گے۔'' اُسامہ نے تلخ لہجے میں کہا۔ جبار نے بھی اُسے گھور کر دیکھا اور پھر دونوں شہزاد کو چھوڑ کر کنارے سے اُتر کر ریت پر چلے گئے اور پھر ساحل کی نرم ریت پر چلتے ہوئے اُسامہ نے ساری کہانی جبار کو سنا دی۔

''اس کی ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ واقعی برا آدمی ہے اور ہمارا مقصد بھی یہی تھا کہ اُس کے بارے میں کچھ حقیقت معلوم کی جائے۔'' جبار نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''یار برے آدمی کو کون مارے ۔۔۔ مسئلہ تو اس وقت امبر کا ہے۔''

''ہاں، یہ مسئلہ تو کافی سیریس ہے ۔۔۔ تم نے خود کچھ سوچا ہے اس بارے میں؟'' جبار نے پوچھا اور اُسامہ چلتے چلتے رک گیا۔

''اگر مجھے کچھ سوچنا ہوتا تو میں یہاں آتا ہی کیوں؟''

''یہ بھی ٹھیک ہے ۔۔۔'' جبار نے کہا۔ کافی دیر بعد وہ بولا۔ ''ویسے اُسامہ! وہ امبر کو ہلاک کیسے کریں گے؟ ۔۔۔ میرا مطلب ہے اس کے لئے اُن کا طریقہ کار کیا ہو گا؟ زندہ تو وہ سمندر میں پھینکنے سے رہے۔''

''تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو ۔۔۔ ایک تو امبر نے ہماری مدد کی اور اب اس پر ہم ہی اُسے قتل کرا دیں۔ ہرگز نہیں۔''

''میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ امبر کو ان کے حوالے کر دیں ۔۔۔ میں نے تو یہ پوچھا ہے کہ جمال نے تمہیں بتایا نہیں وہ امبر کو مارے گا کیسے؟'' جبار نے وضاحت کی۔

''نہیں ۔۔۔ اُس نے امبر کو ہاکس بے لے جانے کا کہا ہے اور پرسوں کا وقت دیا ہے۔'' اُسامہ نے ایک بار پھر کہا۔

''اور تم نے پوچھا بھی نہیں؟''

''نہیں ۔۔۔ میں تو امبر کے قتل کا منصوبہ سن کر ویسے ہی گھبرا گیا تھا۔''

''یار یہ مسئلہ تو بہت ٹیڑھا ہو گیا ہے۔ جمال کو پھنساتے پھنساتے ہم خود اُس کے جال میں پھنس گئے ہیں۔ اب اس جال سے نکلنے کا طریقہ کیا ہو، میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔'' جبار نے کہا۔

''اگر اجازت ہو تو میں کچھ بولوں؟'' پیچھے سے شہزاد نے ہانک لگائی۔ جبار اور اُسامہ دونوں چونک کر مڑے پھر اُسامہ نے ہی کہا۔

"ہو مگر سوچ سمجھ کر۔"

"اب صرف ایک حل ہے امبر کو بچانے کا ورنہ دوسری صورت میں یا تو امبر ماری جائے گی یا پھر تمہیں جھوٹا سمجھ کر جمال ہلاک کرا دے گا۔" شہزاد نے اُن کے ساتھ ٹہلتے ہوئے کہا۔

"حل کیا ہے، پہلے وہ بتاؤ۔" اُسامہ نے جھنجلا کر کہا۔

"تم جمال سے کہہ دو کہ تم نے امبر سے شادی کر لی ہے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے کیا؟" جبار نے غصے سے کہا۔

"اچھا، وہ نہیں تو تم شادی کر لو۔" شہزاد پھر پٹڑی سے اُتر گیا۔

"شہزاد پلیز! کبھی تو سنجیدہ بھی بن جایا کرو۔" اُسامہ نے پریشانی سے کہا۔ ورنہ دل تو یہی چاہ رہا تھا اُسے پکڑ کر پانی میں دو چار غوطے دے ہی ڈالے۔

"صبر ــــــ صبر ــــــ" شہزاد نے دُور اندیشوں کے انداز میں ہاتھ اُٹھاتے ہوئے کہا۔ پھر کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ "سنو! کل سے شیو مت بنانا۔"

"کیا بے تکی بکواس کر رہے ہو؟" اُسامہ نے مارے غصے کے چیخ کر کہا۔

"بکواس کرنے سے پہلے پوری بات سن لو۔" شہزاد نے اُکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "یہ تین دن تم شیو نہیں بناؤ گے۔"

"پھر؟" اب کے اُسامہ نے بھی سنجیدگی سے پوچھا جب کہ جبار خاموش کھڑا اُسے بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا اور شہزاد نے پھر کہنا شروع کیا۔

"پرسوں جمال سے ملنے مت جانا ــــــ بلکہ دو چار دن بعد جانا۔ پھر رونی صورت بنا کر کہنا۔ جمال بھائی، بہت برا ہوا۔ امبر نے خودکشی کر لی۔"

"ارے واہ ــــــ یہ تو واقعی بڑا زبردست آئیڈیا ہے۔" اُسامہ خوش ہو گیا۔

"جی جناب! ہم ایسے ہی آئیڈیے بناتے ہیں۔" شہزاد نے اکڑ کر کہا۔

جبار بولا۔ "میرا خیال ہے یہی بات سب سے بہتر ہے ــــــ اس طرح امبر بھی بچ جائے گی اور اُسامہ بھی جھوٹا ثابت نہ ہوگا۔"

پھر وہ تینوں ہنستے مسکراتے کنارے کی طرف لوٹ آئے اور پھر اُسامہ کو ڈراپ کرتے ہوئے شہزاد اور جبار بھی گھر چلے گئے۔

☆☆☆

تین دن اگرچہ اپنی رفتار سے، اپنے مخصوص انداز میں گزر رہے تھے۔ مگر اُسامہ کو یوں لگ رہا تھا جیسے تین صدیاں گزری ہوں۔ کیونکہ تین دن سے وہ اپنے کمرے میں بند تھا۔ اس دوران اُس نے شہزاد کی ہدایت کے مطابق شیو بھی نہیں بنایا تھا اور کھانا بھی برائے نام ہی کھاتا تھا۔ جب کہ جبار اور شہزاد وہی پرانی، جمال کے تعاقب والی ڈیوٹی انجام دے رہے تھے اور رات کو گھر جاتے ہی اُسامہ کو فون پر سارے دن کی رپورٹ پیش کر دیتے تھے۔ ملنے وہ ایک دن بھی نہ آئے تھے۔ سارا دن تو جمال کے تعاقب میں گزرتا جب کہ ابھی تک کوئی خاص بات سامنے نہ آئی تھی بلکہ لالہ رُخ کو بھی وہ ابھی تک نہ دیکھ سکے تھے۔

اُسامہ کی نظر بندی کا آج آخری دن تھا اور کل اُسے جمال سے ملنے جانا تھا۔ یہ بتانے کے لئے کہ امبر نے خودکشی کر لی۔ ابھی تک تو سب کچھ پروگرام کے مطابق ہوا تھا اور اب اُسامہ بیڈ پر لیٹا لالہ رُخ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

پورا ایک ہفتہ وہ جمال کے سامنے نئی نئی لڑکیوں کے ساتھ جاتا رہا تھا اور یہ اتفاق ہی تھا کہ اس ایک ہفتہ میں ہر جگہ جمال اُسے کہیں نہ کہیں ہی ملا تھا۔ نہ جانے کیا وجہ تھی۔ کیونکہ لالہ رُخ نے تو کہا تھا کہ وہ اب ہر جگہ اُسے اپنے ساتھ رکھتا ہے چاہے پارٹی ہو یا کوئی میٹنگ۔ وہ اُسے ایک لمحے کے لئے بھی خود سے جدا نہیں کرتا۔

اُسامہ نے سوچا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر ایک ہفتہ لالہ رُخ، جمال کے ساتھ نظر کیوں نہیں آئی؟ شہزاد اور جبار کی رپورٹ بھی اکیلے جمال کے بارے میں تھی۔ آخر لالہ رُخ کے غائب رہنے کی کیا وجہ ہے؟"

گھر کا فون نمبر اُسامہ کے پاس نہیں تھا اور آفس وہ آ نہ رہی تھی۔ تاہم اُس کے اس طرح غائب ہونے سے اُسامہ پریشان تھا اور اب سوچ رہا تھا کہ کم از کم لالہ رُخ سے گھر کا نمبر ہی لے لیا ہوتا تو یہ پریشانی تو نہ ہوتی۔ خیر کل کا دن ہے، پھر دیکھوں گا۔ یہ سوچ کر وہ مطمئن ہو گیا۔

"یہ دن بہ دن آپ کو کیا ہوتا جا رہا ہے مسٹر اُسامہ؟" نہ جانے بھابی کب کمرے میں آئی تھیں اور اب اُسے سوچوں میں گم دیکھ کر پوچھ رہی تھیں۔

اُسامہ چونک کر اُن کو دیکھنے لگا۔

"میں پوچھ رہی ہوں یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟" بھابی نے پھر کہا۔ "بیمار تم ہو نہیں۔ پھر ایسی کیا بات ہے؟ ــــــ کس کے ہجر میں یہ جوگ لے رہے ہو؟ ــــــ کچھ ہمیں بھی تو پتہ چلے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں بھابی جان!" اُسامہ نے مسکرا کر کہا۔

"پھر کیا وجہ ہے؟ ــــــ کھانا بھی برائے نام کھاتے ہو۔ باہر بھی نہیں جاتے بلکہ اپنے کمرے سے باہر تک نہیں آتے ــــــ امی اور تمہارے بھائی تمہاری وجہ سے کتنے پریشان ہیں۔" وہ رکیں، پھر سرگوشی میں پوچھا۔ "کہیں دل کا چکر تو نہیں؟"

"اگر کہوں ہاں ہے تو؟" اُسامہ نے بھی شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو جناب! پھر میں امی کو ساتھ لے کر بھی وہاں جاؤں گی جہاں دل دے کر مجنوں بنے پھرتے ہو۔" بھابی نے مسکرا کر کہا اور اُسامہ سنجیدہ ہو گیا۔ مگر اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بھابی، امی کی آواز پر باہر چلی گئیں اور اُسامہ نے پریشانی سے سوچا کہ اب اگر امی یا بھابی نے پوچھ لیا تو کیا جواب دوں گا؟ ــــــ اچانک فون نے اُسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"ہیلو ــــــ" اُسامہ نے ریسیور اُٹھایا۔

"اب تمہاری ظاہری حیثیت کس سٹیج پر ہے؟" دوسری طرف شہزاد تھا۔

"فضول باتوں سے گریز کرو۔" اُسامہ نے خشک لہجے میں کہا۔

"اوئے تم تو یوں مجھے ڈانٹ رہے ہو جیسے سچ مچ کے باس ہو ــــــ ایک تو تمہاری وجہ سے سارا دن خوار ہوتے ہیں اس پر تمہارے یہ نخرے۔"

"میں کہتا ہوں پہلے رپورٹ دو۔" اُسامہ دہاڑا۔

"اچھی بات ہے ــــــ یہ لو رپورٹ۔" شہزاد نے کہا اور فون بند کر دیا۔

اُسامہ مارے غصے کے دانت کچکچانے لگا۔ ریسیور ابھی تک اُس کے ہاتھ میں تھا۔ پھر جیسے ہی اُس نے ریسیور رکھا، بیل ہونے لگی۔

"ہیلو ــــــ" اُسامہ نے دھاڑ کر کہا۔

"آخر اس قدر غصہ ہے کس بات کا؟" دوسری طرف پھر شہزاد تھا۔

"ریسیور جبار کو دو ــــــ تم سے تو میں بعد میں سمجھوں گا۔" اُسامہ نے غصے سے کہا۔

"ارے تو کیا واقعی ہمیں اپنا ملازم سمجھنے لگے ہو ــــــ؟" شہزاد نے ہنستے ہوئے کہا اور ریسیور جبار کو تھما دیا۔

"ہاں بھئی ــــــ کیسے ہو؟" جبار نے پوچھا۔

"یار! میں بیمار تو نہیں جو تم لوگ پہلے میری مزاج پرسی کرنا اپنا فرض سمجھتے ہو۔ اگر تم جمال کے بارے میں بتاؤ تو زیادہ بہتر ہے۔" اُسامہ نے جھلا کر کہا۔

"تم شہزاد کے ساتھ ٹھیک رہتے ہو۔" جبار نے اُسے چڑانے کے لئے کہا۔

"پھر وہی بکواس۔" اُسامہ نے بگڑ کر کہا۔

"اچھا، اچھا ــــــ اب سنو۔" جبار نے جلدی جلدی کہنا شروع کیا۔ "جمال آج سارا وقت اپنے آفس میں رہا۔ اس کے بعد گھر چلا گیا۔"

"بس ـــ؟" اُسامہ نے یوں پوچھا جیسے فون بند کرنا چاہتا ہو۔

"ہاں، بس ــــــ ویسے آج کی خاص بات بھی بتا دوں کہ بہت دنوں بعد آج لالہ رُخ بھی اُس کے ساتھ تھی۔ یار! واقعی بہت خوبصورت لڑکی ہے اور ہماری بھابی بننے کے قابل بھی۔"

"اچھا ــــــ" اُسامہ نے کہا، پھر کچھ سوچ کر پوچھا۔ "کیا وہ بھی سارا دن آفس میں رہی؟"

"ہاں ــــــ وہ جمال کے ساتھ ہی آفس آئی تھی اور اُس کے ساتھ ہی گھر چلی گئی۔ تم یہ بتاؤ صبح پھر جمال سے مل رہے ہو؟"

"ظاہر ہے ــــــ وہ تو ملنا ہی پڑے گا۔ مگر یہاں میرے ساتھ ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔" اُسامہ نے پریشانی سے کہا۔

"وہ کیا ــــــ؟" جبار نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یار! سارے گھر والے میری اس حالت سے پریشان ہیں ــــــ ابھی ابھی بھابی مزاج پرسی کر کے گئی ہیں اور اب امی، بھائی بھی پوچھنے آئیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں

"تا، اُن سے کیا کہوں گا۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا صاف کہو کہ طبیعت ٹھیک نہیں۔"

"یہ کیسے کہہ دوں بھابی نے کئی بار مجھے چھو کر بخار دیکھا ہے اور پھر محض تین دن کم کھانے سے میں کتنا کمزور ہو سکتا ہوں؟" اُسامہ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"اب تم کیا چاہتے ہو؟" جبار نے پوچھا۔

"وہ سب میرے کمرے میں بند ہونے کا سبب پوچھتے ہیں۔"

"زبان تو گز بھر کی ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ پیٹ خراب ہے چونکہ بار بار ٹائلٹ جانا پڑتا ہے اس لئے کمرے میں رہتا ہوں۔" ماؤتھ پیس سے شہزاد کی آواز آئی۔ وہ شاید خود بھی قریب ہی کان لگائے باتیں سن رہا تھا اور اُس کی ترکیب سن کر اُسامہ حیران رہ گیا کہ یہ بات خود اُس کی سمجھ میں کیوں نہ آئی؟ اگرچہ شہزاد دس را و قت باتیں کرتا رہتا تھا مگر ذہین بھی وہ بہت زیادہ تھا۔

"اب کیا فوت ہو گئے ہو۔۔۔ بولتے کیوں نہیں؟" شہزاد نے پھر پوچھا۔

"شکریہ۔" اُسامہ نے کہا اور فون بند کر دیا کیونکہ امی اور بھائی، بھابی کے ساتھ اندر داخل ہوئے تھے۔

"ہاں بھئی۔۔۔ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے؟" علی بھائی نے اُس کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ امی اُس کے بستر پر بیٹھ گئی تھیں جب کہ بھابی کرسی کے پیچھے کھڑی مسکرا رہی تھیں۔ مگر اب اُسامہ پریشان نہیں تھا اس لئے بہت سکون سے بولا۔

"بھائی جان! پیٹ خراب ہے۔۔۔ بار بار ٹائلٹ جانا ہوتا ہے اس لئے کمرے میں بند ہوں اور بھابی پتہ نہیں کیا سمجھ رہی ہیں۔"

"ہوں۔۔۔ کچھ دوائی وغیرہ بھی لے رہے ہو؟" علی بھائی نے پوچھا۔

"جی بھائی جان!" اُسامہ نے کہا اور پھر اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں اور اُسامہ نے یوں آسانی سے جان بچ جانے پر دل ہی دل میں شہزاد کا شکریہ ادا کیا ورنہ بھابی نے اس کو پھنسوانے میں کوئی کسر نہ رکھی تھی۔

اگلی صبح وہ بغیر ناشتہ کئے براؤن پینٹ اور سیاہ شرٹ پہنے گھر سے بائیک پر باہر نکل آیا۔ اس کے لئے لباس کا انتخاب بھی شہزاد نے ہی کیا تھا۔۔۔ بقول اُس کے "شرٹ کا سیاہ رنگ تمہارے چہرے کو بھی سیاہ شیڈ دے گا اور تم زیادہ اچھے اداکار نظر آ سکو گے۔"

اُسامہ جب جمال کے آفس پہنچا تو وہ اکیلا ہی تھا۔ اُسامہ کا حلیہ دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ کچھ دیر غور سے دیکھتا رہا، پھر پوچھا۔

"خیریت؟ یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟۔۔۔ اور تم وعدے کے مطابق لڑکی کو لے کر کیوں نہ آئے جب کہ میرے آدمی وہاں تمہارا انتظار کرتے رہے؟"

"اب خیریت کہاں جمال بھائی؟" اُسامہ نے اُس کے سامنے بیٹھتے ہوئے افسردہ لہجے میں کہا اور سر جھکا لیا۔

"کیا مطلب۔۔۔ کیا وہ لڑکی تمہارے بھائی تک پہنچ گئی؟" جمال نے پوچھا۔

"کاش ایسا ہوتا۔۔۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔" اُسامہ اور زیادہ افسردہ نظر آنے لگا۔

"پھر۔۔۔؟" جمال نے فائل بند کی اور پوری طرح اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"امبر نے خودکشی کر لی۔" اُسامہ نے دردناک لہجے میں کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" جمال جلدی سے بولا۔

"یہ ہو چکا ہے جمال بھائی!" اُسامہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ پڑھ لیجئے۔" اُسامہ نے امبر سے لکھوایا ہوا خط جمال کے سامنے رکھ دیا جس میں امبر نے لکھا تھا۔

"میرے بے وفا محبوب!

میرا آخری سلام محبت قبول کرو۔ مجھے معلوم ہے تم جان بوجھ کر محض وقت گزاری کے لئے مجھے ٹال رہے ہو۔۔۔ میں مانتی ہوں کہ بچہ قبل از وقت آ رہا ہے مگر اس میں اس معصوم کا کیا قصور؟ یہ گناہ تو تمہارا یا پھر میرا ہے۔ جس نے تم پر اعتماد کر کے اپنا آپ تمہارے حوالے کر دیا۔۔۔ لیکن اب مجھے تم پر اعتبار نہیں رہا۔ میں اپنے بچے کی جان نہیں لے سکتی۔ اس لئے اپنی جان دے رہی ہوں کہ جب میں نہ رہی تو بچہ کہاں رہے گا۔ مگر میری بددعا ہے کہ خدا تمہیں سارے جہان کی خوشیاں دے مگر اپنے بچے کو اب تم ساری زندگی ترستے رہو۔

بدنصیب امبر۔"

"چلو، خس کم جہاں پاک۔" جمال نے خط پڑھنے کے بعد اپنے سامنے بیٹھے اُسامہ کو دیکھتے ہوئے کہا اور خط دراز کھول کر اُس میں رکھ دیا اور اُسامہ نے کچھ کہنے کی بجائے سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

جمال اپنی کرسی سے اٹھا اور اُسامہ کے قریب آ کر اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"کیا تم اس کی موت کو بہت زیادہ فیل کر رہے ہو؟"

"جمال صاحب!" اُسامہ نے اب کے اُس کو بھائی نہ کہا کہ وہ ذلیل انسان بھائی کہلانے کے قابل ہی کب تھا۔ "اب میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے سچی محبت کرتی تھی اور میری بے رخی سے دل برداشتہ ہو کر اس نے اپنی جان دے دی اور۔۔۔۔۔۔" اُسامہ نے بات ادھوری چھوڑ کر ہونٹ دانتوں میں یوں دبا لیے جیسے اس ذکر سے بہت اذیت ہو رہی ہو۔

"اسی لئے تم نے یہ حلیہ بنا رکھا ہے۔۔۔ کمال ہے یار! میں تو تمہیں بہت بہادر سمجھا تھا اسی لئے تو تمہاری مدد کا وعدہ کیا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے جمال صاحب! مگر اس نے جو بددعا مجھے دی ہے وہ۔۔۔"

"یار مرد بنو۔" جمال نے اُسامہ کی بات کاٹ کر کہا۔ "نہ اس دنیا میں لڑکیوں کی کمی ہے اور نہ بچوں کی ہو گی۔۔۔ بس ہمت قائم رہنا چاہئے۔" وہ اُسامہ کو آنکھ مار کر بولا۔ "میرا مطلب سمجھتے ہو نا؟"

"لیکن اب میں کیا کروں؟" اُسامہ نے کہا۔

"کرنا کیا ہے۔۔۔ جشن مناؤ کہ ایک مصیبت سے یوں آسانی کے ساتھ جان چھوٹ گئی۔" جمال نے اُسامہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

اُسامہ چپ رہا تو جمال پھر بولا۔

"ویسے تمہارے اُس دن جانے کے بعد میں نے اپنا پروگرام بدل دیا تھا میں نے سوچا تم سے پوچھوں گا کہ اگر لڑکی بہت امیر خاندان کی ہے تو پھر شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ تم مرد ہو، شادی کے بعد لڑکی کو گھر کے کسی کونے میں ڈال دینا اور اُس کی دولت سے خود عیش کرنا۔"

اچانک جمال خاموش ہو گیا جیسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہو۔ اُسامہ کچھ دیر اُس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔ پھر خود بھی اجازت لے کر اٹھ کھڑا ہوا کیونکہ اچانک ہی جمال کا موڈ کچھ آف ہو گیا تھا۔

آفس سے باہر آ کر اُسامہ نے اپنی بائیک اسٹارٹ کی۔ ویسے اُسے حیرت تھی جبار نے کہا تھا کل فرخ اُس کے ساتھ تھی مگر آج وہ پھر اکیلا تھا۔

جمال سے ملنے کے بعد اُسامہ نے سیدھا جبار کے گھر کا رُخ کیا۔ مگر پہلے ملاقات شہزاد سے ہوئی جو اپنے گیٹ کے باہر نہ جانے کس خوشی میں کھڑا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی سر ہلانے لگا اور پھر اُس کے کچھ کہنے سے پیشتر ہی بولا۔

"واقعی آج تو پورے یتیم نظر آ رہے ہو۔"

"اچھا۔۔۔" اُسامہ نے مسکرا کر کہا اور جبار کے گھر کی بیل پش کی۔

"بہت خوش نظر آ رہے ہو۔۔۔" شہزاد کہاں چھوڑنے والا تھا۔ اُسامہ چپ رہا تو اس نے پھر کہا۔ "بڑے اُونچے اُڑ رہے ہو۔۔۔ کیا جمال کے ساتھ ساتھ فرخ سے بھی ملاقات ہو گئی؟ ویسے یار! بہت معصوم اور خوبصورت ہے۔ کاش تم سے پہلے میری ملاقات ہو جاتی۔ مگر اپنی ایسی قسمت کہاں؟"

"بڑے خبیث ہو۔" اُسامہ نے ہنس کر کہا۔ "میں تو اس لئے خوش ہوں کہ پہلا مرحلہ بغیر کسی دشواری کے کامیابی سے انجام کو پہنچ گیا ہے۔ اب مجھے کچھ حوصلہ ہو رہا ہے۔"

"ارے تم۔۔۔" دروازہ کھولتے ہی جبار نعرہ مار کر اُس سے لپٹ گیا اور شہزاد برا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ جب کہ جبار کہہ رہا تھا۔

"یار! تم تو عید کا چاند ہو گئے تھے۔"

"اندر چلنے کا پروگرام ہے یا یہیں کھڑے باتیں کئے جاؤ گے؟" اُسامہ نے کہا۔

"نہیں اندر کیوں، باہر چلتے ہیں۔ جیپ شہزاد لے آئے گا۔ کیوں بھئی؟" جبار نے شہزاد سے کہا تو وہ جواب دینے کی بجائے جبار کے گھر کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر چلا گیا اور وہ دونوں بھی ہنستے ہوئے اُس کے پیچھے چلے آئے۔

اندر آتے ہی اُسامہ نے انہیں تمام روداد سنا دی، پھر پوچھا۔ "اب بتاؤ آگے کیا کروں؟"

''صرف تمھارے ابھی ایک ہفتہ جمال کے آفس کا رخ نہ کرنا۔ البتہ ایک ہفتے بعد تم جانا اور دیکھنا وہ کیا کہتا ہے تب تک ہم بھی سنجیدگی سے کوئی پروگرام سوچتے ہیں۔'' جبار نے کہا۔ شہزاد زیادہ تر خاموش ہی رہا۔ پھر جبار کی چھوٹی بہن کوک لے کر آ گئی اور بات ختم ہو گئی۔

❦

جبار کے کہنے کے مطابق اُسامہ پورا ایک ہفتہ جمال کے سامنے نہیں گیا۔ البتہ یہ اور بات ہے کہ یہ ہفتہ اُس نے اُس کمینے کا تعاقب کرتے ہوئے گزارا تھا۔ وہ جہاں بھی جاتا لالہ رخ ہمیشہ اُس کے ساتھ ہوتی تھی۔ ایسے میں جب وہ لالہ رخ کا ہاتھ پکڑتا یا کمر میں بازو ڈالتا تو اُسامہ کا خون کھولنے لگتا۔ مگر فی الحال وہ مجبور تھا۔ کچھ کر نہیں سکتا تھا سوائے دانت پیسنے کے یا غرانے کے۔

خیر، جیسے تیسے یہ ہفتہ گزر گیا تو اُسامہ نے ایک بار پھر اُس کے آفس کا رخ کیا۔ اب یہ اتفاق ہی تھا کہ لالہ رخ بھی وہاں موجود تھی اُسے دیکھتے ہی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔ اُسامہ نے بغور اُسے دیکھا، وہ پہلے سے بہت کمزور ہو گئی تھی۔ شاید بیمار رہی تھی۔ اُسامہ کو دیکھتے ہی جمال نے اُس کو فائل دے کر باہر اپنی سیکرٹری کے پاس بھیج دیا اور اُسامہ کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔ اُسامہ نے اُس کا حال پوچھا تو وہ بولا۔

''تم اپنی سناؤ ـــــ آج کل کیسے وقت گزر رہا ہے؟''

اُسامہ نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ ''گزر کیا خاک رہا ہے، بس یہ سمجھیں رینگ رہا ہے۔''

''ہا ہا'' وہ زور سے ہنسا۔ ''لگتا ہے ابھی تک کوئی دوسری نہیں ملی۔'' اور اُسامہ نے بڑے معصوم سے انداز میں سر ہلا دیا تو جمال نے سنجیدگی سے کہا۔

''اُس دن جب تم افسردہ افسردہ سے اُٹھ کر گئے تھے تو میں سمجھا شاید اُس کو بھول نہ سکو گے۔ مگر اچھا ہوا جو تم نے ایک مرد ہونے کا ثبوت دیا۔''

''وقتی صدمہ تو بہر حال مجھے بہت شدید ہوا تھا ـــــ مگر اب تو ایک ہفتہ گزر چکا ہے۔ وہ بات میرے لئے بہت پرانی ہو گئی۔ ویسے بھی اب سوچتا ہوں کہ جو کچھ بھی ہو میرے حق میں تو بہت اچھا ہوا۔ کیونکہ اگر وہ بھائی جان کے پاس جاتی تب بھی میری بدنامی تھی اور اگر آپ اُس کو مار دیتے تب بھی میرے ضمیر پر ایک بوجھ سا رہتا مگر اب ـــــ'' اُسامہ چپ ہو گیا۔

''اچھا، یہ بتاؤ کیسے آنا ہوا؟'' جمال نے پوچھا۔

''کیوں ـــــ آپ سے ملنے پر پابندی ہے؟ ـــــ ویسے کچھ خاص نہیں۔ یہاں سے گزر رہا تھا، آپ سے ملنے کو دل چاہا تو یہاں چلا آیا۔'' اُس نے وضاحت کی۔

''اوہ ـــــ اچھا، اچھا۔'' جمال نے کہا اور اُسامہ اجازت لے کر اُٹھ گیا کہ آج کے لئے اتنا ہی کافی تھا ـــــ ویسے بھی وہ بہت چالاک و شاطر آدمی تھا۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا کوئی بات اُس کو شک میں مبتلا کر دے۔ اگرچہ شہزاد اور جبار نے ایک اور پروگرام بنایا تھا اور اب اُسامہ اس کو پورا کرنا چاہتا تھا مگر خیال تھا کہیں جلد بازی کرنے پر جمال کو کوئی شک نہ ہو جائے۔ جبکہ دیر کرنے کی صورت میں لالہ رخ کے بھائی کی جان جاتی تھی۔

اُسامہ کا خیال اب ہر وقت لالہ رخ کی طرف ہی رہتا تھا۔ ایک پریشانی سی تھی جو ہر وقت اُس کے چہرے پر چھائی رہتی۔ جبار کو تو اب اُس سے ہمدردی ہونے لگی تھی بلکہ شہزاد اپنی عادت کے مطابق طنز کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ ویسے بھی اُسے تو بات کرنے کا بہانہ چاہئے تھا۔

اُسامہ نے جلد ہی ایک بار پھر جمال کے آفس کا رخ کیا اور اس بار اُس کو یہ خوشخبری سنائی کہ وہ ایک لڑکی سے دوستی کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

''ویری گڈ ـــــ'' جمال نے مسکرا کر کہا پھر لڑکیوں سے دوستی کرنے کے نئے نئے گر اُسے بتانے لگا۔ اُسامہ بظاہر توجہ سے سننے لگا مگر اُس کا دھیان لالہ رخ کی طرف تھا۔ وہ آج پھر نظر نہیں آ رہی تھی مگر پھر اُس کے زیادہ سوچنے سے پہلے ہی وہ اندر داخل ہوئی تو جمال اُسے بھول کر اُسے گھورنے لگا۔ جب کہ اُسامہ خود بھی چوری چوری اُسے دیکھ رہا تھا۔ دوسری ملاقات کے بعد ابھی تک باقاعدہ لالہ رخ سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اچانک وہ چونک پڑا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

''جمال بھائی! میرے سر میں بہت شدید درد ہے ـــــ میں گھر جانا چاہتی ہوں۔''

''مگر جاؤ گی کس کے ساتھ؟ ڈرائیور کو ابھی ابھی میں نے ایک ضروری کام سے بھیجا ہے۔'' جمال نے کرخت لہجے میں کہا۔

''تو پھر ـــــ؟'' وہ خوفزدہ نظروں سے جمال کو دیکھنے لگی۔ کہاں معصوم لڑکی اور کہاں وہ چالیس سال کی پختہ عمر کا مکار مرد۔ اُسامہ کا خون کھول اٹھا مگر چپ رہا۔ جانتا تھا بھی کھل جانا نہ صرف لالہ رخ بلکہ اُس کے بھائی کے لئے بھی خطرناک ہو سکتا تھا۔ لیکن مزید اس صورت حال کو دیکھ بھی نہیں سکتا تھا اس لئے ضبط کرتے ہوئے اُٹھ گیا۔

جمال نے چونک کر اُسامہ کو دیکھا تو وہ بولا۔ ''اب چلتا ہوں ـــــ ایک نئے دوست سے ملنے کا وقت طے ہے۔ پہلی ملاقات ہے، دیر ہونے کی صورت میں کہیں وہ خفا نہ ہو جائے۔''

جمال اُس کی بات کا مطلب سمجھ کر مسکرا دیا اور پھر شاید اُس پر اعتبار بھی کر لیا تھا۔ کیونکہ کچھ دیر سوچنے کے بعد اُس نے کہا تھا۔

''اچھا اُسامہ! میرا ابھی ایک کام کرتے جاؤ ـــــ لالہ رخ کو گھر ڈراپ کر دینا۔''

''میں ـــــ؟'' اُسامہ نے حیران ہو کر پوچھا اور کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھنے لگا۔

''تو کیا واقعی بہت جلدی میں ہو؟'' جمال نے پوچھا۔

''نہیں خیر، ایسی بھی کوئی جلدی نہیں ـــــ'' اُسامہ نے اُس کا مطلب سمجھ کر کہا۔ ''اور پھر آپ کے لئے تو میری جان بھی حاضر ہے ـــــ'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا تو پھر لالہ رخ کو گھر ڈراپ کر دینا ـــــ'' جمال نے ایک بار پھر لالہ رخ کو دیکھتے ہوئے کہا اور اُسامہ کے دل کی مراد بر آئی۔ مگر اُس نے ہچکچا کر لالہ رخ کو دیکھا اور بے دلی سے کہا۔

''او۔کے سر!'' پھر باہر کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے لالہ رخ سے کہا۔

''آیئے محترمہ!'' اور لالہ رخ کی آواز اس کی پشت پر ابھرنے لگی۔ تاہم اس نے مڑ کر اُسے نہیں دیکھا تھا ـــــ گاڑی کے قریب پہنچ کر اُسامہ نے فرنٹ ڈور کھول دیا اور پھر مڑ کر اس کو دیکھنے لگا۔ وہ اس کے پیچھے کھڑی تھی اُداس، سہمی اور خوفزدہ سی۔

''بیٹھو۔'' اُسامہ کے لہجے میں خود بخود نرمی اتر آئی اور وہ آگے بڑھ کر سیٹ پر بیٹھ گئی اور وہ گھوم کر اسٹیئرنگ پر آ بیٹھا۔ پھر لالہ رخ سے پوچھے بغیر اُس نے گاڑی کا رخ سمندر کے ایک پُرسکون حصے کی طرف موڑ دیا۔ لالہ رخ نے اُسے روکا نہیں۔ خاموش بیٹھی گاڑی سے باہر دیکھتی رہی۔

چند منٹ بعد گاڑی سمندر کے سامنے روک کر اس نے مسکرا کر اُسے دیکھا۔ مگر وہ ویسی ہی سنجیدہ سی صورت بنائے گاڑی سے باہر دیکھتی رہی اور اُسامہ بھی چپ کر سمندر کے ساحل سے سر ٹکراتی موجوں کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگا ـــــ 'کیا لالہ رخ کو اپنی اب تک کی کارکردگی بتا دے؟ ـــــ لیکن ابھی ہوا ہی کیا تھا۔ ابھی تو پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تھا۔

''آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟'' اُس کی آواز سن کر اُسامہ چونک پڑا۔ پلٹ کر اُسے دیکھا۔ وہ اُسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''اب تمہارے بھائی کی طبیعت کیسی ہے؟'' اُسامہ نے اُس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنائیت سے پوچھا۔

لالہ رخ نے طنزیہ نظروں سے اُسے دیکھا اور خشک لہجے میں کہا۔

''کیا آپ نے اب تک ان کے لئے کچھ کیا ہے جو اُن کی طبیعت کا پوچھ رہے ہیں ـــــ ویسے ہی ہیں جیسے تھے۔'' اُس کی آواز بھر آ گئی۔

''سوری لالہ رخ ـــــ!'' اُسامہ شرمندہ ہو گیا۔ کچھ دیر خاموشی رہی، پھر لالہ رخ نے شاید اُس کی شرمندگی کو محسوس کر لیا اس لئے نرم لہجے میں بولی۔

''جانے دیجئے اس بات کو ـــــ آپ کیوں میرے لئے پریشان ہوتے ہیں؟ ہو گا وہی جو قسمت میں لکھا ہے۔ اور اب گھر واپس چلئے۔ ورنہ دیر ہونے کی صورت میں ـــــ'' اُس نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی۔ شاید یہ سوچ کر کہ وہ زیادہ پریشان نہ ہو۔

اُس کے رویے سے اُسامہ کو تھوڑا حوصلہ ملا اور اُس نے گاڑی کا رخ ''خیابان شمشیر'' کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

''لالہ رخ! میں نے بھی بہت زیادہ تو کچھ نہیں کیا جو تمہیں تفصیل سے بتا سکتا تاہم میں فارغ بھی نہیں بیٹھا۔ یقین کرو میرے دن رات تمہارے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کرنے کی کوششوں میں گزرتے ہیں۔''

''سوری! آپ کو برا لگا۔ مجھے آپ سے اس لہجے میں بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔ جب میں خود اپنے بھائی کے لئے کچھ نہیں کر سکتی تو آپ سے شکوہ ہی فضول تھا۔'' اُس کی آواز میں نمی تھی۔ اُسامہ نے تڑپ کر اُسے دیکھا اور کہا۔

''لالہ رخ! تمہارا بہنوئی بڑا کمینہ اور شاطر آدمی ہے۔ مجھے ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا پڑ رہا ہے بس تم تھوڑا انتظار ''

لالہ رخ نے جلدی سے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔

''نہ جانے کیوں اُس دن میں نے آپ کی بات پر یقین کر لیا۔ مجھے یوں لگا جیسے آپ ایک دو دن میں جمال بھائی کو قابو کر لیں گے اور ''

اس بار اُسامہ نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔

''فرخ! تم اپنے یقین کو پختہ رکھو۔ سچ مانو، میں تمہارے بھائی کی جان ضرور بچالوں گا۔ تم میرے وعدے کا یقین کرو۔'' اُسامہ نے خلوص سے کہا۔

فرخ نے چپ کر اُسے دیکھا، پھر آہستہ سے بولی۔

''خدا کرے ایسا ہی ہو۔''

''انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔'' اُسامہ نے ایک بار پھر اُسے یقین دلانے کی کوشش کی۔ فرخ نے بے ساختہ 'آمین' کہا اور پھر گھر کا راستہ بتانے لگی اور اُسامہ نے بھی گاڑی کا رخ اُن کے گھر کی طرف موڑ دیا۔

پھر گاڑی گھر کے باہر روکتے ہوئے اُسامہ نے پوچھا۔ ''اگر تم اجازت دو تو میں تمہارے بھائی کو ایک نظر دیکھ لوں؟''

''جاؤ۔'' فرخ نے کہا اور وہ گاڑی لاک کر کے اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ پورچ کے سامنے بہت بڑا لان تھا جس میں ایک خوبصورت لڑکی کھڑی تھی۔ عمر پچیس سال کے قریب ہوگی۔ فرخ کو دیکھتے ہی پوچھنے لگی۔

''فرخ! آفس سے تو تم کافی دیر پہلے کی آئی ہو۔ خیریت، اتنی دیر کہاں ہوئی؟'' وہ اگرچہ بہت فکر مندی سے پوچھ رہی تھی مگر نہ جانے کیوں اُسامہ کو محسوس ہو جیسے وہ بھی جمال کی ساتھی ہو اور یہ ساری کارروائی جمال کے کہنے پر ہو رہی ہو۔ اور پھر اس بات کی تصدیق بھی ہوگئی جب فرخ نے یہ پوچھا۔

''بھابی! آپ کو کیسے پتہ چلا؟'' تب موصوفہ بھابی نے بغور اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''بھئی جمال نے فون کیا تھا کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں اور تم گھر آرہی ہو۔''

''ہاں رستے میں ان کی گاڑی خراب ہوگئی تھی۔'' پھر باقاعدہ اُسامہ کا تعارف کرتے ہوئے بولی۔ ''بھابی! یہ جمال بھائی کے دوست ہیں۔''

''اچھا ـــــ'' اُس نے اس بار سرسری نظر اُسامہ پر ڈالی تو اُس نے اُسے سلام کرتے ہوئے کہا۔

''فرخ بتا رہی تھی کہ ان کے بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ میں نے سوچا کیوں نہ ان کو دیکھتا چلوں۔''

''جی مہربانی ہے آپ کی۔'' اُس نے کہا تو اُسامہ کو یوں لگا جیسے اُس نے طنز کیا ہو۔ اس نے بغور اُسے دیکھا تو وہ بولی۔

''کیا آپ ڈاکٹر ہیں؟''

''جی نہیں۔'' اُسامہ کو اُس کی بات پر بے حد غصہ آیا مگر وہ اُسے دیکھے بغیر راہداری میں داخل ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی فرخ اور اُسامہ بھی تھے۔ مگر وہ فرخ کے بھائی کے کمرے میں جانے کی بجائے دوسرے کمرے میں چلی گئی اور اُسامہ، فرخ کے ساتھ اُس کے بھائی کے کمرے میں آگیا اور پھر چونک کر رک گیا۔

سامنے ہی کمرے کے وسط میں ایک بڑا سا بیڈ بچھا تھا جس پر ایک دراز قد نوجوان مدہوشی کی حالت میں پڑا تھا۔ وہ اگرچہ جاگ رہا تھا مگر آنکھیں بند تھیں۔ اُس کی عمر تیس بتیس کے درمیان ہوگی ـــــ نقش تیکھے اور رنگ بھی خوب سفید ہوگا مگر اب زردی مائل ہو رہا تھا۔

اُسامہ اُس کے سرہانے کھڑا کتنی ہی دیر تک اُس کو دیکھتا رہا۔ وہ کبھی بازو آنکھوں پر رکھ لیتا کبھی سینے پر اور منہ ہی منہ میں نہ جانے کیا بڑبڑانے لگتا۔ وہ بغور اُسے دیکھتا رہا اور فرخ روتی رہی۔ ظاہری بات ہے، بہن کے سامنے بھائی موت کے منہ میں جا رہا ہو بلکہ زبردستی بھیجا جا رہا ہو تو وہ بہن روئے گی نہیں تو اور کیا کرے گی۔ مگر اس کا رونا اُسامہ کو دُکھ دے رہا تھا ـــــ شاید اس لئے کہ دل ہی دل میں اُس کو بہت شدت سے چاہنے لگا تھا۔ وہ معصوم سی لڑکی جو بہت دُور ہونے کے باوجود اُس کے بے حد قریب رہنے لگی تھی مگر وہ اُس کی چاہت سے بے خبر تھی۔

''پلیز فرخ! رو نہیں ـــــ تمہارا رونا مجھے اذیت دیتا ہے۔'' اُسامہ نے کہا تو فرخ نے چونک کر اُسے دیکھا اور وہ اُسے باہر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''فرخ! کبھی پوری بات بھی کرتے ہیں تمہارے بھائی یا ـــــ؟''

''پوری سے کیا مطلب؟'' اُس نے گیٹ کے قریب رکتے ہوئے پوچھا۔

''میرا مطلب ہے بھئی وہ تمہارے ساتھ کبھی صحیح بات کرتے ہیں یا ہمیشہ ہی ان کی یہ حالت رہتی ہے۔''

وہ ایک بار پھر دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو دی۔ وہ تڑپ اٹھا مگر ضبط کئے کھڑا رہا اور فرخ نے روتے ہوئے کہا۔

''کبھی کبھار تو پورے ہوش میں ہوتے ہیں ـــــ ہم سے خوب باتیں کرتے ہیں۔ ایسے میں جمال بھائی جلدی جلدی آفس کے کاغذات پر اُن کے دستخط لیتے ہیں۔ اور جب جمال بھائی کا کام پورا ہو جاتا ہے تو بھیا پھر نہ صرف ہم سے بلکہ خود سے بھی بیگانہ ہو جاتے ہیں۔'' وہ رکی، پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

''مجھے پورا یقین ہے جمال نے جان بوجھ کر ان کی یہ حالت بنا رکھی ہے ورنہ اپنی ضرورت کے وقت وہ بھیا کو یوں پورے ہوش میں کیسے لا سکتا ہے؟ سنو، ابھی بھی وقت ہے۔ اگر تم بھائی جان کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہو تو ذرا جلدی جلدی کرو۔''

''فکر مت کرو فرخ! میں تمہارے بھائی کے لئے سب کچھ کروں گا مگر تم ''بات اُس کے منہ میں رہ گئی۔ کیونکہ برآمدے کے چوڑے ستون کے پیچھے اُس نے اُس کی بھابی کو کھڑے دیکھ لیا تھا۔ وہ یقیناً اُن کے لئے ہی وہاں کھڑی تھی۔

''تمہاری بھابی کیسی ہیں فرخ؟'' اُسامہ نے ایک نئے خیال کے تحت پوچھا۔

''کیا مطلب ـــــ؟'' فرخ نے اپنی سیاہ آنکھیں پوری طرح کھول کر حیرت سے اُسے دیکھا۔

''میرا مطلب ہے وہ بہت پریشان ہوں گی تمہارے بھائی کی بیماری سے؟'' وہ اصل بات چھپا گیا کہ وہ پہلے ہی جمال کی وجہ سے پریشان تھی۔ اب بھابی کا سوچ کر مزید پریشان ہوتی۔

''ہاں ـــــ وہ بہت پریشان رہتی ہیں اور اکثر کہتی ہیں کہ اگر آفتاب کو کچھ ہو گیا تو میں خودکشی کر لوں گی۔ اُن کی لو میرج ہے ـــــ بہت چاہتی ہیں وہ بھائی جان کو۔ وہ بہت زیادہ روتی ہیں اور پہلے سے بہت کمزور ہو گئی ہیں ـــــ ورنہ پہلے تو وہ بہت خوب صورت اور پیاری تھیں اور..... ''

''فرخ ـــــ!'' اچانک اُس کی بھابی نے آواز دی اور وہ اُسے خدا حافظ کہتے ہوئے اندر چلی گئی۔ جب کہ اُسامہ اپنے اس نئے خیال کے بارے میں سوچتے ہوئے باہر چلا آیا جو بھی کچھ دیر پہلے اس کے ذہن میں آیا تھا۔

اس خیال کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے دوستوں سے بات کرنا بہت ضروری تھا۔ اس نے شہزاد کو فون کیا کہ وہ جبار کے ساتھ سمندر پر آجائے جہاں ایک سرمست جہاز کنارے کے قریب اچانک آگیا تھا۔

''سمندر پر ہی کیوں ـــــ؟'' شہزاد نے ناگواری سے کہا۔

''مطلب؟'' اُسامہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''یہی کہ سمندر تمہیں پسند ہے تو ضروری نہیں کہ ہمیں بھی ہو۔ جب دیکھو سمندر پر چلنے کی تیاری۔ کان کھول کر سن لو، آج کی ملاقات سمندر پر نہیں ہو سکتی۔'' شہزاد نے اپنی عادت کے مطابق ہی بات کی۔

اگر کوئی اور وقت ہوتا تو اُسامہ اکڑ جاتا مگر اس کے پاس پہلے ہی وقت کم تھا۔ اس لئے نرم لہجے میں بولا۔

''اچھا یار تم ہی بتاؤ، کہاں ہو سکتی ہے یہ ملاقات؟''

''ہائیں، ہائیں۔ ''شہزاد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ ''کیا بات ہے، بڑے سعادت مند بن رہے ہو۔ لیکن کیوں؟'' اُس نے چیخ کر کہا۔

''بڑے کمینے ہو ـــــ بات نہ مانوں تب بھی بکواس، سنوں اور مان لوں تو تب بھی بکواس کرتے ہو ـــــ دیکھو میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ میں ابھی ابھی فرخ کے بھائی کو دیکھ کر آرہا ہوں۔ تم دونوں سے بہت ضروری مشورہ کرنا ہے۔ بتاؤ کہاں مل سکتے ہو؟ کیا تمہارے گھر آجاؤں؟''

''گھر پر پاپا کے کچھ دوست آئے ہوئے ہیں ـــــ مل پارک ٹھیک رہے گا۔ وہاں کی تنہائی میں ہم سکون سے بات کر سکیں گے۔'' اب کے شہزاد نے بھی سنجیدگی سے کہا اور اُسامہ نے فون بند کر دیا۔ پھر وہ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر مل پارک کی طرف روانہ ہو گیا۔

اُس کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ دونوں آچکے تھے۔ اُسامہ نے ان دونوں کو ساتھ لیا اور بجائے اوپر جانے کے نیچے ہی ایک پُرسکون گوشہ دیکھ کر بیٹھ گئے اور وہ سوچنے لگا بات کا آغاز کہاں سے کرے۔ اُسے سوچتے دیکھ کر شہزاد نے کہا۔

''یار! آخر تم اتنے دنوں سے کیا کر رہے ہو سوائے آوارہ گردی کے۔''

''سنو ''اُسامہ نے پوری سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔

''اب سنا بھی چکو ہم سننے کے لئے ہی یہاں آئے ہیں۔'' شہزاد کو نہ جانے کس بات کی جلدی تھی۔

''شہزاد! کبھی انسان بھی بن جایا کرو۔'' جبار نے اُس کو ڈانٹ دیا تو اُسامہ نے اپنی فرخ سے ہونے والی اُس تیسری ملاقات کا پورا آنکھوں دیکھا حال سنا دیا۔

''یعنی وہ بولتا بھی ہے؟'' جبار نے کچھ حیرت سے پوچھا۔

''وہ بولتا بھی ہے اور اُٹھ کر بیٹھ بھی جاتا ہے جب جمال کو اُس کے دستخطوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور دستخطوں کے بعد وہ سارا وقت بستر پر چپ چاپ پڑا رہتا ہے اور

منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا رہتا ہے۔ بازو کبھی سر پر رکھ لیتا ہے کبھی سینے پر۔"

"یار! چاند جب وہ بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے تب اس کی بیوی کچھ محسوس نہیں کرتی؟" شہزاد نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میرا تو خیال ہے کہ وہ اس سازش میں حصہ دار ہے۔ ورنہ جمال کبھی اتنا کھل کر یہ کھیل نہ کھیلتا۔"

"کچھ بھی ہو، تمہیں فرخ سے پوچھنا چاہئے تھا کہ جب اُس کا بھائی اچانک ٹھیک ہو جاتا ہے تو اُس کی بھابی کے کیا تاثرات ہوتے ہیں۔ اب اگر فرخ سے ملو تو یہ بات ضرور پوچھنا۔ اور ہاں، یہ بھی پوچھنا کہ اُس کی آپا کیا یہ سب جانتی ہے۔" جبار نے تاکیدی لہجے میں کہا۔

"او۔کے اب اگر ملاقات ہوئی تو یہ ضرور پوچھوں گا۔" اُسامہ نے کہا اور چپ ہو کر پاس سے گزرتے ہوئے ایک خوبصورت جوڑے کو دیکھنے لگا۔

"یار! دھر اُدھر کی تانک جھانک بند کرو۔ اب یہ بتاؤ تم کیا کرنا چاہتے ہو اپنی محبوبہ کے لئے؟" شہزاد نے مسکرا کر پوچھا اور اُسامہ نے کھسیا کر اس کی گردن پکڑتے ہوئے کہا۔

"اگر میری جگہ اس وقت تم ہوتے تو تم کیا کرتے؟"

"اپنی ایسی قسمت کہاں؟" شہزاد نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا اور جبار ہنسنے لگا۔ پھر اُسامہ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

"اُسامہ! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اس کی بکواس کرنے کی عادت ہے۔ پھر بھی خفا ہوتے ہو۔ یہ بتاؤ یہاں کس لئے بلایا ہے؟"

"جبار! اب دیر کرنا خطرناک ہو سکتا ہے۔"

"وضاحت بھی تو کرو یار۔" جبار نے کہا۔

"دیکھو کل جب میں جمال کے ساتھ ہوٹل جانے کے لئے اُس کے آفس سے باہر آؤں گا تو تم یا شہزاد میں سے کوئی ایک گاڑی کے سامنے آ جائے۔"

"اور پھر پیر تڑوا کر گھر بیٹھ جائے۔" شہزاد نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یار! شیخ تو نہ جانے کب غرق ہو گا تم پہلے ہی ہمیں تباہ کرنے کے منصوبے بنانے لگے ہو۔ آخر کب کی چھپی دشمنی نکالنے کا ارادہ ہے کچھ ہمیں بھی تو پتہ چلے۔"

"فضول بکواس کرنے سے پہلے اگر پوری بات سن لیتے تو بہتر تھا۔" اُسامہ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"چلو، کیا فرق پڑتا ہے ۔۔۔۔۔ اب سنا دو۔" شہزاد نے لاپرواہی سے شانے جھٹکے۔

"دیکھو، میرا پروگرام یہ ہے کہ کل میں اس کی گاڑی ڈرائیو کروں گا ۔۔۔۔۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی بات کرنے میں ہی اُس کو ہوٹل لے جاؤں گا۔"

"کون سی بات؟" شہزاد نے بے ساختہ پوچھا۔

"تم جاؤ جہنم میں ۔۔۔۔۔ اور سنو جبار! گاڑی کے سامنے تم آؤ گے اور میں دروازہ کھول کر تم سے معذرت کروں گا اور میری شکل دیکھتے ہی تم کہو گے۔ "صاحب جی آپ۔"

"شکل دیکھی ہے صاحب جی نے اپنی۔" شہزاد نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ جبار بھی بے ساختہ ہنس پڑا۔

"اچھی بات ہے ۔۔۔۔۔" اُسامہ نے تنتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔ "اب مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ میں اکیلا ہی سب کچھ کروں گا۔" اُسے سخت طیش آ گیا تھا۔

"دیکھ رہے ہو اس کی حرکتیں اور سن رہے ہو اس کی باتیں؟" شہزاد نے آنکھیں نکال کر اُسے دیکھتے ہوئے جبار سے کہا۔

"جو دل چاہے سمجھو۔ اب مجھے پرواہ نہیں۔" وہ ایک جھٹکے سے اٹھا۔

"اوئے یہ اکڑ کس کو دکھاتے ہو؟ تم اکیلے ہو اور ہم دو ہیں ۔۔۔۔۔ ابھی زمین پر گرا کر سینے پر چڑھ جائیں گے۔"

"کیا مطلب؟" اُسامہ نے پاس سے گزرتے ہوئے کچھ لوگوں کو دیکھ کر کہا۔ شہزاد نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر پھر بٹھا لیا اور وہ بھی یہ سوچ کر بیٹھ گیا کہ شہزاد جو کہہ رہا ہے کر بھی گزرے گا۔ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔

"ہاں، اب بتاؤ ۔۔۔۔۔ گاڑی کے سامنے کس وقت آنا ہے۔ میں آ جاؤں گا ۔۔۔۔۔ تم صرف وقت صحیح صحیح بتا دو تا کہ مجھے انتظار نہ کرنا پڑے۔ باقی سب میں خود کروں گا۔"

"ٹھیک چار بجے کے قریب میں اُس جگہ پہنچ جاؤں گا۔ وقت کچھ کم یا زیادہ ہو سکتا ہے۔ مگر وقت بہر حال چار بجے کے اندر یا باہر ہی ہو گا۔" اُسامہ نے کہا اور پھر جبار کو پورا دوسرا پروگرام بتاتے ہوئے بولا۔ "تم مجھے ہوٹل میں ملو گے۔"

"او۔کے۔" جبار نے مزید کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی اور وہ خود ہی اُسے اپنی ساری اسکیم بتانے لگا۔ اسکیم سمجھا کر وہ وہاں سے اٹھا اور پھر سیدھا گھر چلا آیا۔ گھر والے گویا پہلے ہی اُس کے منتظر بیٹھے تھے۔ اُسے دیکھتے ہی بھائی جان نے کہا۔

"اُسامہ! کہاں مارے مارے پھرتے ہو ۔۔۔۔۔ سارا دن تمہاری شکل ہی نظر نہیں آتی۔ پہلے تو چھٹیوں میں کبھی کبھی آفس آ جاتے تھے ۔۔۔۔۔ اب گھر پر بھی نہیں رہتے۔"

"وہ بھائی جان! ایک بہت ضروری کام آن پڑا ہے۔ ورنہ آپ کو معلوم ہے میں بغیر ضرورت گھر سے کبھی باہر نہیں نکلا۔" اُسامہ نے ماں کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"سنو ۔۔۔۔۔ اب ضروری کام بھول جاؤ اور شادی کے لئے تیار ہو جاؤ۔" بھابی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شا ۔۔۔ شادی ۔۔۔ ؟" اُسامہ نے بوکھلا کر بھائی کو دیکھا۔

"ہاں ۔۔۔۔۔ تمہاری شادی۔" بھائی جان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مگر کہاں؟" اُسامہ نے پریشانی سے کہا۔

"وہاں جہاں تمہیں بھیجا تھا۔" ماں نے پیار سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہاں بھیجا تھا آپ نے مجھے؟" اُسامہ نے مدد کے لئے بھابی کو دیکھا کہ اُسے تو اس وقت کچھ بھی یاد نہیں تھا۔

"لاہور گئے نہیں تھے؟" بھابی نے ہنس کر اُسے دیکھا۔ "واہ ۔۔۔۔۔ اتنی جلدی بھول گئے۔"

"تو ۔۔۔ تو ۔۔۔ کیا ۔۔۔" اُسامہ نے بوکھلا کر بھائی کو دیکھا، پھر کہا۔ "تو کیا آپ نے مجھے وہاں رشتے کے لئے بھیجا تھا؟ اگر یہ بات تھی تو پہلے کیوں نہ بتائی مجھے؟"

"پہلے بتانے سے کیا ہوتا ۔۔۔۔۔ اب جو بتا دی ہے۔ ان لوگوں نے تمہیں پسند بھی کر لیا ہے۔" ماں نے بتایا۔

"کن لوگوں نے ۔۔۔۔۔؟" اس نے وحشت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"ارے تمہاری بھابی کے گھر والوں نے ۔۔۔۔۔ اب وہ منگنی کی رسم ادا کرنے کراچی آ رہے ہیں۔ اصل میں یہ اتفاق ہی تھا کہ وہ لوگ آتے تھے تو تم پہلے ہاسٹل میں ہوتے تھے، پھر شپ پر۔ اس لئے میں نے تمہیں وہاں بھیجا تھا کہ وہ تمہیں اچھی طرح دیکھ لیں۔ ویسے تو اُن کی بیٹی بھی اسی گھر میں رہتی ہے۔ وہ اس کے کہنے پر بھی ہاں کر سکتے تھے مگر میں نے یہ مناسب نہیں سمجھا تھا۔ ظاہر ہے وہ بیٹی والے ہیں، تسلی کرنا اُن کا حق ہے۔" ماں نے تفصیل سے بتایا۔

"لیکن امی جان! میں ابھی شادی کرنا نہیں چاہتا۔" اُسامہ نے تصور میں فرخ کے معصوم چہرے کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ بے شک اُس نے فرخ سے اظہارِ محبت نہیں کیا تھا تاہم اُس کے دل میں اب صرف اُس کا خیال تھا۔ "اور یہ بھابی بھی کتنی چالاک ہیں۔ پہلے بتایا تک نہیں۔" وہ سوچ رہا تھا۔

"کیوں نہیں کرنا چاہتے؟" ماں کی بجائے بھائی جان نے پوچھا۔

"بھائی جان! آپ تو اچھی طرح جانتے ہیں ابھی ہمارے حالات پوری طرح درست نہیں ہوئے ۔۔۔۔۔ ابھی آپ کے سر پر بہت سارا قرض ہے۔ اور پھر ابھی میری جاب کو بھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ اور ویسے بھی شادی کے لئے ایک عمر پڑی ہے۔ میں ابھی آزادی کے چند اور سانس لینا چاہتا ہوں۔"

"یہ ٹھیک ہے کہ مجھ پر ابھی کچھ قرض ہے ۔۔۔۔۔ مگر اب جمال کی فرم کے ساتھ میرا جو نیا کنٹریکٹ ہوا ہے اس سے مجھے کافی پرافٹ کی اُمید ہے۔ اور پھر حالات کی فکر مت کرو۔ جب میری شادی ہوئی تھی تب حالات کیا تھے، تم اچھی طرح جانتے ہو۔ مگر میں نے ماں کی خواہش کو دیکھتے ہوئے شادی سے انکار نہیں کیا تھا اور اب تم بھی انکار نہیں کرو گے کہ آنے والی خود اپنی قسمت لے کر آتا ہے اور پھر تمہاری تو جاب ہے۔ تمہاری تنخواہ اب اگر میں اپنی مجبوری کی وجہ سے لیتا ہوں تو کل تمہاری خوشی کے لئے نہیں لوں گا۔ اور پھر شادی کی ایک عمر ہوتی ہے۔ وہ گزر جائے تو ۔۔۔۔۔ مطلب تمہیں شادی کرنا ہو گی۔ میرے قرض کی فکر نہ کرو۔ یہ کاروباری مسئلے ساری عمر چلیں گے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنا فرض بھول جائیں۔" بھائی جان نے پیار سے سمجھایا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھائی ۔۔۔۔۔ آپ نے اس گھر کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ اب مجھے بھی کچھ کرنے دیں۔ شادی پھر سہی۔" اُسامہ اب اپنے دل کی بات تو بتانے سے رہا۔ ہاں، اگر وہ لوگ فرخ کے لئے بات کرتے تو اُسامہ کو کوئی پس و پیش نہ ہوتی۔ مگر اب تو ناممکن سی بات تھی۔

"شادی بھی ہو گی، پھر نہیں۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔" ماں نے اپنا روایتی حق استعمال کرتے ہوئے کہا تو اُسامہ اُٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ فی الحال مزید بحث فضول ہی تھی۔ بعد میں کوئی راستہ نکل آتا تو یہ الگ بات تھی۔

کمال ہے ابھی فرخ سے کیا ہوا وعدہ میرے لئے کیا کم پریشانی تھا کہ گھر والوں نے ایک نئی پریشانی کھڑی کر دی ہے اور وہ موصوفہ ہے بھی بھابی کی بہن۔ انکار سے بھابی الگ خفا ہوں گی۔ تو کیا ہاں کر دوں؟ نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں فرخ کو بھول جاؤں؟ میری زندگی میں اگر کوئی لڑکی آ سکتی ہے تو صرف فرخ۔ کاش یہ لوگ مجھے لاہور جانے سے پہلے اپنا پروگرام بتا دیتے تو میں بجائے خود کو لائق فائق بنا کر پیش کرنے کے کچھ اور روپ اختیار کرتا مگر اب کیا ہو سکتا ہے؟

وہ بیٹھا مسلسل سوچ رہا تھا۔ مگر کوئی حل سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ جب کہ کل اُس کے مشن کا اہم دن تھا۔

سب سوچنے کے باوجود مزید کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اُس نے سو جانے کا فیصلہ کیا اور بغیر کھانا کھائے لیٹ گیا۔

اگلے روز اُسامہ اپنی ذہنی پریشانی بھول کر پروگرام کے مطابق جمال سے ملنے اُس کے آفس گیا تو جمال کا موڈ بہت خراب تھا۔ اُسامہ کو دیکھتے ہی اُس کے چہرے پر ناگواری سی چھا گئی۔ کچھ دیر وہ اُسے گھورتا رہا، پھر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے سرد لہجے میں پوچھا۔

''اُسامہ! تم کل فرخ کے ساتھ گھر کے اندر کیوں گئے تھے؟'' اُس کا لہجہ مشکوک تھا اور اُسامہ کو جو کہنا تھا وہ نہ صرف اُس نے کل ہی سوچ لیا تھا بلکہ فرخ کو بھی سمجھا دیا تھا۔ کیونکہ وہ بے وقوف ہی ہوتا جو فرخ کی بھابی پر شک کرنے کے باوجود یہ بات فراموش کر دیتا کہ اُس کی گھر کے اندر داخلے کی خبر جمال کو نہیں ملے گی۔ اگر فرخ کے دفتر سے روانہ ہونے کی اطلاع پہنچ سکتی تھی تو اُس کے گھر کے اندر داخلے کی خبر کیسے چھپی رہ سکتی تھی؟

اُسامہ نے بائیں آنکھ دبا کر خاصے لوفرانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''جمال صاحب! اگر آپ برا نہ ماننے کا وعدہ کریں تو میں اندر جانے کی وجہ آپ کو ضرور بتا سکتا ہوں۔ کیونکہ مجھ پر تو وہ وجہ ایک خوبصورت حادثہ بن کر گزری ہے۔ مگر آپ نہ جانے کیا محسوس کریں۔''

''وقت ضائع مت کرو، مجھے یہ بتاؤ تم اندر کیوں گئے تھے؟'' جمال نے بےحد ناگواری سے کرخت لہجے میں کہا۔

''اچھی بات ہے جمال صاحب! پتہ نہیں آپ کو اچھا لگے گا یا برا، مگر میں دوستوں سے جھوٹ بولنے کا قائل نہیں اس لئے آپ سے سچ سچ کہوں گا۔''

''اب مجھی چھوڑو مزید تمہید کی ضرورت نہیں۔'' جمال کو شاید یہ شک تھا کہ کہیں فرخ نے اُسامہ کو کچھ بتا نہ دیا ہو۔ اُسامہ نے اُس کے غصے پر دل ہی دل میں لطف اندوز ہوتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''بات یہ ہے جمال صاحب! کہ میں اندر ایک خوبصورت نظارہ کرنے گیا تھا۔ ہوا یوں ......'' اُسامہ کو بات ادھوری چھوڑنی پڑی کیونکہ اچانک ہی فرخ اندر داخل ہوئی تھی۔ اُس کی رنگت زرد ہو رہی تھی۔ شاید جمال اس سے بھی یہ بات پوچھ چکا ہو کہ وہ اُسامہ کو اندر کیوں لے گئی تھی اور ظاہر ہے اُس نے بھی وہی جواب دیا ہو گا جو اُسامہ دینے والا تھا۔

''جمال بھائی!'' فرخ نے اندر داخل ہوتے ہی کہا مگر اُسامہ پر نظر پڑتے ہی وہ چپ ہو گئی۔ جمال اُٹھ کر اس کے قریب چلا گیا اور دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ کچھ پوچھنے لگا۔ کچھ دیر وہ اسی انداز میں کھڑا باتیں کرتا رہا اور اُسامہ پیچ و تاب کھاتا رہا۔ کیونکہ فرخ کی آنکھوں اور چہرے پر اذیت کے آثار تھے۔ اور یہ اذیت اُس کے اندر وحشت پیدا کر رہی تھی۔ اُسامہ نے بمشکل ضبط کیا۔ کیونکہ ابھی ایسی بہت سی باتوں اور حرکتوں کو دیکھ کر ضبط کرنا تھا۔

پھر جیسے ہی جمال نے بات ختم کرتے ہوئے ہاتھ ہٹائے تو وہ بھاگنے کے انداز میں چلتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی اور اُسامہ غصے سے بھری ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے اُس مکار اور ذلیل انسان کو دیکھنے لگا۔ اس کے باہر جاتے ہی جمال نے سرد آہ بھری اور کہا۔

''اُسامہ یار! یہ سالیاں بھی خدا نے کیا چیز بنائی ہیں ـــــ دیکھ کر خود بخود منہ سے آہ نکل جاتی ہے۔'' اُسامہ کے سامنے وہ پہلی بار ایسی بےہودہ باتیں کر رہا تھا۔ اُس نے حیرت سے اُس کمینے انسان کو دیکھا تو وہ قہقہہ لگا کر بولا۔

''برخوردار! یہ کتنے مزے کی بات ہے کہ بیوی مر جائے تو سالی پر پہلا حق بہنوئی کا ہوتا ہے۔'' اُس کی اس بات پر اُسامہ زبردستی مسکرایا تو وہ بولا۔

''ویسے یار! یہ سالیاں ہوتی کیا چیز ہیں کہ بیوی سے زیادہ ان پر پیار آتا ہے۔ کاش تمہاری کوئی سالی ہوتی تو تمہیں اندازہ ہوتا۔''

اُسامہ کا جی چاہا لاتوں اور گھونسوں کی بارش کر دے اُس کمینے شخص پر اور پھر اُس کو بتائے کہ سالی اور بہن میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ خبیث انسان۔ مگر اُسے تو جمال سے وہ باتیں کہنا تھیں جن کو سن کر وہ ذلیل انسان اور بھی اُس کے سامنے کھل جاتا۔ سو اُس نے ہنس کر کہا۔

''جمال صاحب! سالی ہی کیا، بیوی کے علاوہ ہر خوبصورت عورت کو دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ بھلا شادی کرنے سے مرد کا دل تھوڑی مر جاتا ہے۔'' اُسامہ نے اُس کا دل خوش کرنے کو کہا۔

''ہا، ہا، ہا ـــــ'' وہ اُس کی بات سن کر واقعی بہت خوش ہوا اور زور زور سے ہنسنے لگا۔ پھر کہا۔

''بھئی اُسامہ! تم نے تو میرے دل کی بات کی ہے ـــــ یقین کرو تمہاری بھابی کے علاوہ ہر عورت، ہر لڑکی سے ہنس کر باتیں کرنے کو دل چاہتا ہے۔ تم نے میری سالی فرخ کو دیکھا ہے؟''

اُسامہ نے دل ہی دل میں اپنے پروگرام کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ ''جناب میں نے فرخ سے بھی اچھی چیز دیکھی ہے آپ کے سسرال میں اور تب سے بےقرار ہو پھر رہا ہوں۔''

''وہ کیا؟'' جمال نے چونک کر پوچھا۔ ''ارے تم نے بتایا ہی نہیں کہ تم فرخ کے ساتھ گھر کے اندر کیوں گئے تھے؟'' ایک دم ہی اُس کا لہجہ پھر خشک ہو گیا۔ اُس کی شکل پھر سے بگڑ گئی اور اُسامہ نے بھی اُس کو مزید زچ کرنے کا پروگرام ملتوی کرتے ہوئے کہا۔

''اسی طرف آ رہا ہوں ـــــ اصل میں جب راستے میں گاڑی خراب ہوئی تو فرخ نے کہا تھا۔ پلیز جلدی کریں، میرے بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ مجھے ان کو دیکھنا ہے ـــــ جب گھر کے باہر فرخ گاڑی سے اتری تو اچانک ہی میری نظر کھلے گیٹ سے لان پر پڑی اور وہاں ایک خوبصورت لڑکی کو دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ بہت پرکشش تھی۔'' اتنا کہہ کر اُسامہ خاموش ہو گیا۔

''پھر ـــــ؟'' جمال نے پوچھا۔

''بس اُس کو قریب سے دیکھنے کی خواہش مجھے اندر لے گئی۔ چونکہ راستے میں فرخ بتا چکی تھی کہ اُس کا بھائی بیمار ہے تو اُس کے بھائی کو دیکھنے کے بہانے میں گھر کے اندر چلا گیا۔ اندر جا کر معلوم ہوا کہ وہ فرخ کی بھابی ہے۔ اُس کے شادی شدہ نکلنے پر دل کو تھوڑا صدمہ تو ہوا مگر پھر یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ مجھے کون سا اُس سے شادی کرنی ہے۔ ویسے کیا خوبصورت ہستی ہے وہ۔ کیا آپ نے کبھی غور سے اس کو دیکھا ہے؟ کیا آنکھیں ـــــ کیا ہونٹ ہیں ـــــ کیا جسم ـــــ'' اُسامہ نے دل ہی دل میں حور سے توبہ پڑھتے ہوئے کہا۔

''بس، بس ـــــ'' جمال ہنسنے لگا۔ ''ارے بھئی تم نے تو باقاعدہ شاعری شروع کر دی۔'' وہ اُسامہ کی بات کو سچ مان گیا تھا۔ اُسامہ نے دل ہی دل میں یہ خطرہ ٹلنے پر خدا کا شکر ادا کیا۔

کچھ وقت خاموشی کی نظر ہوا۔ جمال کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اچانک اُس نے سر اُٹھا کر اُسامہ کو دیکھا تو اُس نے کہا۔

''کیا بات ہے جمال صاحب؟ کیا میری بات پر یقین نہیں آیا جب کہ میں نے سچ سچ آپ کو ساری بات بتائی ہے۔''

''یہ بات نہیں ـــــ'' جمال نے کہا اور پھر سوچ میں گم ہو گیا۔

''لگتا ہے آپ مجھے کچھ بتانا نہیں چاہتے۔ خیر آپ کی مرضی۔ مجھے اب اجازت دیجئے۔'' اُسامہ نے کہا تو جمال نے جلدی سے کہا۔

''بیٹھو بیٹھو ـــــ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ دراصل یار! اب تم سے کیا چھپانا۔ مجھے تو آج کل فرخ کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔'' گویا وہ کھل گیا تھا۔ اُس نے اُسامہ پر اعتبار کر لیا تھا۔ اور اس شاطر انسان کا یہ اعتبار حاصل کرنے کے لئے اُسامہ کتنا گر گیا تھا۔ کیسی لوفرانہ باتیں کرنے لگا تھا اور کس قدر گھٹیا حرکتیں کی تھیں اُس نے۔ مگر اُسے ان حرکتوں پر افسوس یا ندامت نہ تھی کہ یہ سب اُس نے ایک اچھے مقصد کے لئے کی تھیں۔ کسی کی عزت اور جان بچانے کے لئے کی تھیں۔

''فرخ ـــــ؟'' اُسامہ نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ ''جمال صاحب! کہاں یہ نامکمل خطوط والی چھوٹی سی لڑکی۔'' اُسامہ نے دل ہی دل میں ایک بار پھر حور سے توبہ پڑھتے ہوئے سرد آہ بھری۔ ''کہاں وہ حُسن کا مکمل شاہکار ـــــ لگتا ہے آپ نے کبھی غور سے اُس کے حُسن کو نہیں دیکھا۔''

''دیکھنے کی ضرورت بھی کیا ہے؟'' وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔

''پلیز جمال صاحب! اُس کے بارے میں یوں نہ کہیں۔'' اُسامہ نے کسی گھٹیا عاشق کی طرح کہا۔

''میاں! ابھی تمہاری شادی نہیں ہوئی ـــــ شادی ہو گئی تو ان چھوٹی چیزوں کی ہی تمنا کرو گے۔'' جمال نے آہستہ سے کہا اور ہنسنے لگا اور اُس کی اس کمینی حرکت میں اُسامہ کو اُس کا ساتھ دینا تھا اور وہ بھی دانت پیس کر مسکرانے لگا۔ کچھ دیر بعد جمال نے کہا۔

''تم نے ابھی جو کچھ حور کے بارے میں کہا ہے اگر وہ سچ ہے تو ''

''کون حور ؟'' اُسامہ نے جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

''ارے بھئی فرخ کی بھابی کا نام حور ہے۔''

''یعنی جتنی خوبصورت وہ خود ہے اتنا ہی خوبصورت اُس کا نام ہے۔'' اُسامہ نے خاص عاشقوں کے انداز میں کہا اور پھر ناراض ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے بولا۔

''آپ نے یہ کیوں کہا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ ہے۔ بھلا مجھے آپ سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''ارے بھئی میں نے اس لئے کہا تھا کہ حور شادی شدہ ہے اور اپنے میاں سے جنون کی حد تک محبت کرتی ہے۔ تمہیں شاید معلوم نہیں، ان دونوں کی لو میرج

ہے۔ میں اس شادی کے حق میں نہیں تھا مگر آفتاب نے مجھے اطلاع ہی عین شادی کے وقت پر دی اور میں چاہنے کے باوجود یہ شادی نہ روک سکا۔"

"خیر، میں تیار رہوں گا میاں تو اُس کا مجھے آج کل کا مہمان نظر آتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اگر آپ میرا ساتھ دیں تو" اُسامہ نے جمال کے دل کا حال جاننے کے لئے ایک خطرناک کوشش کی اور کامیاب رہا۔ اُس کی بات سن کر وہ بہت دیر کچھ سوچتا رہا۔ شاید اس پر اعتبار کرنے کے بارے میں۔ پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے بولا۔

"یار اُسامہ! وہ ابھی چار پانچ سال تک نہیں مر سکتا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ جمال صاحب؟ چار پانچ سال؟ دیکھنے میں تو وہ چار پانچ دن کا مہمان نظر آتا ہے اور آپ فرماتے ہیں، ارے" اُسامہ نے چونکتے ہوئے کہا۔ "جمال صاحب! ویسے کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم کہیں باہر چل کر بات کریں۔" اُسامہ نے مشورہ دیا۔

جمال کچھ دیر سوچتا رہا، پھر ایک دم اُٹھتے ہوئے بولا۔ "ہاں چلو۔۔۔۔۔ کہیں باہر چل کر ہی بات کریں گے۔"

دونوں باہر آئے جہاں جمال کی سیکرٹری کے پاس ہی فرخ بیٹھی تھی۔ جمال نے اُسے اپنے کمرے میں بیٹھنے کو کہا اور اُسامہ کے ساتھ باہر چلا گیا۔ پروگرام کے مطابق گاڑی اُسامہ ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی جمال نے کہا۔

"گو کہ یہ میرے اصول کے خلاف ہے مگر نہ جانے کیوں تم پر اعتبار کرنے کو دل چاہتا ہے۔"

"اور میں بھی آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔" اُسامہ نے کہا تو جمال سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"اگر تم میری مدد کرو تو میں تمہاری مدد کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ دراصل میں اس مسئلے پر کسی پر اعتبار کرنا پسند نہیں کرتا۔ مگر تم میری ہی لائن کے آدمی ہو اور اب تک تم نے مجھے مایوس بھی نہیں کیا۔"

اُسامہ نے کن انکھیوں سے آس پاس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "میں تو ہر طرح سے آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔ مجھے لفظ انتظار سے شدید نفرت ہے مگر آفتاب کا کانٹا آپ ہی نکال سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ اس گھر کے آدمی ہیں اور گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔"

"تم فکر نہ کرو۔۔۔۔۔ آفتاب کو تو میں خود۔۔۔۔۔ ارے روکو، روکو۔۔۔۔۔" وہ ایک دم زور سے چیخا اور اُسامہ نے جلدی سے بریک لگایا اور حیرت سے سامنے دیکھا۔ کیا شہزاد گاڑی کے سامنے آگیا؟ حالانکہ اُسے تو کافی آگے چل کر آنا تھا۔ مگر گاڑی کے سامنے آنے والا شہزاد نہیں تھا۔ یہ تو کوئی دیہاتی تھا جس نے سر پر پگڑی نما کوئی چیز باندھ رکھی تھی۔ بسکٹ کلر کی قمیض اور سفید تہمد میں ملبوس تھا۔ اس کے ایک پاؤں میں نائیلون کا جوتا تھا جبکہ دوسرے پاؤں میں کچھ بھی نہ تھا۔ شاید ایک جوتا کہیں گم ہو گیا تھا۔ ایک ہاتھ میں صراحی اور دوسرے ہاتھ میں کپڑوں کی گٹھڑی اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ وہ طویل سفر کر کے آیا تھا۔

"یہ غریب اور فقیر لوگ۔ ان کو تو پیدل چلنے کی بھی تمیز نہیں۔۔۔۔۔ ذرا دیکھو تو، ابھی تک یوں سڑک پر پڑا ہے جیسے مر گیا ہو۔" جمال نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ تتے میں پیدل چلنے والے کچھ لوگ رُک گئے اور اُسامہ نے کہا۔

"جمال صاحب! کچھ روپے دینے چاہئیں۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے گہری چوٹ آئی ہے۔ آئی ایم سوری، میں دراصل حور کے تصور میں گم تھا۔" اُسامہ نے اس کے یقین کو پختہ کرنے کے لئے ایک بار پھر حور کا نام لیا۔

"ارے کوئی چوٹ ووٹ نہیں آئی۔ وہ بیٹھا ہی پیسے لینے کے لئے ہے۔ میں خوب جانتا ہوں ایسے ذلیل اور فقیر لوگوں کو۔" غصے سے بڑبڑاتا ہو جمال دروازہ کھول کر اتر گیا تو اُسامہ نے سوچا۔ "یہ تو بہت غلط ہو گیا۔ اب اگر آگے چل کر شہزاد آ گیا تو جمال کیا سوچے گا۔ اب میں راستہ بدل کر چلوں گا۔"

اچانک اُسامہ اس دیہاتی کی آواز سن کر چونک پڑا۔ وہ کپڑے جھاڑتا ہوا جمال کے سامنے کھڑا تھا اور اونچی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"بابو جی! ہم گاؤں کے لوگ بھی انسان ہوتے ہیں۔ اگر خدا نے گاڑی دی ہے تو ساتھ آنکھیں بھی دی ہیں۔ دیکھ کر چلایا کرو۔ ورنہ جس نے گاڑی دی ہے وہ کل چھین بھی سکتا ہے۔" اور یہ آواز شہزاد کی تھی۔۔۔۔۔ اُسامہ نے حیرت سے اُس کو دیکھا۔ وہ کھا جانے والی نظروں سے اُسامہ کو دیکھ رہا تھا جبکہ جمال بٹوہ نکال کر کھول رہا تھا۔ اُسامہ جلدی سے دروازہ کھول کر باہر نکلا اور کہا۔

"اب آیئے بھی جمال صاحب!" جمال جو شہزاد کو پیسے دے رہا تھا، چونک کر اُسامہ کو دیکھنے لگا اور اس کے ساتھ ہی شہزاد نے بھی اُسامہ کو نظر اٹھا کر دیکھا اور پھر خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"صاحب جی! آپ؟"

"ارے کبر! تم۔۔۔۔۔؟" اُسامہ نے حیرت کا اظہار کیا۔ ویسے دل ہی دل میں اُسامہ اس کے اس شاندار حلیے کی داد دے رہا تھا۔ کیا زبردست تبدیلی تھی کہ وہ بھی اُسے نہ پہچان سکا تھا اور جمال کے تو فرشتے بھی نہ جان سکتے تھے۔

"تم جانتے ہو اس کو؟" جمال نے کچھ حیران ہو کر اُسامہ سے پوچھا۔

"جی جمال صاحب! یہ ہمارے گاؤں کا رہنے والا ہے۔" پھر اس نے شہزاد سے پوچھا۔ "ارے بھئی تم کراچی کیسے آئے؟"

"بس جی، پیٹ کی بھوک کھینچ لائی ہے۔ نوکری کے لئے آئے ہیں۔" اس نے سر سے پگڑی اُتار کر جھاڑتے ہوئے کہا اور اُسامہ نے دیکھا کہ اس کے بال بھی تیل سے تھڑے ہوئے تھے۔

"ارے بھائی! یہاں شہر میں رہنے والوں کو نوکری نہیں ملتی اور تم گاؤں چھوڑ آئے ہو۔۔۔۔۔ وہیں کسی کھیت میں کام کرتے تو کم از کم روٹی تو مل جاتی۔ یہاں شہر میں تو روٹی بھی مشکل سے ملتی ہے۔"

"بس جی، اب کیا بتائیں۔۔۔۔۔ بہت مجبور ہو کر آئے ہیں۔ اب آپ کو ہی کوئی بندوبست کرنا ہے۔ یہ سفر آپ ہی کی اُمید پر کیا ہے۔" پھر وہ گھر والوں کی خیریت پوچھنے لگا اور آخر میں پھر اپنی نوکری کا رونا رونے لگا۔

"اچھا، اچھا۔۔۔۔۔ دیکھوں گا۔ فی الحال تم گھر چلے جاؤ۔ آیئے جمال صاحب! چلیں۔" اُسامہ اور جمال گاڑی میں آبیٹھے۔ اُسامہ نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ان گاؤں والوں نے شہر والوں کے لئے بہت سارے مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ حکومت کو چاہئے کہ گاؤں میں صنعتیں لگائے تاکہ اس نقل مکانی کو روکا جا سکے۔۔۔۔۔ ورنہ شہروں کی طرف بڑھتا ہوا آبادی کا یہ سیلاب ایک دن بہت زیادہ مسائل پیدا کر دے گا۔"

"بہت گہرا سوچتے ہو۔" جمال نے مسکرا کر کہا۔

"جی اب دیکھئے نا، میں اس کے لئے کہاں سے نوکری تلاش کرتا پھروں گا؟" اُسامہ نے کچھ بیزاری سے کہا۔

"ارے۔۔۔۔۔" اچانک جمال نے سوچتے ہوئے کہا۔ "دیکھو، مجھے آفتاب کے لئے ایک ملازم کی ضرورت ہے۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس آدمی کا کیا نام لیا تھا تم نے؟"

"کبر۔" اُسامہ نے جلدی سے کہا۔

"ہاں، کبر کو آفتاب کے لئے رکھ لیتے ہیں۔"

"جیسے آپ مناسب سمجھیں۔" اُسامہ نے کچھ ناگواری سے ہی کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ تو پھر کل تم اس کو گھر لے آنا۔ اصل میں کسی بھی ملازم کو میں تین چار مہینے سے زیادہ نہیں رکھتا کہ وہ کچھ سمجھ نہ جائے۔" جمال نے کہا اور اُسامہ نے گاڑی ایک ہوٹل کے باہر روک دی۔

میز پر بیٹھتے ہی جمال نے کہا۔

"اب تم سے کیا چھپانا۔۔۔۔۔ میں آفتاب کو ابھی ختم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس طرح لوگوں کو شک ہو سکتا ہے کہ پہلے ماں باپ چل بسے اور اب ....." اچانک اُس نے سختی سے منہ بند کر لیا جیسے کوئی غلط بات منہ سے نکل گئی ہو۔

"تو کیا فرخ کے ماں باپ کو بھی آپ نے خود ختم کیا تھا؟" اُسامہ نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔ وہ موقع ضائع کرنے والا کہاں تھا۔

"چھوڑو ان باتوں کو۔۔۔۔۔ سچ تو یہ ہے کہ تین چار سال تک کسی طرح بھی میں آفتاب کو ختم نہیں کر سکتا۔" جمال نے چائے کا آرڈر دیتے ہوئے کہا۔ اُس کا موڈ پھر کچھ آف ہو گیا تھا۔

"تو کیا آپ فرخ کو حاصل کرنا نہیں چاہتے؟" اُسامہ نے اُس کا موڈ بحال کرنا چاہا اور کامیاب رہا۔

"اوہ فرخ" وہ زور سے ہنسا۔ "وہ میری دسترس سے باہر کب ہے۔ میں جب چاہوں اُس کو حاصل کر سکتا ہوں۔ لیکن وہ ابھی بہت چھوٹی ہے اور تین سال کوئی بڑی بات نہیں۔ کسی لڑکی کے لئے تو تین صدیاں بھی انتظار کیا جا سکتا ہے۔ ویسے میں چاہوں تو جلدی بھی کر سکتا ہوں۔ لیکن ابھی نہیں۔"

"ابھی کیوں نہیں؟" اُسامہ نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

''یار! تم کچھ نہیں جانتے ایسا کرو کسی روز گھر پر آنا پھر میں تمہیں ساری کہانی سناؤں گا کہ کیسے میں اس خاندان میں شامل ہوا تھا۔''

''مگر تب تک میں کیا کروں؟'' اُسامہ نے بے قراری سے کہا۔

''اگر کچھ کر سکتے ہو تو کرو میری طرف سے پوری اجازت ہے۔''

اور پھر یہ طے پا گیا کہ وہ خود کچھ کرے۔ کیونکہ حور کے لئے بے تاب بھی تو وہی ہو رہا تھا۔ ویسے جمال نے اُس سے کہہ دیا تھا کہ ناکامی کے سوا اُس کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ حور جیسی لڑکیاں شوہر کے لئے سخت تنگ ہو جاتی ہیں۔

''خیر دیکھی جائے گی۔'' اُسامہ نے لاپرواہی سے کہا اور دل میں سوچا کہ وہ اُس کو ساری کہانی سنانا چاہتا ہے۔ یعنی اُس پر اُس کو اعتبار آ گیا ہے۔ ویسے وہ بہت کچھ پہلے ہی باتوں باتوں میں اُسامہ کو بتا چکا تھا۔

کافی دیر بیٹھے وہ آفتاب کے مسئلے کا حل سوچتے رہے پھر اچانک اپنے کاندھے پر کسی کے ہاتھ کا دباؤ محسوس کر کے اُسامہ چونک پڑا۔ پلٹ کر دیکھا تو جبار کھڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ اس وقت جدید تراش کے بہترین سوٹ میں ملبوس بہت گریس فل لگ رہا تھا۔

''تم یہاں؟'' جبار نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں ـــــ یہ میرے دوست ہیں جمال صاحب۔ ان سے بات چیت کرنی تھی اس لئے ہوٹل چلے آئے۔''

اُسامہ نے جمال کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ جبار نے جمال سے مصافحہ کیا تو اُسامہ نے کہا۔

''یار! بہت دنوں بعد نظر آئے ہو ـــــ کہاں رہتے ہو آج کل؟ آؤ بیٹھو، کھڑے کیوں ہو؟'' اُسامہ نے کرسی اُس کی جانب کھسکائی۔

''بیٹھنے کا وقت نہیں ہے ـــــ دراصل میں ذرا جلدی میں ہوں۔ باتیں پھر کبھی سہی۔'' جبار نے کلائی پر بندھی گھڑی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''ایسی بھی کیا جلدی؟ بیٹھو۔'' اُسامہ نے پروگرام کے مطابق اُس کو بیٹھنے کی دعوت دی۔

''نہیں بھئی، شکریہ ـــــ دراصل میری وائف کی طبیعت ذرا ٹھیک نہیں۔ مجھے اُسے ڈاکٹر کے پاس لے جانا ہے اس لئے معذرت۔ میں بیٹھ نہیں سکتا۔'' جبار نے فکرمندی سے کہا۔

جواب سن کر اُسامہ کا دماغ ماؤف ہو گیا۔ کمبخت کیسی بیوی اور کیسی بیماری ـــــ دل چاہا اُٹھ کر دو چار ہاتھ جما دے کمینے کے مگر جمال کے سامنے ایسا نہیں کر سکتا تھا اس لئے ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

''کیا واقعی بھابی بیمار ہیں جبار؟''

''اور کیا یار! میں بکواس کر رہا ہوں؟'' جبار نے کچھ جھلا کر کہا جیسے واقعی بیوی کی بیماری سے پریشان ہو۔ پھر وہ فوراً چلا گیا اور اُسامہ دانت پیس کر رہ گیا یوں پروگرام خراب ہونے پر۔ اگر اس وقت جمال اُس کے سامنے نہ ہوتا تو وہیں اُس کی پٹائی کرتا۔ مگر مجبوری تھی۔ وہ بیٹھا دانت پیستا رہا اور بالآخر جمال سے ایک ضروری کام کا بہانہ کر کے اُٹھ گیا کہ اب وہ مزید جمال کے ساتھ بھی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

اُسے جبار کی حرکت بری لگی تھی۔ یہ بھلا مذاق کا کون سا موقع تھا۔ وہ جلد اُس کے پاس پہنچنا چاہتا تھا مگر جمال نے بھی بڑی مشکل سے اجازت دی تھی۔

اُسامہ جب اُس مخصوص جگہ پر پہنچا جہاں ملنے کا پروگرام طے تھا تو وہاں بھی دُور دُور تک ان دونوں میں سے کوئی بھی نہ تھا۔

کافی دیر بیٹھا وہ اُن کا انتظار کرتا رہا اور آخر اُن دونوں کو برا بھلا کہتے ہوئے گھر چلا آیا۔

* * *

اب گھر آنے کو بھی جی نہیں چاہتا تھا۔ وہ سب اُس کی رضامندی کے بغیر ہی شادی کی یا منگنی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اُس کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ بیٹے کے کماتے ہی ماں کو شادی کا شوق کیوں چڑھ جاتا ہے؟ حالانکہ دنیا میں شادی کے علاوہ بہت سارے کام ہیں اگر انسان سوچے تو۔

وہ دبے پاؤں گھر میں داخل ہوا اور جب اپنے کمرے میں پہنچا تو دروازے پر ہی رُک جانا پڑا۔ وہ دونوں شیطان یعنی جبار بمعہ شہزاد اُس کے کمرے میں موجود تھے اور بڑے آرام سے بیڈ پر بیٹھے مطالعے میں محو تھے گویا مطالعے سے بڑھ کر اس وقت کوئی اہم کام نہ تھا۔ اُن کو دیکھ کر اُس کا خون کھولنے لگا ـــــ کتنی ہی دیر وہ دروازے میں کھڑا اُن دونوں کو گھورتا رہا مگر وہ یوں بنے رہے جیسے اُس کی آمد سے بے خبر ہوں۔ مارے غصے کے اُس نے تپائی کو ٹھوکر مار کر گرا دیا اور اپنی موجودگی کا احساس دلایا اور وہ دونوں بھی چونک پڑنے کی اداکاری کرنے لگے اور اُسامہ دانت پیس کر رہ گیا۔

''ارے ـــــ تم کب آئے؟'' شہزاد نے دانت نکالتے ہوئے پوچھا۔

وہ جانتا تھا کہ وہ اُسے اندر داخل ہوتے ہی دیکھ چکے تھے۔ وہ شہزاد کی بات کا جواب دیئے بغیر چپ چاپ بیٹھ کر بوٹ اتارنے لگا۔

''لگتا ہے بہت سخت ناراض ہے۔'' شہزاد نے خلافِ معمول سنجیدہ لہجے میں کہا تو جواب میں جبار نے ہنس کر کہا۔

''بھئی بھابی سے ملاقات نہیں ہو سکی ہو گی۔ کیوں اُسامہ! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟'' اُس کے لہجے میں شرارت ہی شرارت تھی۔ اُسامہ سلگ اُٹھا مگر چپ رہا۔

''کیا بات ہے یار ـــــ طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟'' جبار نے پھر مسکرا کر پوچھا۔

اُسامہ نے پینٹ میں سے شرٹ نکالتے ہوئے اُن کو دیکھا پھر اُٹھ کر باتھ میں چلا گیا۔ واپس آیا تو وہ دونوں مسکرا رہے تھے۔ وہ اُن کی پروا کئے بغیر کرسی دریچے کے قریب کھینچ کر بیٹھ گیا اور باہر لگی بوگن ویلیا کی بیل کے خوبصورت سفید پھولوں کو دیکھنے لگا۔

''ضروری نہیں کہ کسی بڑے ادیب کو ہی پڑھا جائے۔ کبھی کبھی نیا اور عام لکھنے والا بھی بہت اچھا لکھ دیتا ہے۔'' جبار نے جب دیکھا اُس نے کتاب مارنے پر بھی کوئی اثر نہیں لیا تو شہزاد سے کتاب کے بارے میں رائے زنی کرنے لگا۔

''بھئی شہزاد! یہ رضیہ بٹ نئی نسل کو کیا پڑھانا چاہتی ہے؟''

''وہی جو نئی نسل خود پڑھنا چاہتی ہے۔'' شہزاد نے جواب دیا۔

''بکواس مت کرو یار! لکھنے والوں پر قوم کے سدھار کی کچھ ذمہ داری ہوتی ہے۔ مگر یہ لکھنے والے ـــــ ان کو عشقیہ کہانیوں کے سوا کچھ لکھنا ہی نہیں آتا۔ اور یہ رضیہ بٹ، اس نے تو 'وحشی' اور 'اسمہ' میں حد ہی کر دی ہے بے شرمی کی۔''

''تم نے شاید بشریٰ رحمان کا 'پیاسی' نہیں پڑھا۔'' شہزاد نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''اگر میں نے نہیں پڑھا تو تم نے کیسے پڑھ لیا جبکہ تمہیں پڑھنے سے کچھ زیادہ دلچسپی بھی نہیں۔''

وہ دونوں آپس میں یوں باتیں کر رہے تھے جیسے اس کی موجودگی کو بھول گئے ہوں اور اُس کو مارے غصے کے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔

وہ دونوں بہت دیر تک آپس میں بے سروپا باتیں کرتے رہے، پھر چپ ہو گئے۔ کچھ وقت خاموشی کی نذر ہوا پھر جبار اُٹھ کر اس کے سامنے آیا۔ کچھ دیر کھڑا اُسے دیکھتا رہا، پھر بڑی معصومیت سے پوچھا۔

''کیا ہم لوگ چلے جائیں؟''

اُسامہ نے کوئی جواب نہ دیا تو شہزاد نے ہانک لگائی۔ ''آؤ بھئی ـــــ صاحب جی کا وقت ضائع مت کرو۔'' پھر وہ دونوں دروازے کی طرف بڑھے۔ اور جب اُسامہ کو یقین ہو گیا کہ وہ شیطان اب رُکنے والے نہیں تو اُس نے دانت پیستے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا۔

''یہ خیر سے تم بیوی والے کب سے ہو گئے؟''

جبار جہاں تھا، وہیں رک گیا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اُس کے قریب آیا اور اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں پوچھا۔

''تو گویا میں یہ سمجھوں کہ تمہارا یہ سارا غصہ اس لئے ہے کہ میں بیوی والا ہو گیا اور تُو ابھی تک کنوارہ ہے۔''

''بکواس مت کرو ـــــ'' وہ حلق پھاڑ کر چیخا اور شہزاد قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

''ہائیں، ہائیں ـــــ وہ محبوبہ والا ہو گیا اور تم بیوی والے۔ تو کیا میں بیوہ والا بھی نہیں ہو سکتا؟ ارے باپ رے، میرا مطلب ہے ـــــ'' وہ اپنی عادت کے مطابق کھی کھی کرنے لگا۔

''چلو یار! مذاق ختم۔'' جبار نے اُسامہ کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

''دیکھو بھئی، تم جمال کے ساتھ ہوٹل آئے تھے تو میں تو اُس کو دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ تو شکل سے ہی بڑا خبیث شیطان نظر آتا ہے۔ اسے دیکھ کر میں نے اپنا پروگرام بدل دیا کہ کہیں اُس کو شک نہ ہو جائے کہ آج ہی پہلے شہزاد ملا اور بعد میں، میں مل گیا۔ آخر یہ اتفاق ایک ہی دن اور تمہاری موجودگی میں ہی کیوں ہوا؟'' وہ اتنا کہہ کر کچھ سوچنے لگا۔

''رُک کیوں گئے ـــــ آگے بکو؟'' اُسامہ نے تلخی سے کہا۔

''آگے کا پروگرام بتانے سے پہلے یہ سننا چاہتا ہوں کہ جمال نے شہزاد کے بارے میں کیا کہا؟'' اور اُسامہ کو غصہ ختم کر کے بتانا پڑا۔

''میں نے تو سوچا تھا اُس کے آفس میں شہزاد کے لئے جاب حاصل کروں گا۔ مگر لگتا ہے قسمت کچھ زیادہ ہی مہربان ہے۔ اُس نے آفتاب کی دیکھ بھال کے لئے شہزاد کا انتخاب کیا ہے۔''

''ویری گڈ تو اب میرا پروگرام سنو۔'' شہزاد کے جوائن کرنے کے چند روز بعد تم جمال سے میرا ذکر ان الفاظ میں کرو گے کہ جمال صاحب آپ نے اُس دن میرے دوست جبار کو دیکھا تھا بے چارے کی بیوی سخت بیمار ہے اور گھر میں علاج کے لئے ایک پیسہ تک نہیں۔ دن رات جاب کے لئے مارا مارا پھرتا ہے۔ اگر آپ کے یہاں کوئی جگہ خالی ہو تو پلیز اُس کو ''

''ارے واہ '' اُسامہ اُچھل کر بیٹھتے ہوئے بولا۔'' آخر یہ خیال میرے دماغ میں کیوں نہ آیا؟''

''دماغ ہوتا تو آتا۔'' شہزاد پھر شرارت میں آ گیا جبکہ جبار سنجیدگی سے کہنے لگا۔

''اب سمجھ میں آئی بات یار! وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ تم اگر آفتاب کی جان اور فرخ کی عزت بچانا چاہتے ہو تو تمہیں ہر قدم پھونک پھونک کر اُٹھانا ہوگا ــــــ کسی بھی کام میں عجلت نہیں کرو گے ورنہ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ میں ابنِ صفی کو پڑھتا رہا ہوں۔ مجھے مجرموں کی نفسیات کا اچھی طرح علم ہے۔ اب میں چلتا ہوں اور اُس وقت تک خدا حافظ جب تک تم میری جاب کا انتظام نہیں کرتے۔ لیکن یہ سب کرتے ہوئے بھی یہ خیال رکھنا کہ دو ماہ بعد ہمیں شپ پر واپس جانا ہے۔ اوکے۔'' وہ دروازے کی طرف بڑھا تو اُسامہ ذہن میں آئے ہوئے پریشان کن خیال کے تحت لپک کر جبار کا بازو پکڑتے ہوئے بولا۔

''یار ذرا رکو۔''

''کیوں ــــــ اب کیا ہوا؟'' جبار نے پوچھا۔ جب کہ شہزاد وہیں دروازے میں کھڑا اُس کو گھورتا رہا۔

''وہ میرا گھر والے میری شادی کرنا چاہتے ہیں۔''

''واقعی؟'' شہزاد نے چہک کر پوچھا۔ مگر جبار نے سنجیدگی سے کہا۔

''اُسامہ! فی الحال اس پروگرام کو ملتوی رکھو ــــــ جمال تمہیں فرخ کے ساتھ شادی تو کیا اُسے نظر بھر کر دیکھنے کی بھی اجازت نہ دے گا اور پھر تم فرخ کے حقدار صرف آفتاب کی جان بچا کر ہی بن سکتے ہو۔ گھر والوں سے کہہ دو کہ تم ابھی شادی کرنا نہیں چاہتے۔ فی الحال یہی تمہارے حق میں بہتر بھی ہے۔''

''یار! تم نے پوری بات سنے بغیر ہی مجھے لیکچر دے دیا ہے۔'' اُسامہ نے جھلا کر کہا۔

''پھر؟'' جبار نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

''بھابی اپنی بہن سے میری شادی کرنا چاہتی ہیں۔''

''خبردار ــــــ'' شہزاد نے مصنوعی غصے سے کہا۔'' شادی تم صرف میری بہن سے کرو گے۔ ورنہ میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔''

''تمہاری بہن؟'' اُسامہ اور جبار نے بیک وقت پوچھا۔

''ہاں، میری بہن۔'' شہزاد نے شرمندہ ہونے کی اداکاری کی پھر حلق پھاڑ کر چلایا۔'' بے وقوفو! کیا میں نے تم دونوں کے سامنے فرخ کو بہن نہیں کہا تھا؟''

اُس کی بات سن کر اُسامہ اور جبار کی ہنسی نکل گئی جبکہ وہ لاپرواہی سے دروازے سے باہر دیکھنے لگا۔ تب اُسامہ نے اُس کو اور جبار کو پوری بات بتا دی۔

''یار! تم کیوں ہماری چھٹیاں غارت کرنے پر تُل گئے ہو ــــــ تمہارا ایک مسئلہ ابھی ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔'' شہزاد نے اُسے گھورتے ہوئے کہا اور جبار مسکرانے لگا۔

''تم مسکرا رہے ہو؟'' وہ شکایتی انداز میں جبار سے مخاطب ہوا۔

''واقعی، بات تو رونے کی ہے۔'' جبار افسردہ نظر آنے کی کوشش کرنے لگا اور شہزاد نے کہا۔

''چھوڑو جبار! ہماری چھٹیاں تو یہ غارت کر ہی چکا ہے۔ اب اس نئے مسئلے کا حل بھی ہمیں ہی سوچنا ہے۔''

''مگر اس کا حل ہوگا کیا؟''

''اتنی جلدی کیا ہے ــــــ گھر جا کر اطمینان سے سوچیں گے۔'' جبار نے کہا اور پھر اُسامہ کے روکنے کے باوجود وہ دونوں اُسے خدا حافظ کہہ کر چلے گئے اور وہ بھابی کی آواز سن کر کھانے کی میز پر آیا تو وہاں صرف بھائی جان، بھابی اور امی تھیں۔ بچے غائب تھے۔ اُس نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''بھابی! بچے کہاں ہیں؟''

''ان کو میں نے پہلے کھلا کر سلا دیا۔ کیونکہ شہزاد اور جبار نے کہا تھا وہ دونوں ہمارے ساتھ کھائیں گے۔'' بھابی نے بتایا تو اُسے دکھ ہوا کہ وہ اُس کا نیا مسئلہ سن کر فوراً چلے گئے تھے۔ اُس نے چند نوالے زہر مار کئے، پھر بھابی اور امی کی باتوں سے بچنے کے لئے جلدی سے اُٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا اور آنے والے کل کے بارے میں سوچنے لگا جب اُسے شہزاد کو لے کر جمال کے پاس فرخ کے گھر جانا تھا اور پھر جمال نے اپنی کہانی سنانے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ وہ کہانی کیا ہوگی؟ سوچتے سوچتے نیند کی گہری وادی میں اُتر گیا۔

صبح دس بجے کے قریب وہ شہزاد کے پاس آیا تو ملازم نے بتایا وہ ابھی تک سو رہے ہیں۔ اُسامہ اُس کے کمرے کی طرف بڑھا تو اپنے کمرے سے باہر آتی بیگم اشرف سے ملاقات ہو گئی۔ اُسامہ نے سلام کیا تو بیگم اشرف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ارے لڑکو! یہ کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو ــــــ سارا وقت بھاگے بھاگے پھرتے ہو۔ ہمارے پاس بیٹھنے کا وقت نہیں رہا کیا تم لوگوں کے پاس؟ ــــــ اب دیکھو، شہزاد سارا دن تو خیر گھر سے باہر رہتا ہے، اب رات کو بھی دیر سے آنا شروع کر دیا ہے۔''

''سوری آنٹی! اصل میں مجھے تو خود شہزاد نہیں ملتا۔ اسی لئے تو آیا ہوں۔'' اُسامہ نے دل ہی دل میں خود پر لعنت بھیجتے ہوئے جھوٹ بولا۔ اور کہتا بھی تو کیا۔

''تم سے بھی نہیں ملتا تو سارا وقت رہتا کہاں ہے؟'' انہوں نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''چھوڑیئے آنٹی! ان باتوں کو۔ آپ سنائیں، کیا حال ہے؟ ــــــ انکل کیسے ہیں؟'' اُسامہ نے موضوع بدلنے کے لئے کہا۔

''سب ٹھیک ہے۔ اور اب تم بھی تو نہیں آتے۔ ورنہ پہلے ہر دوسرے تیسرے دن آ جاتے تھے۔ اب کیا ہوا؟''

''جی وہ بھائی جان کے ساتھ آفس جاتا ہوں۔'' اُسامہ نے دوسرا جھوٹ بولا کہ شہزاد کی ممی کسی طرح مطمئن نہ ہو رہی تھیں۔

''تم بھائی کے ساتھ آفس جاتے ہو ــــــ یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ ذرا شہزاد کو بھی سمجھانا، اُس کے بابا بہت چاہتے ہیں کہ وہ اُن کا ہاتھ بٹائے۔ مگر وہ سنتا ہی نہیں۔''

''جی، میں کوشش کروں گا۔'' اُسامہ نے جواب دیا اور سوچا یہ میں کس مشکل میں پھنس گیا ہوں۔ اچانک شہزاد نے اُس کی مشکل آسان کر دی۔

''ممی! ناشتہ۔'' وہ تھوڑے فاصلے پر کھڑا کہہ رہا تھا۔

''اوہ اچھا، میں کہتی ہوں ملازمہ سے۔'' وہ چلی گئیں تو شہزاد، اُسامہ کے قریب آیا۔ پھر سر سے لے کر پاؤں تک اُسے دیکھا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔

''ہوں ــــــ تم بھائی جان کے آفس جاتے ہو اور میں آوارگی کرتا ہوں۔ یہی مطلب تھا نا تمہارا؟'' وہ گھونسا تان کر اُس پر جھپٹا۔

''ارے، ارے ــــــ سنو تو سہی پھر اور کیا کہتا؟ ــــــ یار سمجھنے کی کوشش کرو۔ تمہاری ممی جرح بھی تو بہت کرتی ہیں۔ آخر یہ وکیل کیوں نہ بن گئیں؟'' اُسامہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''ابھی ممی آتی ہیں تو پوچھتا ہوں۔'' شہزاد نے کہا۔

''ارے یہ غضب نہ کرنا۔'' اُسامہ نے بوکھلا کر کہا پھر اُس کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔'' اتنی دیر تک سونے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے گیارہ بجے کا جمال کو ٹائم دے رکھا ہے۔''

''رات دیر سے سوئے تھے۔'' شہزاد نے دوبارہ بستر پر لیٹتے ہوئے جواب دیا۔

''دیر تک کیا کرتے رہے تھے جبکہ تمہیں معلوم تھا آج ــــــ''

''دیر تک تمہارے نئے مسئلے کے بارے میں سوچتے رہے تھے۔''

''اوہ، ہاں ــــــ کیا بنا اُس کا؟'' اُسامہ نے پوچھا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔'' گولی مارو اس مسئلے کو وہاں جمال ناراض ہو رہا ہوگا۔ چلو جلدی سے کپڑے بدلو اور میرے ساتھ چلو۔''

شہزاد نے کوئی جواب نہ دیا، لباس اُٹھایا اور باتھ روم سے ملحقہ ڈریسنگ روم میں چلا گیا اور جب باہر آیا تو اُسامہ نے ایک نظر اُس کے لباس پر ڈال کر کہا۔

''یہ سوٹ پہن کر جاؤ گے تم جمال کے پاس؟''

''پھر اور کون سے پہنوں؟'' شہزاد نے ناشتے والی ٹرے اپنی طرف کرتے ہوئے کہا جو اُس کی غیر موجودگی میں آ چکا تھا۔

''یار! اُس دن والا لباس پہنو۔ وہ کہاں رکھا ہے؟''

''رواج تو نہیں ہے۔ مگر یار! شلوار قمیص پہننے میں کیا حرج ہے؟ یہ لباس تو سب ہی پہنتے ہیں۔'' شہزاد نے ناشتہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ اُس نے اسامہ کو بھی دعوت بھی نہ دی تھی ناشتہ کرنے کی۔

''اگر حرج نہیں تھا تو اُس دن جمال کے سامنے اُس لباس میں کیوں آئے تھے؟ اب اُٹھو اور وہی لباس پہنو۔''

''یار تم رہو یہاں مما نے دیکھ لیا تو پھر؟''

''تو پھر ساتھ لے لو۔ راستے میں کسی ''

''ارے چلو یار! وہ بیگ میں نے مالی بابا کے پاس رکھوا دیا تھا۔ وہاں سے لیتے ہوئے باہر نکل جائیں گے۔'' پھر وہ دونوں سرونٹ کوارٹر میں آئے اور کپڑے لے کر باہر چلے گئے۔

اسامہ کو دیکھتے ہی چوکیدار نے اندر جانے کا کہتے ہوئے بتایا۔ ''صاحب بہت دیر سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔''

اسامہ ملازم کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آیا تو جمال بے زار سا بیٹھا تھا۔ اسامہ کو دیکھتے ہی برا سا منہ بناتے ہوئے بولا۔

''کیا ٹائم دیا تھا تم نے مجھے؟''

''سوری جمال صاحب! بس ذرا دیر ہوگئی۔'' اسامہ نے معذرت کی۔

''تھوڑی دیر؟ پورا ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ ہو۔''

''سوری ـــــــ'' اسامہ نے پھر کہا۔

''بیٹھو ـــــــ'' جمال نے اشارے سے کہا پھر شہزاد کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''سب سے پہلے تم اپنا حلیہ بدلو، تہبند باندھ کر تمہیں یہاں کام کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا میں۔ اور بالوں میں تیل اتنا ڈالو جتنا بالوں میں رہے۔ بہہ کر منہ پر نہ آئے۔'' جمال نے ناگواری سے شہزاد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی، میں اسامہ صاحب سے کپڑے مانگ لوں گا۔'' شہزاد نے سر جھکا کر کہا تو جمال بولا۔

''اسامہ سے کیوں ـــــــ آفتاب کے کچھ سوٹ میں حور سے کہہ دوں گا کہ تمہیں دے دے ـــــــ آؤ، اب تمہیں آفتاب سے ملواؤں۔'' پھر وہ دونوں کو ساتھ لے کر آفتاب کے کمرے میں آیا تو وہاں حور بھی موجود تھی۔ جمال کو دیکھتے ہی اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسی بیماری ہے جو نہ کم ہوتی ہے نہ بڑھتی ہے ـــــــ پہلے دن سے ہی یہی حال دیکھ رہا ہوں۔''

''اس میں میرا کیا قصور ہے؟ یہ بیماری تو خود ڈاکٹرز کی سمجھ میں نہیں آرہی۔'' جمال نے خشک لہجے میں کہا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر اس کو مزید یہاں رکھنے کا فائدہ؟ ـــــــ آخر یہ بزنس، جائیداد وغیرہ آفتاب کی ہی تو ہے۔ سنو، میں آفتاب کو علاج کے لئے باہر لے کر جانا چاہتی ہوں۔ تم اس ماہ کے اندر اندر سارے کاغذات وغیرہ تیار کرواؤ اور ویزہ بھی حاصل کرو۔'' حور نے حکم دینے والے لہجے میں کہا۔

''جی بہتر۔'' جمال نے آہستگی سے کہا، پھر شہزاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ''یہ آفتاب کا نیا خدمت گار ہے ـــــــ پہلے نے جواب دے دیا تھا۔''

حور نے ایک اچٹتی نظر شہزاد پر ڈالی پھر باہر نکلتے ہوئے بولیں۔ ''جو جی میں آتا ہے کرو مگر جو میں نے کہا ہے اس پر بھی عمل کرنا۔ ایک ماہ کے اندر ساری تیاری مکمل ہونی چاہئے۔'' اور وہ باہر چلی گئی۔

''گندی کتیا۔'' جمال نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ ''بہت جلد تمہیں بھی دیکھ لوں گا۔'' وہ جو حور کے سامنے جی اچھا کہہ رہا تھا اب مارے غصے کے کھول رہا تھا۔ پھر اس نے سخت لہجے میں شہزاد سے کہا۔

''میرا خیال ہے تمہیں تمہارے کام کے بارے میں بتانے کی ضرورت تو نہیں۔ یہ ہے آفتاب، جسے تم کو سنبھالنا ہے ـــــــ اور کان کھول کر سن لو، تم صرف میرے ملازم ہو، حور کے نہیں۔ اس لئے وہ تم سے کچھ بھی پوچھے تم اپنی زبان بند رکھو گے ـــــــ اسامہ!'' وہ اچانک اُس کی طرف مڑا۔ ''تم ذرا اس کو اچھی طرح سمجھا دو ـــــــ میں ذرا آفس ایک فون کر لوں، پھر باتیں کریں گے۔ وہیں ڈرائنگ روم میں آجانا۔''

''جی اچھا۔'' اسامہ نے کہا اور جمال آخری نظر جس میں نہ جانے کیا کیا تھا، آفتاب پر ڈالتے ہوئے باہر نکل گیا۔ اُس کے جانے کے بعد شہزاد نے اسامہ کو دیکھا اور اسامہ نے اُس کو چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے تنبیہی لہجے میں کہا۔

''کبرا! جمال صاحب نے جو کچھ تم سے کہا ہے اس کا خیال رکھنا۔'' اور خود بھی کمرے سے باہر نکل آیا۔ حور کوریڈور میں ٹہل رہی تھی۔ اسامہ کے باہر آتے ہی وہ پھر آفتاب کے کمرے میں چلی گئی۔

اسامہ ڈرائنگ روم میں آیا تو جمال فون پر کسی سے باتوں میں مصروف تھا۔ اسامہ کو دیکھتے ہی اُس نے ریسیور رکھا پھر کہا۔

''آؤ چلیں ـــــــ یہاں تو کوئی بات نہیں ہوسکتی آج۔''

''کیوں ـــــــ آج کچھ خاص بات ہوگئی؟'' اسامہ نے اُس کے ساتھ باہر آتے ہوئے ہنس کر پوچھا۔

''خاص ـــــــ'' جمال نے غرا کر کہا۔ ''تم نے دیکھا نہیں وہ کتیا بھونک کیسے رہی تھی۔ مجھے حکم دے رہی تھی ذلیل عورت۔ میری پاور کو نہیں جانتی۔'' وہ رکا، پھر گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔ ''بیٹھو۔''

''اب کیا آفس چل رہے ہیں؟'' اسامہ نے اُس کے برابر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں ـــــــ تم نے دیکھا نہیں وہاں کیا بات ہوسکتی تھی اس کتیا کی موجودگی میں۔'' جمال نے پھر دانت پیسے۔

''بہت خفا لگتے ہیں آپ حور سے؟'' اسامہ نے پوچھا۔

''تم نے خود نہیں دیکھا وہ مجھ سے کس لہجے میں بات کر رہی تھی ـــــــ کچھ دنوں سے میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ مجھ پر شک کرنے لگی ہے جیسے میں ہی اُس کے شوہر کی بیماری کا ذمہ دار ہوں۔''

''تو کیا آپ نہیں ہیں؟'' اسامہ نے حیرت سے پوچھا۔

''قطعی نہیں۔'' جمال برا سا منہ بناتے ہوئے بولا۔ ''جو خود ہی مر رہا ہو اُس کو مارنے کی مجھے کیا ضرورت ہے؟''

''آپ کا مطلب ہے آفتاب کی یہ حالت اپنی ہی کسی بیماری کی وجہ سے ہے؟'' اسامہ نے حیرت سے پوچھا۔

''کیوں، تمہیں بھی شک ہے؟'' جمال نے گھور کر اسامہ کو دیکھا۔

''میرا مطلب یہ نہیں تھا ـــــــ میں تو یہ پوچھنا چاہتا تھا آخر بیماری کیا ہے اُس کو جس نے اُس کی یہ حالت بنا دی ہے؟''

''اس کی یہ بیماری تو خود ڈاکٹرز تو کیا پروفیسرز تک کی سمجھ میں نہیں آرہی پھر میں تمہیں کیا بتاؤں۔'' جمال نے گاڑی روک دی۔ آفس آچکا تھا۔

پھر اپنے آفس میں آنے تک جمال تو چپ رہا جب کہ اسامہ سوچ رہا تھا ـــــــ 'ابھی تھوڑا عرصہ پہلے ہی تو جمال نے کہا تھا کہ ابھی میں آفتاب کو ختم نہیں کرسکتا کہ لوگ کہیں گے پہلے وائف چل بسے اور اب بیٹا۔'

اسامہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جمال اب یہ بات کیوں چھپانا چاہتا ہے کہ وہ آفتاب کو خود ختم کر رہا ہے ـــــــ اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ جمال سچ کہہ رہا ہے تو پھر اُس نے نرس سے کیوں کہا تھا کہ تمہارے بھائی کو جمال آہستہ آہستہ زہر دے کر ختم کر رہا ہے۔ دونوں میں سے کون سچا تھا؟ اوہ ـــــــ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے مجھ پر شک ہوگیا ہو اور اب وہ اس بات کو چھپانا چاہتا ہو۔ مگر یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر اُس کو مجھ پر شک ہوتا تو وہ کبھی شہزاد کو آفتاب کے خدمت گار کی حیثیت سے قبول نہ کرتا۔

''تم کس سوچ میں پڑ گئے ہو؟ بیٹھو۔'' جمال نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اسامہ سے کہا اور اسامہ بدستور سوچ میں گم بیٹھ گیا۔ جمال نے بغور اُس کو دیکھا پھر پوچھا۔

''بہت گہری سوچ میں ہو ـــــــ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کیا سوچ رہے ہو تم؟''

''جی، میں سوچ رہا تھا ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی تو آپ نے کہا تھا کہ میں آفتاب کو اتنی جلدی ختم نہیں کرسکتا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ پہلے ـــــــ''

''اوہ بہت اچھی طرح یاد رہی تمہیں یہ بات۔'' جمال نے ہلکی سی ناگواری سے کہا۔

''خیر، ایسی بھی کوئی بات نہیں بس آپ کی بات سے اتفاقاً یہ بات یاد آگئی مجھے۔'' اسامہ نے اپنی صفائی پیش کی۔

جمال چند لمحے اُس کو گھورنے والے انداز میں دیکھتا رہا پھر طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''کیا نام تھا اُس لڑکی کا جس نے تمہاری وجہ سے خودکشی کی تھی؟''

اسامہ نے چونک کر جمال کی طرف دیکھا تو اُس نے کہا۔ ''اب بھی دیکھو، میرے پاس امبر کا وہ خط ہے جو تمہیں پھانسی نہ سہی، کم از کم عمر قید تو کروا ہی سکتا ہے مگر مجھے کبھی بھول کر بھی اس کا خیال نہیں آیا حالانکہ وہ آج بھی میرے پاس ہے۔'' جمال کے لہجے میں کمینگی سی کمینگی تھی۔ کو کہ اسامہ کے لئے اس حد کی کوئی اہمیت نہ

تھی کہ اکبر تو زندہ تھی مگر جمال نے جس لہجے میں بات کی تھی اس نے اُسامہ کو چونکنے پر مجبور کر دیا تھا اور اُسامہ نہایت پریشانی سے سوچ رہا تھا۔

''آخر مجھے یہ بات کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ جمال کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے میں کتنا گر گیا تھا۔ اور اب جب پہلا مرحلہ کامیابی سے طے ہونے والا تھا، میری ہی حماقت سے کہیں بگڑ نہ جائے۔ اگر ایسا ہوا تو شہزاد اور جبار میری جان عذاب میں کر دیں گے۔''

جمال جو بغور اُس کا جائزہ لے رہا تھا، اُسامہ کو پریشان دیکھ کر اس نے سوچا شاید اس کی دھمکی سے ڈر گیا ہے اس لئے نرم لہجے میں بولا۔

''اب یوں پریشان ہو رہے ہو میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا ہم یاروں کے یار ہیں۔ تمہارا یہ راز ہمیشہ میرے سینے میں رہے گا مگر تم نے مجھ پر شک کر کے کیا میرے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی؟''

''سوری جمال صاحب میرا مقصد یہ نہیں تھا میں نے تو محض اتفاق سے وہ بات کی تھی جس کا آپ نے اتنا برا منایا کہ اکبر کے خون کی دھمکی بھی دے ڈالی۔'' اُسامہ نے بھی شکوہ کیا۔

''خیر اب چھوڑو اس بات کو ـــــ یہ بتاؤ کیا پیو گے؟'' جمال نے موڈ خوشگوار بناتے ہوئے پوچھا۔

''جی شکریہ ـــــ اب تو مجھے اجازت دیں۔'' اُسامہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''بہت زیادہ ناراض ہو گئے ہو؟'' جمال نے مسکرا کر پوچھا۔

''کیا نہیں ہونا چاہئے؟'' اُسامہ نے بھی منہ پھلا کر جواب دیا۔

''سوری بھئی، مجھے معاف کر دو۔'' جمال نے کہا۔ پھر انٹرکام پر سیکرٹری کو چائے کا کہتے ہوئے اُسامہ کی طرف دیکھنے لگا۔

کچھ دیر بعد ہی چائے آ گئی۔ سیکرٹری نے دونوں کو چائے بنا کر دی اور پھر چلی گئی۔ جمال نے چائے کا سپ لیا، پھر کہنے لگا۔

''اُسامہ! ایک تو تمہارے انتظار سے میرا موڈ آف ہو رہا تھا کہ میں وقت کا بہت پابند ہوں۔ اُس پر وہ کتیا فالتو بکواس کرنے لگی۔''

''اب جانے دیجئے ـــــ اور مجھے بھی اجازت دیجئے۔'' اُسامہ نے خالی کپ پرچ میں رکھتے ہوئے ایک بار پھر جانے کی اجازت چاہی۔

''ابھی تک ناراض ہو؟''

''ایسی کوئی بات نہیں ـــــ دراصل اکبر نے کہا تھا میرے ہوتے ہوئے وہ کسی دوسرے کے کپڑے نہیں پہنے گا۔ اب اُسے اپنے کچھ سوٹ دیئے جاؤں گا۔'' اُسامہ نے کہا۔ حالانکہ اصل وہ اس لئے جا رہا تھا کہ کہیں کوئی مزید ناگوار بات نہ ہو جائے۔ جمال اُس کو روکنا چاہتا تھا مگر سیکرٹری کی طرف سے آنے والے فون کو سن کر بولا۔

''اوکے ـــــ پھر ایسا کرنا، رات کو میرے گھر آ جانا ـــــ پھر بات چیت کریں گے۔ اصل میں اب میں بھی مصروف ہو جاؤں گا کیونکہ ایک صاحب مجھ سے ملنے آ رہے ہیں۔''

''جی بہتر۔'' اُسامہ نے جلدی سے کہا اور باہر نکل آیا۔

شہزاد نے کہا تھا۔ ''میں کسی بیمار کے سوٹ استعمال نہیں کروں گا۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ تم گھر سے میرے ہی دو چار سوٹ اپنے نام سے لا دو۔'' کیونکہ قد و قامت ان تینوں دوستوں کا ایک سا تھا۔

وہاں چونکہ اُسامہ، جمال کے ساتھ جانے کی جلدی میں تھا اس لئے ''اچھا'' کہہ کر نکل آیا تھا۔ مگر اب سوچ رہا تھا کیا شہزاد کے گھر جانا مناسب ہوگا؟ اُس کی ممی کے سوالوں کا جواب دینے سے بہتر ہے کہ بازار سے سوٹ لے لئے جائیں۔ یہ سوچتے ہوئے وہ سیدھا صدر آیا اور چند سوٹ خرید کر شہزاد کی طرف روانہ ہو گیا۔

ویسے اُسے حیرت تھی کہ آج لالہ رخ، جمال کے ساتھ نظر نہ آئی تھی۔ گو کہ اس کا جمال کے ساتھ نظر نہ آنا ایک اچھی بات تھی کہ جمال کے ساتھ اُسے دیکھ کر اُسامہ کا خون کھولنے لگتا تھا مگر یہ جاننا بھی ضروری تھا کہ وہ کیوں نہیں آئی؟ کیونکہ اُسامہ تو آج یہ سوچ کر گھر سے نکلا تھا کہ بات چیت نہ سہی، لالہ رخ سے ملاقات تو ہو گی۔ وہ ایک نظر اُس کو دیکھ سکے گا۔ مگر نہ جانے کیوں جمال اُس کو ساتھ نہ لایا تھا۔ شاید اس نے سوچا ہو کہ کہیں اُسامہ سے باتیں کرنے میں وقت نہ ہو، پھر کہیں لالہ رخ وہ باتیں نہ سن لے حالانکہ لالہ رخ سے وہ کمینہ انسان ڈرتا ہی کب تھا۔

اُسامہ کوٹھی پہنچا اور گیٹ پر گاڑی روکتے ہوئے پیکٹ چوکیدار کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

''یہ اکبر تک پہنچا دینا۔ وہ جو تمہارے صاحب کا نیا خدمت گار ہے۔'' اُسامہ نے بات ختم کی ہی تھی کہ ایک دوسری کار اُس کے قریب آ کر رکی۔ اُسامہ نے دیکھا اور چونک پڑا۔ وہ لالہ رخ تھی۔ اپنی باجی کے ساتھ بیٹھی وہ بھی حیرت سے اُسامہ کو دیکھ رہی تھی۔ اُسامہ نے گاڑی سائیڈ پر کر کے انجن بند کیا اور وہ بھی باہر نکل آیا۔

لالہ رخ نے بھی باہر ہی گاڑی روک دی تھی اور اب باجی کے ساتھ چپ چاپ اُسامہ کے سامنے کھڑی تھی۔ اُسامہ نے اُس کی باجی کو سلام کیا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

''تم یہاں کیسے ـــــ کیا جمال اندر ہے؟''

''جمال صاحب تو اپنے آفس میں ہیں ـــــ میں دراصل ایک ضروری کام سے آیا تھا۔''

''اوہ اچھا ـــــ'' کہتے ہوئے لالہ رخ کی آپا گیٹ پار کر گئیں اور جب لالہ رخ نے بھی جانے کے لئے قدم اٹھایا تو اُسامہ نے چونک کر کہا۔

''تم تو رکو۔ ذرا دیر کو ہی سہی۔''

''جی ـــــ'' لالہ رخ اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

اُسامہ نے ایک پیار بھری نظر اُس پر ڈالی اور سوچا، کیا اس کو شہزاد کے بارے میں سب کچھ بتا دے؟ ـــــ مگر اچانک ہی چوکیدار کی موجودگی کا خیال کر کے بولا۔

''لالہ رخ! کیا تم تھوڑی دیر کے لئے میرے ساتھ چل سکتی ہو؟''

''نہیں، اتنا وقت تو نہیں ہے میرے پاس۔ اصل میں آج جمال بھائی مجھے ساتھ لے کر نہیں گئے۔ وجہ نہ جانے کیا تھی۔ میں نے سوچا چلو آپا کے ساتھ جا کر بھائی جان کو ہی دیکھ لوں۔'' لالہ رخ نے آہستہ سے بتایا جب کہ اُسامہ ایک ٹک اُس کے کولڈن چہرے پر نظر جمائے کھڑا تھا۔ بہت دنوں بعد اُسے دیکھا تھا اور دل بھر کر دیکھنا چاہتا تھا۔

''آپ کو کیا کہنا تھا؟'' لالہ رخ نے پوچھا تو وہ چونک پڑا۔ پھر ہلکا سا مسکرا کر بولا۔

''یہی کہ میں تمہارے ہی سلسلے میں مسلسل کام کر رہا ہوں ـــــ تم کوئی فکر نہ کرنا۔''

''مسلسل؟'' لالہ رخ نے اُس کی آنکھوں میں دیکھا، پھر کہا۔ ''مگر نتیجہ تو ابھی تک زیرو ہی ہے۔''

''ہاں ـــــ ٹھیک کہا ہے تم نے لالہ رخ کہ نتیجہ تو ابھی زیرو ہے۔ مگر ایسے کاموں میں نتیجہ ذرا دیر ہی سے آیا کرتا ہے۔ بہر حال تم اگر میرے ساتھ چلو تو میں تمہیں تفصیل سے بتا سکتا ہوں۔'' اُسامہ نے اُس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''آج تو نہیں، مگر جلد ہی۔ دراصل آج بھائی جان کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔'' لالہ رخ نے کہا اور مزید کوئی بات کئے بغیر اندر چلی گئی۔ اُسامہ بھی کار میں آ بیٹھا۔ اب وہ جبار کے پاس جانا چاہتا تھا کہ شہزاد سے تو شادی والے مسئلے پر بات کرنے کا وقت ہی نہ ملا تھا اور وہ جاننا چاہتا تھا کہ ان دونوں نے کیا حل نکالا تھا اس مسئلے کا۔

دستک دینے کے بعد اُسامہ سائیڈ میں کھڑا ہو گیا۔ جبار کے گیٹ پر چوکیدار نہیں تھا کیونکہ اُس کے والد چوکیدار کو فیشن یا پھر عیاشی سمجھتے تھے۔ کچھ دیر بعد ہی گیٹ کی کھڑکی کھلی اور جبار کی چھوٹی بہن فرحینہ نے باہر جھانکتے ہوئے پوچھا۔

''کون ہے؟''

''میں۔'' اُسامہ مسکراتا ہوا سامنے چلا آیا، پھر پوچھا۔ ''جبار ہے فرحینہ؟''

''جی، اندر ہیں۔'' فرحینہ نے بھی مسکرا کر کہا اور اُسامہ کو راستہ دینے کے لئے الگ ہٹ گئی۔

''تم کالج نہیں گئیں؟'' اُسامہ نے اُس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔

''آج مینا بازار ہے اس لئے نہیں گئی۔''

''مینا بازار میں تو لڑکیاں بڑے شوق سے جاتی ہیں۔'' اُسامہ نے حیران ہو کر اُس کو دیکھا۔ ''اور تم؟''

''دراصل آج ممی کی طبیعت ٹھیک نہیں اور آپ کو معلوم ہے ہمارے گھر میں کوئی نوکر بھی نہیں اس لئے۔'' فرحینہ نے بجھے لہجے میں کہا۔

''اوہ، کیا ہو گیا ہے؟'' اُسامہ نے پوچھنا اپنا فرض سمجھا۔

''بخار ہے تین دن سے۔'' فرحینہ نے بتایا۔

''میں دیکھ لوں؟'' اُسامہ نے پوچھا۔

''ابھی تو آرام کر رہی ہیں۔'' وہ اُس کو جبار کے کمرے تک چھوڑ کر چلی گئی اور اُسامہ بغیر دستک دیئے اندر چلا آیا۔ جبار حسب معمول مطالعہ میں مصروف تھا مگر کسی کتاب کے نہیں بلکہ اخبار کا۔ شاید وہ بھی دیر سے سو کر اٹھا تھا۔

"ہیلو" اُسامہ نے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

"او ہو تم آ گئے۔" جبار نے اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

"یار! ایک بج رہا ہے اور تم ابھی تک بستر میں ہو بڑے شرم کی بات ہے۔ اور پھر اگر تم گھر پر ہی تھے تو فریحہ کو مینا بازار جانے دیا ہوتا۔"

"بس ویسے ہی کرنے کو چونکہ کوئی خاص کام نہیں اس لئے اب تک بستر میں ہوں۔ ہاں، تم سناؤ، شہزاد کو چھوڑ آئے؟ اور فریحہ اگر مینا بازار نہیں جائے گی تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔ ہاں پھر بتایا نہیں، تم چھوڑ آئے شہزاد کو؟"

"ہاں اور سیدھا اُدھر سے ہی آ رہا ہوں۔ سوچا تم سے معلوم کرتا جاؤں، شادی کا کیا کروں۔ شہزاد سے تو کچھ پوچھنے کا وقت ہی نہیں ملا۔ وہ دیر تک سوتا رہا تھا۔"

"میرا اور شہزاد کا خیال ہے کہ ابھی تو لاہور فون کر دو کہ اُسامہ ذرا مصروف ہے اس لئے فی الحال وہ لوگ منگنی کے لئے نہ آئیں۔ یہ بات تم علی بھائی کی معرفت کہو گے۔"

"اور گھر والوں سے کیا کہوں گا؟ ظاہر ہے وہ نہیں آئیں گے تو بھابی فون کر کے ان سے پوچھیں گی۔"

"یہ تو ہے۔ اسی لئے شہزاد کہتا تھا کچھ عرصہ کے لئے گھر کے فون کو خراب رہنا چاہئے۔"

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو ــــــ گھر کا فون خراب ہوگا تو وہ بھائی جان کے دفتر والے نمبر پر رنگ کر لیں گے۔" اُسامہ نے جھلا کر کہا۔ "کیا یہی احمقانہ باتیں رات دیر تک سوچتے رہے تھے؟"

"یہ تو ہم نے سوچا ہی نہیں۔ تاہم اگر یہ نہیں کر سکتے تو پھر شادی سے صاف انکار کر دو کہ فی الحال اور کوئی راستہ نظر ہی نہیں آتا۔"

"اگر میں یہ کر سکتا تو پھر تم سے مدد مانگنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟" اُسامہ کھڑا ہو گیا۔

"ارے بیٹھو ــــــ کھڑے کیوں ہو گئے؟"

"چلتا ہوں۔ اب مجھے خود ہی کچھ سوچنا پڑے گا۔"

"اتنی جلدی کیا ہے ــــــ مجھے بتاؤ، اب شہزاد کا کیا پروگرام ہے؟" جبار نے اُسامہ کا ہاتھ پکڑ کر پھر بٹھا لیا۔

"کچھ خاص نہیں ــــــ آج کا دن تو وہ صرف حالات کا مشاہدہ کرے گا۔ پھر کل اپنا ٹائم ٹیبل طے کرے گا اور فون پر مجھے یا تمہیں بتا دے گا۔ ویسے وہ بتا رہا تھا کہ اُس نے اپنے ابو کے دوست پروفیسر رحمان سے بات کر لی ہے ــــــ جب بھی شہزاد اُسے فون کرے گا وہ اسی وقت مریض کو دیکھنے چلے آئیں گے۔ باقی پھر ان کی رپورٹ آنے کے بعد طے کریں گے۔"

"ہوں ــــــ اور جمال نے جو تمہیں کہانی سنانے کا کہا تھا۔" جبار کچھ بھی نہ بھولا تھا۔

"ارے وہ کہانی ــــــ" اُسامہ ہنس پڑا، پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔ "آج جمال نے مجھے امبر کے خط کی دھمکی دی ہے۔"

"مطلب؟" جبار نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"یار! کہتا تھا امبر کا خط مجھے پھانسی نہ سہی عمر قید کروا سکتا ہے۔"

"مگر کہہ کیوں رہا تھا، یہ تو بتاؤ۔" جبار نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ اس پر اُسامہ نے تمام روداد سناتے ہوئے کہا۔

"یار! پتہ نہیں، یہ ڈرامہ ہے یا حقیقت مگر حور آج بہت سخت لہجے میں جمال سے علاج کے بارے میں باز پرس کر رہی تھی۔"

"ڈرامہ ــــــ یار یہ صاف ڈرامہ۔ اگر وہ یہ بات تم سے چھپا گیا ہے کہ وہ آفتاب کو ختم نہیں کر رہا تو پھر یہ کیسے بتاتا کہ حور اُس کی ساتھی ہے۔"

"یار! یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حور کچھ بھی نہ جانتی ہو۔" اُسامہ نے سوچتے ہوئے کہا۔

"وہ سب جانتی ہے ــــــ آفتاب اُس کا شوہر ہے۔ سارا وقت وہ گھر پر رہتی ہے۔ پھر نہ جاننے کا کیا سوال ہے۔ خیر اور کیا بتایا جمال نے؟"

"بتایا تو کچھ خاص نہیں۔ میری بات پر اُس کا موڈ خراب ہو گیا اور پھر میں اجازت لے کر چلا آیا۔ ویسے رات کو بلایا ہے اُس نے۔"

"یہ تو پوچھ ہوتا کہ جمال رہنے والا کہاں کا ہے تا کہ اُس کے بارے میں تفصیل سے سب معلوم کیا جا سکے۔" جبار نے کہا۔

"پوچھوں گا ــــــ ویسے یار آج تو میں ڈر ہی گیا کہ میری ہی ذرا سی غلطی سے سارے کئے کرائے پر پانی پھرنے والا ہے۔ مگر صد شکر بچ گیا۔"

"اسی لئے کہتا ہوں ہر بات، ہر کام احتیاط سے کیا کرو۔" پھر وہ دونوں آئندہ کا پروگرام سیٹ کرنے لگے اور باتوں ہی باتوں میں ان کو وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ چونکے تو اس وقت جب فریحہ نے کھانا لگنے کی اطلاع دی۔

کھانے کے بعد اُسامہ گھر جانے کی بجائے جبار کے کمرے میں آرام کے لئے لیٹ گیا تھا۔ گھر کا خیال آتے ہی غصہ سا آنے لگتا تھا اور اب یہاں لیٹ کر بھی وہ جمال کی بجائے بھابی کی بہن کا سوچ رہا تھا۔

بھابی اُس کی ماموں زاد تھیں اور اپنے گھر میں سب سے بڑی تھیں۔ اُن سے چھوٹا بھائی لیاقت تھا۔ لیاقت کے بعد دو چھوٹی بہنیں تھیں، شاہانہ اور ریحانہ۔ ایک کالج میں تھی اور دوسری یونیورسٹی میں۔ اور حیرت کی بات یہ تھی کہ اُسامہ نے ابھی تک یہ بھی نہ پوچھا تھا کہ اُس کی منگنی کس کے ساتھ ہو رہی ہے۔ کیونکہ بھابی کے بعد سب سے چھوٹی ریحانہ ہی کچھ سلجھی لڑکی لگتی تھی۔ شاہانہ کا تو مزاج بھی شاہانہ تھا اور اب نمبر اسی کی شادی کا تھا۔

'اوہ، کہیں شاہانہ ...' اُسامہ گھبرا کر اُٹھ گیا۔ 'مگر کیا فرق پڑتا ہے اگر شاہانہ کی بجائے ریحانہ بھی ہو کہ مجھے تو دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی شادی نہیں کرنا۔ مجھے تو ــــــ' اچانک تصور میں فرخ کا سنہری چہرہ آ گیا اور اس کو دیکھتے دیکھتے وہ نیند کی گہری وادیوں میں اُتر گیا۔

آنکھ کھلی تو کمرے میں ملگجا اندھیرا چھا رہا تھا ــــــ اُسامہ بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا۔ کمرے میں وہ اکیلا ہی تھا۔ جبار شاید کھانے کے بعد کمرے میں آیا ہی نہ تھا۔ اُسامہ نے جلدی سے حلیہ ٹھیک کر کے جوتے پہنے اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ لان میں جبار کے والد اکیلے ہی بیٹھے تھے۔ اُسامہ نے سلام کرتے ہوئے جبار کا پوچھا تو پتہ چلا وہ گھر میں نہیں۔ یہ سنتے ہی اُسامہ نے جانے کی اجازت مانگی۔

"اتنی جلدی کیا ہے ــــــ بیٹھو، چائے پی کر جانا۔" جبار کے والد نے کہا۔

"شکریہ انکل! میں ویسے ہی بہت لیٹ ہو چکا ہوں۔ اب چلتا ہوں۔" کہتے ہوئے وہ جلدی سے باہر نکل آیا۔ اب اس کا پروگرام گھر جانے کا تھا تا کہ فریش ہو کر جمال سے ملنے جا سکے۔

گھر سے باہر گاڑی روک کر وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا۔ کمرے میں جانے تک اُس کا کسی سے سامنا نہ ہوا۔ اُسامہ نے وارڈ روب کھول کر سوٹ نکالا اور نہانے کے لئے باتھ روم میں چلا گیا۔ تیار ہو کر وہ کمرے سے باہر آیا۔

گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وہ جمال اور شہزاد دونوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ نہ جانے شہزاد نے آج کیا، کیا ہوگا اور جمال کا موڈ کیسا ہوگا؟

گاڑی جمال کے بنگلے کے باہر روک کر اُسامہ نیچے اُترا اور چوکیدار کو اندر اطلاع کرنے کا کہا۔

"صاحب! اندر چلے جائیں۔" کچھ دیر بعد چوکیدار نے واپس آ کر کہا۔ اُسامہ اندر چلا گیا۔ ابھی وہ ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ اچانک ساتھ کے کمرے کا دروازہ کھلا اور اگلے ہی لمحے فرخ اُس کے سامنے تھی۔ اُسامہ کو دیکھتے ہی ہلکی سی مسکراہٹ اُس کے چہرے پر بکھر گئی۔

اُسامہ خوشگوار حیرت سے اُسے دیکھنے لگا اور سوچنے لگا اُس کے مسکرانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ خیر وجہ کوئی بھی ہو، مسکرائی تو سہی۔

"جمال بھائی تو گھر پر نہیں ہیں۔" اُس کی مسکراتی آواز آئی۔

'بہت خوش نظر آ رہی ہے ــــــ نہ جانے کیا بات ہے۔' اُسامہ نے دل میں سوچا۔

"کھڑے کیوں ہیں ــــــ آئیے نا؟" اُس نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا اور اُسامہ حیرت زدہ اس کے پیچھے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔

"بیٹھئے۔" اُس نے اپنی مترنم آواز میں کہا۔

"جی شکریہ ــــــ" بیٹھتے ہوئے اُسامہ نے فرخ کو دیکھا۔ اُس کے چہرے پر ابھی تک مسکراہٹ تھی اور بغور اُسامہ کو دیکھ رہی تھی اور اُسامہ نے پہلی بار اُس کو یوں مسکراتے دیکھا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آج ضرور کوئی خاص بات ہی ہے جو فرخ مسکرا رہی ہے۔ مگر وہ اس خاص وجہ کے بارے میں پوچھ نہیں سکتا تھا۔

"کیا لیجیے گا؟" فرخ نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"جو تم پلا دو۔" اس کے اُسامہ نے بھی مسکرا کر کہا اور فرخ اُٹھ گئی۔

اُس کے جانے کے بعد اُسامہ سوچنے لگا، فرخ بہت خوش ہے اور جمال بھی گھر پہ نہیں۔ آفس تو بند ہو چکا ہوگا جب کہ آنے کا بھی اس نے مجھے خود کہا تھا اور ٹائم کا وہ بہت پابند ہے۔ پھر اب تک آیا کیوں نہیں۔

"لیجئے" فرخ کی آواز سن کر وہ چونک پڑا۔ وہ اُس کے لئے ایک گلاس جوس لائی تھی۔

"تم نہیں پیو گی؟"

"موڈ نہیں۔ آپ سنائیں، کیا کر رہے ہیں آج کل آپ؟" وہ بڑے اعتماد سے بات کر رہی تھی اور اُسامہ کو حیرت ہو رہی تھی اُس کے رویے پر۔

"جمال صاحب کب تک آئیں گے؟" اُسامہ نے فرخ کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ پتہ نہیں ...... آپ کو ٹائم دے رکھا تھا کیا انہوں نے؟" فرخ نے پوچھا۔

"ہاں۔ اسی لئے تو آیا ہوں۔" اُسامہ نے خالی گلاس تپائی پر رکھ دیا۔

"بہت گہری دوستی ہو رہی ہے آپ کی اُن سے۔"

"کیا مطلب؟" اُسامہ نے چونک کر اُس کو دیکھا۔ کیا وہ اُس پر شک کر رہی تھی؟ مگر نہیں، وہ تو مسکرا رہی تھی۔

"مطلب وہی ہے جو آپ سمجھتے ہیں۔" فرخ نے مسکرا کر کہا۔ اُسامہ نے شکوہ بھری نظروں سے اپنی محبت سے بے خبر اُس معصوم اور خوبصورت لڑکی کو دیکھتے ہوئے سوچا۔

'تمہارے لئے تو نہ جانے میں نے کتنے برے اور بھلے کام کئے ہیں اور تم ہی شک کرنے لگی ہو۔ یہ تو بہت بری بات ہے فرخ جی۔'

"کیا سوچ رہے ہیں؟" فرخ اُس کو چونکنے پر مجبور کر دیتی۔

"یہی کہ، بہت خوش نظر آ رہی ہو اور......"

"اور؟" فرخ نے بات کاٹ کر پوچھا۔

"اور یہ کہ ......" اُسامہ کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی اور فرخ کے چہرے سے مسکراہٹ یوں غائب ہوئی جیسے موت کا فرشتہ دیکھ لیا ہو۔

"میں چلتی ہوں۔" اُس نے گھبرا کر اُٹھتے ہوئے کہا۔ "سنئے، جمال بھائی سے یہ مت کہیے گا کہ میں یہاں آپ کے پاس بیٹھی تھی۔" وہ دروازے سے باہر نکلتے ہوئے رُک کر بولی اور پھر تیزی سے دروازہ بند کرتے ہوئے باہر چلی گئی اور اُسامہ حسرت بھری سانس لے کر رہ گیا کہ وہ اس کے لئے فی الحال کچھ نہ کر سکتا تھا۔ حالانکہ اُس کا جی چاہ رہا تھا وہ یونہی اُس کے سامنے بیٹھی مسکراتی رہے کہ اُس کا مسکرانا اُسامہ کو بہت اچھا لگ رہا تھا مگر ______

"ہیلو ینگ مین!" جمال نے اندر داخل ہوتے ہی مسکرا کر کہا۔

"ہیلو۔" جواباً اُسامہ نے بھی مسکرا کر کہا۔

"کہو، کیسے وقت گزرا ______ کچھ معلوم ہوا کہ انتظار کرنا کتنا مشکل کام ہے۔"

"گویا آپ نے صبح کا بدلہ چکایا ہے۔" اُسامہ نے ہنس کر کہا اور دل میں سوچا۔ 'مجھے تو وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ کاش تم مزید لیٹ ہوتے۔'

"بدلہ ______ اچھا لفظ کہا ہے تم نے۔ ہاں، بدلہ ہی سمجھ لو۔ مگر یہ سب جان بوجھ کر ہرگز نہیں ہوا۔ بس ایک کام میں اُلجھ گیا اور پھر کبر سے ملنے چلا گیا کہ اُس نے کیسے ڈیل کیا آفتاب کو۔"

"اوہ ______ پھر کیا معلوم ہوا؟" اُسامہ نے پوچھا۔

"بہت اچھا آدمی ہے۔ اُس نے آج آفتاب کو غسل بھی کروایا ہے اور پہلے مساج بھی کیا تھا۔ حور بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اُسے بھی کبر کا انتخاب اچھا لگا ہے اور اب میں بھی مطمئن ہوں۔"

"چلیں ______ آپ کی کوئی بات اُس نے پسند تو کی۔"

"اُس کے پسند کرنے یا نہ کرنے سے مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔ مگر بس میں ابھی اس کو کچھ کہنا نہیں چاہتا۔" جمال نے نفرت آمیز لہجے میں کہا۔

اچانک ملازم نے کھانا لگنے کی اطلاع دی اور جمال اُٹھتے ہوئے بولا۔

"آؤ ______ پہلے کھانا کھاتے ہیں، پھر باتیں کریں گے۔"

اُسامہ بھی اُٹھ گیا۔

کھانے کی میز پر فرخ کی باجی، ان کا بچہ اور فرخ تھی۔ اُسامہ نے فرخ کی باجی کو سلام کیا اور جمال کے ساتھ بیٹھ گیا۔ کھانا خاموشی سے شروع ہوا اور خاموشی سے ہی ختم ہو گیا۔ اس دوران اگر کسی نے بات کی تو وہ صرف جمال کا بیٹا تھا جو کھانا کھاتے کھاتے اچانک فرخ سے نہ جانے کیا پوچھنے لگتا تھا۔

کھانے سے فارغ ہوتے ہی جمال نے فرخ سے کہا، وہ چائے ڈرائنگ روم میں ہی پئیں گے۔ اس لئے وہیں دے جائے۔ اور اُسامہ کو ساتھ لے کر ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

"اب سناؤ، کب آئے تھے؟" جمال نے سگریٹ سلگاتے ہوئے اُسامہ کو دیکھا اور پھر فرخ کو دیکھنے لگا جو چائے لے کر خود آئی تھی۔ بات کئے بغیر اس نے دونوں کپ ان کے سامنے رکھے اور اپنے کام سے فارغ ہو کر کسی روبوٹ کی طرح چلتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"تم نے دیکھا ہے فرخ کے سنجیدہ چہرے کو؟" اُس کے جاتے ہی جمال بولا۔

"جی ______" اُسامہ نے چائے کا ہلکا سا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"جب یہ مسکراتی تھی اُسامہ! تو ہر شے مسکرانے لگتی تھی۔ مگر جب سے آفتاب بیمار ہوا ہے تب سے ایسی رُوکھی شکل بنالی ہے کہ ...... سچ، تو، میں تو فرخ کی مسکراہٹ کے لئے ترس سا گیا ہوں۔" جمال نے صوفے کی پشت سے سر ٹکا دیا اور اُسامہ نے سوچا۔

'ذلیل انسان! تم نے خود اس کے چہرے کی مسکراہٹ نوچی ہے۔ اس کو ہر لمحہ ایک عذاب اور خوف میں مبتلا رکھتے ہو۔ ایک طرف وہ جوان کلوتے بھائی کی زندگی کا سوچ کر دُکھی ہے تو دوسری طرف اپنی عزت کے لئے پریشان ہے۔'

"کاش فرخ کا مسکرانا میرے بس میں ہوتا تو میں ہر لمحے اس کو مسکرانے پر مجبور کرتا۔" جمال حسرت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"آپ بڑی عجیب بات کر رہے ہیں ______ آپ کا ہر حکم وہ مانتی ہے تو یہ حکم بھی اُس کے ذمے لگا دیجئے کہ وہ ہر وقت مسکراتی رہا کرے۔" اُسامہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

جمال نہ جانے کس خیال میں تھا۔ اُسامہ کے طنز کو محسوس نہ کر سکا، بوجھل لہجے میں بولا۔

"بہت کہتا ہوں مسکرایا کرو، خاص کر رات کو جب مجھے چائے دینے آتی ہے۔ مگر اُس پر کچھ اثر ہی نہیں ہوتا۔ زیادہ ڈانٹ کر کہتا ہوں تو اس کی خوبصورت آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگتے ہیں ______ اُسے خود پر ضبط نہیں رہتا۔ روئے چلی جاتی ہے۔"

'عورت ...... بے چاری مجبور عورت ظالم مرد کے سامنے رونے کے علاوہ کر ہی کیا سکتی ہے۔' اُسامہ نے پھر دل میں سوچا۔ جمال سے کچھ نہ کہا۔ کچھ دیر سکوت رہا۔ پھر اُسامہ نے ہی پوچھا۔

"جمال صاحب! آپ رہنے والے کہاں کے ہیں؟"

"اسی شہر کراچی کا پرانا باسی ہوں۔" جمال نے زیادہ وضاحت ضروری نہ سمجھی۔

"آپ اپنے بارے میں کچھ بتانا چاہتے تھے۔" اُسامہ نے بات جاری رکھتے ہوئے پوچھا کہ وہ جمال کے منہ سے مزید رومانی انداز میں فرخ کے بارے میں کوئی بات نہ سن سکتا تھا۔

"کیا بتاؤں، میں اس بھری دنیا میں بالکل اکیلا ہوں۔ نہ ماں، نہ بہن، نہ بھائی۔" جمال کا لہجہ افسردہ ہو گیا۔

"اور والد ______؟" اُسامہ چائے سے فارغ ہو کر پوری طرح اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"والد ______ اُونہہ والد ______" کہتے ہوئے جمال نے آنکھیں بند کر لیں اور اُس کے لب آہستہ آہستہ ہلنے لگے۔

"غلام محمد ایک سکول ٹیچر تھے۔ اُن کی صرف دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی رقیہ اور چھوٹی بشریٰ۔ بیوی بہت عرصہ پہلے ساتھ چھوڑ گئی تھی مگر بیٹیوں کی وجہ سے غلام محمد نے شادی نہ کی تھی۔ بڑی بیٹی میٹرک کرنے کے بعد باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سکول میں بچوں کو پڑھانے لگی تھی جبکہ چھوٹی ابھی پڑھ رہی تھی۔ رقیہ کو نوکری کرتے ابھی چند ماہ ہی ہوئے تھے کہ بس سٹاپ پر اُس کی ملاقات عباس نامی ایک شخص سے ہوئی جو رفتہ رفتہ دوستی اور پھر محبت میں بدل گئی۔ رقیہ نے شادی کے لئے بابا سے بات کی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

"وہ شخص جس کو میں ٹھیک سے جانتا بھی نہیں اس کے ساتھ تمہاری شادی نہیں کر سکتا۔"

رقیہ کو بہت غصہ آیا، بولی۔

"بابا! سیدھی طرح کیوں نہیں کہتے ہو کہ تم میری شادی کرنا ہی نہیں چاہتے کہ اب میری ہی کمائی سے گھر چلتا ہے اور اگر میں نے شادی کر لی تو آپ کو فاقوں کا ڈر ہو گا ...... مگر میں آپ کو بتا دیتی ہوں کہ شادی کے بعد بھی میں آپ کا خرچہ ......"

"رقیہ بیٹا! غلط بات مت کرو۔" بابا نے بات کاٹ کر کہا۔

"غلط نہیں، صحیح بات کر رہی ہوں۔" رقیہ نے زہر خند سے کہا۔

"دیکھو تم اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔"

’’ستا جاتی ہوں بابا! جتنا جاننا ضروری ہے۔ وہ گاؤں سے مزدوری کے لئے کراچی آیا ہوا ہے اور دنیا میں بالکل اکیلا ہے۔‘‘

’’کچھ بھی ہو   جب تک وہ تمہیں گاؤں والے گھر کا ایڈریس نہیں دے گا تب تک میں تمہیں شادی کی اجازت   ‘‘

’’جازت، ہونہہ   ‘‘رقیہ غصے سے بڑبڑاتی اُٹھ گئی۔

گلے روز وہ شادی کر کے عباس کے ساتھ گھر آئی تھی ـــــ بابا نے دیکھا، پہلے کچھ کہنا چاہا پھر یہ سوچ کر چپ ہو گئے کہ اب کچھ بھی کہنا فضول ہے کہ شادی ہو چکی تھی۔ عباس دیکھنے میں بھی ان کو چھ نہ لگا تھا۔ عجیب سا حلیہ تھا اُس کا مگر چونکہ عباس انہیں کچھ نہ کہتا تھا اس لئے وہ چپ تھے۔

شادی کو بھی دو ماہ بھی نہ ہوئے تھے کہ عباس اور رقیہ میں لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے۔ وہ بات کم کرتا اور مارتا زیادہ تھا۔ ایسے میں اگر بابا یا بشریٰ بیچ بچاؤ کے لئے آگے بڑھتے تو عباس ایسا کمینہ شخص تھا کہ ان کو بھی دو چار ہاتھ جما دیتا۔

نہی حالت میں رقیہ نے بچے کو جنم دیا جس کا نام عباس نے جمال عباس رکھا۔ جمال کی پیدائش کے چند ماہ بعد ایک دن پولیس نے چھاپہ مارا اور عباس کو پکڑ کر لے گئی۔ پولیس سے پتہ چلا کہ وہ دو آدمیوں کو قتل کر کے بھاگا تھا۔

رقیہ کو اس کے پکڑے جانے سے کوئی دکھ نہیں بلکہ خوشی ہوئی تھی کہ وہ کمانے کی بجائے رقیہ کی کمائی کا مطالبہ کرنے لگا تھا۔

جیل سے عباس نے اُس کو بہت دفعہ ملاقات کرنے کو خط لکھے مگر رقیہ ایک بار بھی نہ گئی۔ اور کچھ عرصہ بعد اُس کو پتہ چلا کہ عباس جیل ہی میں چل بسا ہے۔ جب کہ اس دوران رقیہ کا بابا بھی ساتھ چھوڑ گیا تھا۔ رقیہ کو دکھ ہوتا کہ وہ بابا کی بات نہ مان کر اس حال کو پہنچی ہے۔ اب اُس کی توجہ کا مرکز صرف بشریٰ اور جمال تھے۔

بشریٰ بیف۔ اے کرنے کے بعد ایک دفتر میں جاب کرنے لگی اور پھر بہن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اُس نے بہن کو اطلاع دی۔

’’میں اپنے باس سے شادی کر رہی ہوں۔‘‘

رقیہ نے بہت سمجھایا کہ یہ نہ کرو، پہلے مجھے سب کچھ معلوم کر لینے دو۔ اس پر بشریٰ نے کہا۔

’’آپ کو بھی تو بابا نے یہی کہا تھا۔ کیا آپ نے باپ کی بات مان لی تھی؟‘‘

’’نہ مان کر ہی تو اس انجام کو پہنچی ہوں۔‘‘ رقیہ نے دکھ سے کہا۔

’’خیر میرے بارے میں آپ کو زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ ساحر، عباس کی طرح کسی گاؤں سے مزدوری کرنے نہیں آیا۔ اُس کی اپنی فیکٹری ہے اور میں اس کے ساتھ خوش رہوں گی۔‘‘

’’وہ بڑا آدمی ہے بشریٰ! اس لئے تمہیں سمجھا رہی ہوں۔ دل بھر جانے کے بعد وہ تمہیں چھوڑ دے گا۔‘‘

مگر بشریٰ نے ایک نہ مانی اور کورٹ میرج کر لی۔ پھر بہن کا گھر چھوڑ کر وہ اپنے باس کے ساتھ رہنے لگی۔

پھر انجام وہی ہوا جو رقیہ نے کہا تھا ـــــ سب سے لڑ جھگڑ کر وہ اپنا گھر بسانے گئی تھی مگر ہر کوئی اس طرح گھر بسانے لگتا تو پھر بزرگوں یا ماں باپ کی اہمیت ہی نہ رہتی۔ یہی وجہ تھی نافرمانی کر کے جو اس نے گھر بسانا چاہا تھا وہ نہ بس سکا تھا۔ گئی تو وہ اکیلی تھی مگر سال بھر بعد جب واپس آئی تو طلاق کے داغ کے علاوہ تین ماہ کی کنیز گود میں تھی اور چہرے پر ندامت ـــــ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ گیا وقت کبھی واپس نہیں آتا۔

رقیہ بہن تھی اور چونکہ خود بھی ان حالات سے گزر چکی تھی اور واپسی کے اس کرب ناک سفر کو وہ خوب اچھی طرح جانتی تھی بلکہ محسوس کر چکی تھی اس لئے بجائے بشریٰ کو برا بھلا کہنے کے اُس نے پیار سے بہن کو گلے لگا لیا اور کہا۔

’’بشریٰ! جوانی منہ زور ہوتی ہے ورنہ بڑے جو کہتے ہیں وہ غلط نہیں ہوتا۔ بابا کی بات نہ مان کر میں نے جو دکھ پائے ان کی وجہ سے تمہیں روکتی تھی۔ لیکن خیر مقدر میں جو لکھا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ میں تمہارے دکھ کو سمجھتی ہوں۔‘‘

’’آپا! مجھے معاف کر دیں۔ اب جو آپ کہیں گی میں وہی کروں گی۔‘‘ بشریٰ نے روتے ہوئے کہا تو گود میں پڑی بچی بھی رونے لگی۔ رقیہ نے بچی کو اٹھا کر چپ کراتے ہوئے کہا۔

’’بشریٰ! اب تم گھر سنبھالو۔ میری نوکری تو ہے ہم سب کا پیٹ بھرنے کے لئے۔ میں اپنے جمال اور تمہاری کنیز میں کبھی کوئی فرق نہ سمجھوں گی۔ پیسے اور جمال کے لئے بعد میں کچھ کروں گی پہلے تمہارے اور کنیز کے لئے کروں گی۔ خود بعد میں کھاؤں گی پہلے تمہیں اور تمہاری بچی کو کھلاؤں گی ـــــ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ یہ ایک بہن کا وعدہ ہے۔ اور یقین کرو جب تک میں زندہ ہوں اس وعدے کو نبھاؤں گی۔ مگر تم بھی وعدہ کرو، اب کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کرو گی۔‘‘

اور بشریٰ نے سر ہلا دیا۔ منہ سے کچھ نہ بولی۔ بولتی بھی کیا۔ بہن کی محبت بھری باتیں سن کر وہ مارے شرم کے سر نہ اٹھا رہی تھی اور اس وقت کو پچھتا رہی تھی جب بہن کی بات نہ مان کر اپنی من مانی کرتے ہوئے باس سے شادی کی تھی اور وہ بھی عباس کی طرح شادی شدہ نکلا تھا۔ ایک قاتل تھا تو دوسرا عیاش جو ہر سال بیوی بدلنا فرض سمجھتا تھا۔ روپے پیسے کی کمی نہ تھی اس لئے دولت دیکھ کر بشریٰ جیسی لڑکیاں بے وقوف بن جاتی تھیں۔

بشریٰ نے گھر سنبھال لیا تھا اور رقیہ نے سکون۔ سب کچھ ٹھیک ٹھاک جا رہا تھا۔ لیکن قسمت میں کچھ اور ہی لکھا تھا۔ ابھی بشریٰ کی بیٹی تین سال ہی کی تھی کہ رقیہ چونکہ بغیر بیماری کے دنیا سے منہ موڑ گئی ـــــ وہ جو کہتی تھی خود بعد میں کھاؤں گی پہلے تمہیں اور تمہاری بچی کو کھلاؤں گی، اپنا بیٹا بھی روتا ہوا بشریٰ کے لئے چھوڑ گئی تھی۔ بشریٰ کے لئے یہ صورت حال ناقابل برداشت تھی۔ کیلی ہوتی تو شاید خودکشی ہی کر لیتی۔ مگر اب تو کنیز کے ساتھ ساتھ جمال کی ذمے داری بھی اس پر آن پڑی تھی اور اُس نے یہ ذمہ داری اٹھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

بشریٰ نے حالات کا مقابلہ کیسے کیا، یہ ایک لگ داستان ہے تاہم اُس نے ہمت نہ ہاری تھی۔ دونوں بچوں کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ دی تھی اور بالآخر جمال بی کام کرنے اور دو چار سال نوکری کی تلاش میں ضائع کرنے کے بعد ایک بینک میں معمولی کیشیئر کی جاب حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور خالہ کو مزید محنت مزدوری کرنے سے منع کر دیا۔ مگر خالہ پھر بھی تھوڑی بہت محنت کرتی رہی۔

جمال کے نوکری کرتے ہی خالہ نے اُس کو بتا دیا تھا کہ کنیز کے میٹرک کرتے ہی اب وہ ان دونوں کی شادی کر دیں گی۔ خالہ یہ بات اس کو نہ بھی بتاتی تب بھی وہ سوچ چکا تھا کہ وہ کنیز سے ہی شادی کرے گا ـــــ وہ بہت خوبصورت اور پیاری تھی۔ اگرچہ وہ جمال سے آٹھ برس چھوٹی تھی مگر دونوں میں بے حد محبت تھی۔ خود جمال تو کیا، کنیز بھی اُسے بہت پسند کرتی تھی۔

جمال ایک زندہ دل انسان تھا اور کسی قدر رنگین مزاج بھی۔ اس کی بہت ساری خوبصورت لڑکیوں سے دوستی تھی مگر محبت اپنی اس چھوٹی سی کزن سے تھی۔ اُس کا ارادہ کنیز کے ساتھ ہی شادی کرنے کا تھا کیونکہ خالہ اور کنیز دونوں اُسے بے حد عزیز تھیں۔

پہلی تنخواہ لے کر جب جمال گھر آیا تو اندر داخل ہوتے ہی پکارا۔

’’خالہ جان ـــــ ارے بھئی کہاں ہیں آپ ـــــ؟‘‘

’’آج کوئی خاص بات ہے جو میری بجائے اماں کو پکار رہے ہو؟‘‘ کنیز نے سامنے آتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

’’بھلا بوجھو تو کیا خاص بات ہو سکتی ہے؟‘‘ جمال نے اُس کے خوبصورت چہرے کو تکتے ہوئے کہا۔ سچی بات تو یہ تھی کہ کنیز جیسی ایک بھی لڑکی ابھی تک اُسے نہ ملی تھی۔

’’ضرور آج تنخواہ ملی ہو گی۔‘‘ کنیز نے اُس کے خوشی سے دمکتے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

’’پیسوں کے بارے میں لوگوں کے اندازے درست ہوتے ہیں۔‘‘ جمال نے مسکرا کر اُسے دیکھا۔ ’’خاص کر بیویوں کے۔ اور میری ہونے والی بیوی کا اندازہ بھی سو فیصد درست ہے۔‘‘

کنیز شرما گئی اور جمال نے پوچھا۔

’’خالہ جان کہاں ہیں ـــــ بتایا نہیں تم نے؟‘‘

’’ساتھ والے گھر سلائی کے کپڑے دینے گئی ہیں۔‘‘ کنیز نے بتایا۔

’’اوہ ـــــ کتنی بار خالہ سے میں نے یہ کہا ہے کہ اب جب میں کمانے لگا ہوں تو ان کو کام نہیں کرنا چاہئے۔‘‘ جمال نے غصے سے کہا۔

’’جناب! ابھی آپ کی آج پہلی تنخواہ آئی ہے۔ ویسے اماں اب صرف گلی والوں کی ہی سلائی کرتی ہیں   دور والے سب گھر چھوڑ دیئے ہیں۔ مگر اپنے محلے والے تو ماں کو کبھی بھی نہ چھوڑیں گے۔ اس لئے یہ تو مجبوری ہے ان کی۔ ارے آپ یہ کن باتوں کو لے بیٹھے ہیں   یہ بتائیں، میرے لئے کیا لائے ہیں؟‘‘ کنیز نے پیار سے اٹھلا کر پوچھا۔

’’بوجھو تو کیا لایا ہوں؟‘‘ خالہ کی عدم موجودگی کا سن کر جمال نے اُس کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔

’’بوجھنے میں وقت ضائع ہو گا   پلیز آپ جلدی سے بتائیں نا۔‘‘ کنیز نے بے تابی سے مچل کر کہا تو جمال نے بھی مزید ستانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔

’’یہ لو   ‘‘ کہتے ہوئے جمال نے ڈبا اُس کے سامنے کھول دیا جس میں ایک چھوٹا سا چاندی کا لاکٹ، ٹاپس اور انگوٹھی چمک رہی تھی۔ کنیز کے لئے تو یہی بہت تھا۔

صدف نے ڈبہ ہاتھ میں لیا اور مسکرا کر کہا۔ ''شکریہ۔''

''صرف زبانی شکریہ؟'' جمال نے شرارت بھرے لہجے میں کہا اور ہاتھ پکڑ کر اپنے مزید قریب کر لیا۔

''ارے جمال! آ گئے تم؟'' خالہ نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے کہا اور جمال کنیز کا ہاتھ چھوڑ کر خالہ کی طرف مڑا اور تنخواہ اُن کے ہاتھ پر رکھ دی۔

''مل گئی تمہیں پہلی تنخواہ'' خالہ نے خوش ہو کر اُس کو پیار کیا اور بہن کا سوچ کر آنکھیں بھر آئیں جو بغیر کوئی خوشی دیکھے اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھی۔ پر مقدر سے انسان لڑ نہیں سکتا، صرف شکوہ کر سکتا ہے۔

وہ چھٹی کا دن تھا جب جمال اور اُس کے دوستوں نے ہاکس بے جانے کا پروگرام بنایا اور صبح ہی صبح وہ تیار ہو کر گھر سے نکل گیا تھا۔ سارا دن خوب ہلا گلا کرتے گزر۔ شام ہو رہی تھی اور وہ سب واپسی کی تیاری کرنے لگے تھے کہ اچانک لڑکیوں کا ایک گروپ چیخنے لگا۔

''ہیلپ ـــــ ہیلپ ـــــ پلیز ہیلپ۔'' وہ سب زور زور سے چیخ رہی تھیں۔ جمال دوستوں کو بھول کر اُدھر لپکا۔

سمندر کے اس حصے میں ایک نوک دار چٹان پانی میں بہت دُور تک پھیلی ہوئی تھی اور بے فکرے لوگ نوک کے آخر تک جانا فیشن سمجھتے تھے اور یہی فیشن حادثوں کا سبب بن رہا تھا۔ سال میں کئی دو چار جانیں یہاں ضائع ہو ہوتی تھیں مگر لوگ پھر بھی باز نہ آتے تھے۔

جمال لڑکیوں کے قریب پہنچا تو انہوں نے روتے ہوئے بتایا۔ ''ہماری ایک ساتھی گر گئی ہے۔ پلیز اس کو بچا لیں۔''

جمال بہت اچھا تیراک تھا۔ کالج کے زمانے میں بہت سارے مقابلے بھی جیت چکا تھا۔ لڑکیوں کی بات سنتے ہی اُس نے چھلانگ لگا دی۔ لڑکی نظر نہ آ رہی تھی۔ شاید دُور بہہ گئی تھی۔ جمال اُس کی تلاش میں ہاتھ پاؤں مارتا ہوا آگے بڑھنے لگا اور بالآخر اُبھرتی، ڈوبتی لڑکی اُسے نظر آ ہی گئی۔ بمشکل جمال اُسے پکڑ سکا۔ پھر کاندھے پر ڈال کر چٹان کے کنارے لے آیا اور پھر زمین پر لٹا کر پانی نکالنے کی تدبیریں کرنے لگا۔

لڑکی کے پیٹ سے کافی پانی نکلا مگر وہ ہوش میں نہ آ سکی۔ جمال کے دوست بھی وہیں جمع ہو چکے تھے۔ لڑکی کی بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر بولے۔

''یار! ہاسپٹل کا کیس ہے ـــــ دیر کرنا خطرناک ہوگا۔''

''ہوں ـــــ'' جمال نے ایک نظر لڑکی پر ڈالی پھر دوستوں سے اجازت لی اور لڑکیوں کے ساتھ ہی چلا آیا۔ ہاسپٹل پہنچ کر ان میں سے ایک لڑکی نے اُسے ایک کارڈ دیتے ہوئے کہا۔

''پلیز آپ اس نمبر پر گل رخ کے گھر اطلاع کر دیں کہ وہ یہاں ہے۔''

''اچھا، اچھا ـــــ'' جمال کارڈ پکڑ کر باہر نکل آیا۔

ادھر گل رخ کے گھر والے پریشان تھے۔ خاص طور پر اس کا بھائی آفتاب بار بار ماں سے استفسار کر رہا تھا۔

''مما! یہ آپا ابھی تک آئیں کیوں نہیں؟ آخر کہاں گئی ہیں؟ کچھ بتایا نہیں تھا آپ کو؟'' آفتاب نے ماں کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

''تم اتنے فکرمند کیوں ہو ـــــ پکنک کے لئے ہاکس بے جانا تھا۔ ہو سکتا ہے واپسی پر کسی دوست کے گھر چلی گئی ہو۔ تم اُس کی عادت تو جانتے ہو۔'' بیگم شاکر نے خود پر آخری نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ وہ ایک پارٹی میں جانے کے لئے تیار ہو رہی تھیں بلکہ ہو چکی تھیں۔

''دوست کے گھر جانے کی کیا ضرورت تھی؟'' آفتاب نے کچھ بیزاری سے کہا۔ بیگم شاکر نے حیران ہو کر بیٹے کو دیکھا اور کہا۔

''کچھ پریشان ہو؟ ـــــ اگر ایسی بات ہے جان! تو مجھے بتاؤ۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ـــــ بس بوریت ہو رہی ہے۔''

''اگر یہ بات ہے تو ہمارے ساتھ چلو۔''

''نہیں مما! میں اپنے کمرے میں جاؤں گا۔'' آفتاب نے کہا تو بیگم شاکر شوہر کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

''اوکے ـــــ پھر ہم تو چلے پارٹی میں۔'' اور پرس پکڑ کر شاکر صاحب کے ساتھ باہر نکل گئیں۔ آفتاب کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا پھر اٹھا اور اپنے کمرے میں جانے کی بجائے گاڑی کی چابی لے کر نکل گیا۔

شاکر صاحب کا شمار شہر کے کامیاب بزنس مینوں میں ہوتا تھا۔ اُن کا بزنس پورے پاکستان میں پھیلا ہوا تھا تاہم ہیڈ آفس کراچی میں تھا اس لئے ان کا وقت بہت مصروف گزرتا تھا۔ بیگم شاکر پڑھی لکھی، ماڈرن مگر ایک سلجھی ہوئی خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے بچوں کو نوکروں کے حوالے کرنے کی بجائے خود ان کی پرورش کی تھی اور اب ان کی تعلیم و تربیت پر بھی بھرپور توجہ دے رہی تھیں۔ ان کا خیال تھا وہ تینوں بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر ضرور بھیجیں گی۔ گل رخ ان دنوں بی۔ اے میں تھی اور بی۔ اے کے بعد ان کا ارادہ اُس کو امریکہ یا پھر انگلینڈ بھیجنے کا تھا۔ بیگم شاکر سماجی تقریبات میں بھی حصہ لیتی تھیں مگر گھر سے وقت ملنے کے بعد وہ سب سے زیادہ توجہ گھر کو دینا چاہتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے گھر کا ماحول بہت پُرسکون اور مثالی تھا۔ میاں بیوی دونوں نے نہ تو کبھی ایک دوسرے پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی کوشش کی تھی اور نہ اپنے بچوں پر اپنی مرضی مسلط کی تھی۔ وہ سب ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔ ایک دوسرے کی بات دھیان سے سنتے تھے اور اگر بات ناپسند بھی ہوتی تو بجائے ڈانٹ ڈپٹ کے وہ تھوڑی بہت ترمیم کر کے مان لیتے تھے اور پھر دوسروں کو بڑے فخر سے بتاتے کہ ہمارے گھر میں کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوتا اور نہ ہی ہمارے لئے کوئی مسئلہ، مسئلہ بنتا ہے کہ ہمارے سارے طریقے جمہوری ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں۔ اور بیگم شاکر ہی کیا بچے بھی اپنے دوستوں میں کہتے۔ ''ہمارے گھر میں صحیح جمہوریت ہے ـــــ ہم سب لوگ ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرتے ہیں۔ ناپسندیدہ بات ہونے کی صورت میں واویلا کرنے کی بجائے اسے پسندیدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ہمارے گھر کا ماحول بہت پُرسکون اور خوشگوار ہے۔''

بیگم و شاکر صاحب کے جانے کے بعد چونکہ آفتاب بھی گھر سے نکل گیا تھا اس لئے جب جمال کا فون آیا تو چھوٹی فرخ سو رہی تھی۔ اس لئے فون ملازم نے ریسیو کیا۔ جمال نے اُسے گل رخ کے بارے میں بتا کر فون بند کیا اور واپس ہاسپٹل آیا تو پتہ چلا گل رخ وارڈ میں لائی جا چکی ہے۔ جمال وارڈ میں آیا تو گل کی حالت بہت بہتر تھی اور وہ ہوش میں تھی۔ جمال کو دیکھتے ہی اُس کی دوست نے کہا۔

''گل! یہی ہیں وہ نوجوان جنہوں نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر تمہاری جان بچائی۔ یہ نہ ہوتے تو پتہ نہیں تمہارا کیا ہوتا۔''

گل نے ایک نظر جمال پر ڈالی۔ لمبا قد، سیاہ پینٹ، سیاہ شرٹ میں اُس کی شخصیت گل کو پہلی ہی نظر میں بہت اچھی لگی۔ ویسے بھی جمال میں لڑکیوں کے لئے کشش تھی۔ گل کچھ دیر اُس کو دیکھتی رہی اور نجانے کیا سوچتی رہی، پھر آہستہ سے کہا۔

''آپ کا بہت بہت شکریہ مسٹر ''

''جمال۔'' جمال نے مسکرا کر کہا۔

''جی ـــــ جی جمال صاحب! میں آپ کی شکرگزار ہوں۔'' گل نے پھر کہا۔

''اچھا تو اب مجھے بھی روایتی انداز میں کہنا ہوگا کہ یہ تو میرا فرض تھا۔ اس میں شکریے کی کیا بات ہے؟'' جمال نے مسکرا کر کہا۔ اُسے لڑکیوں سے باتیں کرنے کا فن آتا تھا۔

''اس کی بات سن کر گل ہی نہیں، اس کی سہیلیاں بھی مسکرا دیں اور جمال نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

''ویسے اللہ کا شکر ہے کہ آپ بچ گئیں۔''

''آپ کی مہربانی سے۔'' گل نے کہا۔

''جی نہیں، اللہ کی مہربانی سے۔ بندے تو صرف سبب ہی ہوتے ہیں۔ خیر اب آپ مجھے اجازت دیں۔'' جمال نے گھڑی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''ارے ـــــ آپ نے فون کے بارے میں بتایا ہی نہیں۔'' گل کی دوست نے پوچھا۔

''اوہ ـــــ معاف کیجئے گا، باتوں میں اس کا خیال نہیں رہا۔ حالانکہ یہ بات پہلے بتانے کی تھی۔'' جمال نے تھوڑی شرمندگی سے کہا۔

''خیر، اب بتا دیجئے۔'' گل نے مسکرا کر کہا۔

''جی فون ملازم نے ریسیو کیا تھا ـــــ گھر میں اُس کے علاوہ اور کوئی تھا ہی نہیں۔ میں نے اُس کو آپ کے بارے میں بتا دیا تھا۔'' جمال نے کہا اور اجازت لے کر چلا گیا۔ گرچہ دل بھی مزید وہاں لڑکیوں میں بیٹھنے کو چاہ رہا تھا مگر

کنیز نے صبح گھر سے نکلتے وقت اُسے تاکید کی تھی کہ جلدی آنا اور میرے لئے نان نہاری لے کر آنا اور اب تو رات ہو رہی تھی اور گھر پہنچتے پہنچتے بھی ایک گھنٹہ لگنا تھا۔ وہ کنیز کے روٹھنے کے خیال سے جلدی جلدی گھر جانا چاہتا تھا۔ لیکن جب وہ گھر پہنچا تو گیارہ بج رہے تھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ کراچی میں اس وقت کی کوئی اہمیت نہیں۔ وہاں راتیں جاگتی ہیں۔ مگر صرف متمول لوگوں کی۔ غریب تو ہر جگہ ایک جیسے ہوتے ہیں۔

وہ گھر پہنچا تو خالہ سو چکی تھیں جب کہ کنیز منہ پھلائے بیٹھی تھی۔ جمال کو دیکھتے ہی برس پڑی۔

''یہ وقت ہے تمہارے آنے کا؟''

''یوں بھی وقت کو کیا ہوا؟'' جمال نے دروازہ بند کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

''بھی کچھ ہوا ہی نہیں۔'' کنیز نے غصے سے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

''تو ور کیا گر کچھ ہوا ہوتا تو نظر بھی تو آتا۔'' جمال نے اُس کے غصے سے لطف لیتے ہوئے کہا۔ غصے میں وہ اور بھی حسین لگ رہی تھی۔

''تمہیں معلوم ہے میں نو بجے سو جاتی ہوں۔'' کنیز نے منہ بنا کر کہا۔

''پھر ؟'' جمال نے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر کہا۔ حالانکہ وہ اس کا مطلب اور اشارہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

''پھر یہ کہ میں نے تمہیں نان اور نہاری لانے کا کہا تھا۔'' کنیز کو آخر کہنا پڑا اور جمال نے ہنس کر کہا۔

''تو یہ ہوا کہ تم اب تک نان، نہاری کے لئے جاگی ہو اور ناراض مجھ سے ہو رہی ہو۔ یہ دیکھو، تمہارے لئے نان، نہاری لے کر آیا ہوں۔'' جمال نے جیکٹ کے اندر رکھا ہوا لفافہ اُس کی طرف بڑھایا تو کنیز کو غصہ آ گیا۔

''تم یہ سمجھتے ہو مجھے تمہارا نہیں صرف ان کا انتظار تھا ــــــ اب یہ تم ہی کھاؤ گے، میں نہیں۔'' پھر وہ آگے بڑھنے لگی تو جمال نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔

''ارے بھی میں تو مذاق کر رہا تھا ــــــ آج اگر میرے لئے جاگنا پڑ گیا تو کیا ہوا۔ آخر تم میری ہونے والی بیوی ہو۔'' جمال نے آخری بات اُسے خوش کرنے کے لئے کہی تھی مگر اس کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔ ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

''کچھ بھی کہو مگر کھاؤ گے اسے خود ہی۔ میں کھانے والی نہیں۔''

''اچھی بات ہے ــــــ پھر اسے پلیٹ میں لگا کر میرے کمرے میں لے آنا۔ میں تب تک کپڑے بدل لوں۔'' لفافہ اس کے ہاتھ میں تھما کر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کنیز نے دانت پیستے ہوئے کھانا پلیٹ میں لگایا۔ آنکھوں میں آنے والے آنسوؤں کو اندر روکا اور ٹرے پکڑ کر جمال کے کمرے میں آئی تو وہ لباس بدل کر بستر پر بیٹھا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی اٹھ بیٹھا۔ کنیز کھانا رکھ کر جانے لگی تو جمال نے ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''یار اب تو غصہ تھوک دو۔''

''نہیں ــــــ'' کنیز نے بمشکل آنسو روکتے ہوئے سخت لہجے میں کہا تو جمال نے کھینچ کر اپنے قریب بٹھا لیا اور نوالہ توڑ کر اس کے منہ میں ڈالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''اب تو معاف کر دو ــــــ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔'' اور کنیز مسکرا دی۔ پھر دونوں نے مل کر کھانا کھایا اور باتیں کرتے رہے۔

اگلے روز بینک سے چھٹی کے بعد جمال نے سوچا کیوں نہ ایک نظر کل والی لڑکی کو دیکھتا چلوں۔ یہی سوچ کر اس نے پھول وغیرہ لئے۔ لیکن جب ہاسپٹل پہنچا تو معلوم ہوا وہ عورت تو ہی اپنے گھر چلی گئی تھی۔ جمال کو افسوس ہوا کہ اس نے خواہ مخواہ پھولوں پر پیسے ضائع کئے۔ وہ بے دلی سے مڑا تو نرس نے کہا۔

''سنئے ــــــ کیا آپ مسٹر جمال ہیں؟''

''جی ہاں۔'' جمال نے چونکتے ہوئے جواب دیا کہ بھلا نرس کو اس کا نام کیسے معلوم ہوا۔

''یہ لیجئے کارڈ ــــــ گل رخ صاحبہ آپ کے لئے دے گئی تھیں اور کہا تھا فون ضرور کریں۔'' نرس نے کارڈ اُس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

جمال نے خاموشی سے کارڈ لے کر جیب میں رکھا اور سوچا کارڈ دینے کا مطلب؟ ویسے یہ بات تو وہ رات ہی محسوس کر چکا تھا کہ لڑکی اس سے متاثر ہو چکی تھی۔ مگر وہ ایک اچھے اور بڑے گھر کی لڑکی تھی اس لئے جمال نے کچھ محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی اوقات اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لڑکی کے بارے میں سوچتا ہوا آیا اور پھول کنیز کو دیئے تو وہ پوچھنے لگی۔

''یہ کیوں لائے ہو؟''

''تمہارے لئے۔'' جمال نے محبت بھری نظر اس پر ڈالی۔

''مگر کیوں؟'' اس نے پھر پوچھا۔

''ارے بھئی کیوں کا کیا مطلب؟ ــــــ ایک تو تم نے بیوی بننے سے پہلے ہی بیوی والی حرکتیں شروع کر دی ہیں۔'' جمال نے شرارت سے کہا اور پھر اصل واقعہ بھی بتا دیا تو کنیز نے کہا۔

''جان بچا دی ٹھیک ہے۔ آج جانے کی کیا ضرورت تھی؟'' اس کے لہجے میں شک تھا۔ وہی جو ہر عورت اپنے مرد پر کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔

''یار مزاج پرسی کے لئے گیا تھا۔'' جمال نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے ناگواری سے کہا پھر خالہ کی طرف بڑھ گیا۔

دل میں گل کا خیال ہونے کے باوجود وہ بہت دنوں تک اسے فون کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔ پھر نجانے کیسے ایک دن اس نے یہ ہمت کر ہی ڈالی اور یہ اتفاق ہی تھا کہ فون گل نے ریسیو کیا۔

''ہیلو ــــــ''

جمال نے نمبر بتایا پھر کہا۔ ''مجھے گل رخ صاحبہ سے بات کرنی ہے۔ پلیز ان کو بلا دیں۔''

''آپ کون ہیں؟'' پوچھا گیا۔

''جمال ــــــ'' اس نے نام بتایا تو دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ارے وہی جمال جس نے میری جان بچائی تھی؟''

''آپ گل رخ ہیں؟'' جمال سے چونکہ اس کی زیادہ بات نہ ہوئی تھی اس لئے وہ آواز نہ پہچان سکا اور پوچھ لیا۔

''جی ــــــ گل ہی بول رہی ہوں۔ یہ آپ نے اتنے دنوں بعد کیوں فون کیا ہے؟ میں تو سمجھی تھی آپ کو میرا ایڈریس نہیں ملا شاید۔''

اس کی بے تابی دیکھ کر اور بات سن کر جمال کے اندر ایک عجیب سا احساس پھیل گیا۔ اس نے دل میں سوچا کیا وہ شکوہ کر رہی ہے؟ ــــــ مگر ہمارے درمیان ایسا کون سا تعلق ہے؟

''کیا بات ہے ــــــ آپ چپ کیوں ہو گئے؟'' گل نے پوچھا۔

اصل میں گل ان لوگوں میں سے تھی جو زندگی کو افسانوی انداز میں گزارتے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات کا اثر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں جان اس کی ہو جاتی ہے جو بچاتا ہے۔ یعنی جان پر پہلا حق جان بچانے والے کا ہوتا ہے۔ دوسرے جمال کی شخصیت بھی اس کو بے حد پسند آئی تھی۔ پہلی نظر ہی آخری بن گئی تھی اور اس نے جمال کے فون کا انتظار اسی دن سے ہی شروع کر دیا تھا۔

اور اب جمال وضاحت کر رہا تھا کہ چونکہ وہ اتنے دن مصروف رہا اس لئے چاہنے کے باوجود فون نہ کر سکا۔

''اچھا جانے دیجئے ــــــ یہ بتائیں آپ مل کہاں سکتے ہیں؟'' گل نے نہایت پیار سے پوچھا اور جمال نے بینک کا ایڈریس بتا دیا تو گل نے خدا حافظ کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔

ریسیور رکھ کر جمال نے ماتھے پر آیا ہوا پسینہ صاف کیا اور گل کے بارے میں سوچنے لگا۔ گل کا انداز، اس کی بات یہ بتانے کے لئے کیا کافی نہیں تھی کہ وہ ملنے کے لئے بے تاب ہے۔ مگر نہیں ــــــ وہ پھر اوقات کا سوچنے لگا تو خیال آیا ہو سکتا ہے وہ امیر زادی مل کر اس کے احسان کا بدلہ دینا چاہتی ہو۔ اور یہ بدلہ کیا ہو سکتا ہے؟ 'ونہہ چند سو روپے ــــــ ہاں، یہی ہو سکتا ہے۔ شاید خود ملنے آئے گی یا پھر کسی ملازم کے ہاتھ روپے بھجوا دے گی۔ یہ بڑے لوگ کسی کا احسان لینا پسند نہیں کرتے نا۔ مجھے فون ہی نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مگر اب تو ہو چکا تھا۔

'اونہہ، کیا فرق پڑتا ہے۔ خود آئے یا کسی کے ہاتھ بھجوائے۔ البتہ فرق یہ ہوگا کہ میں انکار کرنے کی بجائے وہ روپے رکھ لوں گا۔ پھر پتہ چلے گا محترمہ کو۔ یہ لڑکیاں خود کو سمجھتی کیا ہیں؟'

گھر آ کر بھی وہ گل ہی کا سوچتا رہا۔ مگر جب کنیز اُس کے کمرے میں آئی تو وہ سب کچھ بھول کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

رات کے کھانے کے بعد وہ سونے کی تیاری کر رہا تھا جب خالہ اُس کے کمرے میں آئیں۔ جمال نے حیران ہو کر ان کو دیکھا۔ خالہ نے بیٹھتے ہی بغیر کسی تمہید کے کہا۔

''جمال! اب کنیز میٹرک کر چکی ہے اور خیر سے تم بھی کمار ہے ہو اور اب میں چاہتی ہوں تم دونوں کے فرض سے فارغ ہو جاؤں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''

جمال کے اندر باہر ایک مسرت پھیل گئی بلکہ چہرے سے بھی خوشی کا اظہار ہونے لگا۔ وہ تو بہت پہلے ہی ایسا چاہتا تھا اس وقت جب جاب ملی تھی۔ مگر تب خالہ کہتی تھیں وہ میٹرک کر لے۔ اور اب وہ میٹرک کا امتحان دے چکی تھی اور جمال سوچتا تھا آخر خالہ اب چپ کیوں ہیں؟ وہ اب کیوں نہیں شادی کا کہتیں؟

''اب تمہارا کیا خیال ہے؟'' خالہ نے کہا تو وہ چونک پڑا۔

''میرے خیال کا کیا پوچھتی ہیں خالہ! جیسے آپ کی مرضی۔ جو آپ مناسب سمجھیں۔ ہم تو حکم کے غلام ہیں۔''

خالہ نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کہا۔ ''بیٹا! دھوم دھام میں کیا رکھا ہے میرا خیال ہے اس جمعہ کو نکاح رکھ لیتے ہیں۔ آج ہفتہ ہے۔ یعنی آج سے چھ دن بعد۔'' وہ

چپ ہو گئیں۔ کچھ دیر سوچتی رہیں، پھر کہا۔ ''آج تمہاری ماں ہوتی تو کتنا خوش ہوتی۔''

''میں اب آپ کو ہی ماں سمجھتا ہوں۔ آپ بھی تو خوش ہیں۔'' جمال نے کہا۔

''ہاں، بہت خوش ہوں۔ سنو، زیور میرے پاس ہے۔ ایک سیٹ تو تمہاری امی کا ہے، چار چوڑیاں اور دو تین انگوٹھیاں میری اپنی ہیں۔ باقی کپڑے بھی آہستہ آہستہ بناتی رہی ہوں۔ بس چند نئے کامدار سوٹ اور عروسی جوڑا اب خرید لیں گے۔''

''جیسے آپ کی مرضی خالہ! ویسے اگر پیسوں کی ضرورت ہے تو میں بینک سے قرض لے سکتا ہوں۔'' جمال نے کہا۔

''نہیں بیٹا! قرض لینے کی کیا ضرورت ہے؟ ہمیں کون سا بارات کو کھانا دینا ہے یا ولیمہ کرنا ہے۔ محلے کے چار آدمی اکٹھے ہوں گے اور یہ رسم ادا ہو جائے گی۔'' خالہ نے کہا اور اُٹھ گئیں اور جمال اپنی شادی کا سوچ کر مسکرانے لگا۔

جمال نے محسوس کیا تھا جیسے کوئی اُس کے بہت قریب ہے۔

آنکھ کھلی تو کنیز سرہانے بیٹھی اُس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھی۔ یہ اُس کے ہاتھوں کا لمس تھا جس نے اُسے جاگنے پر مجبور کر دیا تھا اور پھر اُس کے رونے کی آواز سن کر گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔

''کیا بات ہے ـــــ؟'' جمال نے پریشان ہو کر پوچھا۔

''میں شادی نہیں کروں گی۔'' اُس نے روتے ہوئے کہا۔

''کیسے؟'' جمال نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

''جیسے ماں کہتی ہیں کہ صرف نکاح ہوگا۔''

''اور تم کیا چاہتی ہو؟'' جمال نے محبت سے اُس کو قریب کرتے ہوئے پوچھا۔

''میں ـــــ'' وہ دھیرے سے کہنے لگی۔ ''جیسے اور لوگوں کی ہوتی ہے۔ یعنی مہندی بھی ہوگی، بارات آئے گی اور سب سے پہلے میرے لئے فرنیچر بنانا ہوگا۔ بیڈ اور ڈریسنگ میز تو بہت ضروری ہے اور.........'' وہ رک کر سوچنے لگی۔

''ہاں بھئی، اور؟'' جمال نے دلچسپی سے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اور کچھ نہیں ـــــ'' وہ شرما گئی تو جمال نے کہا۔

''مہندی، بارات کا تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ خالہ کا مسئلہ ہے۔ ہو سکتا ہے وہ نہ مانیں ـــــ باقی ڈھولک بجانا تو تمہاری سہیلیوں کا کام ہے۔ تم خود ان کو کہہ دینا۔ مگر فرنیچر''

''آپ کہیں گے تو وہ ضرور مان جائیں گی۔ آپ کی بچت کی وجہ سے تو وہ ایسا کہہ رہی ہیں۔ آپ ایک بار کہہ کر تو دیکھیں۔''

''اچھا بھئی، کہہ کر بھی دیکھ لوں گا۔ باقی فرنیچر کا وعدہ کرتا ہوں۔ جو، جو تم کہو گی وہی کچھ بنا دوں گا۔ اور کچھ؟'' جمال نے اُس کا چہرہ اوپر کرتے ہوئے پوچھا اور کنیز نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''اچھا اب بتاؤ کہ بس اتنی سی بات کے لئے ان آنکھوں کو تکلیف کیوں دی تھی؟''

''یہ اتنی سی بات ہے؟'' وہ منہ بنا کر غصے سے بولی تو جمال اُس کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔

''اب میں چلتی ہوں ـــــ'' وہ اس کی آنکھوں کا بدلتا رنگ دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔

''اب آ ہی گئی ہو تو رک جاؤ نہیں پلیز۔'' جمال نے ہاتھ پکڑنا چاہا مگر وہ پھرتی سے ہنستے ہوئے باہر بھاگ گئی۔

صبح دفتر جانے سے پہلے جمال نے خالہ سے بات کی اور ان کو بتایا کہ کنیز کیا چاہتی ہے۔ اس کی بات سن کر خالہ نے کہا۔

''ارے بیٹا! یہ تو پہلے بھی ہونا تھا۔ آخر چار آدمی جمع ہوتے تو نکاح ہوتا۔ میرا مطلب تو بہت دھوم دھام سے تھا مگر وہ میری بات سمجھی نہیں۔ بچی ہے نا۔ باقی رہی فرنیچر کی بات تو تمہیں جیسا اچھا لگے ویسا کرو۔ یہ لڑکی کیا کہتی ہے، مت سوچو۔''

''اب ایسا تو نہ کہیں خالہ! اگر میں نے فرنیچر بنا کر نہ دیا تو وہ میری جان کو آجائے گی۔ بلکہ رو رو کر اندھی ہو جائے گی۔''

''اچھا جیسے تمہاری مرضی۔'' خالہ نے کہا تو جمال بولا۔

''خالہ! یہ شادی ہے اور وہ لڑکی ہے۔ اس کی خواہش پوری نہ کرنا زیادتی ہے۔ اور پھر وہ کون سا تاج محل مانگ رہی ہے۔''

''مگر اسی طرح اس کی سنتے رہے تو وہ بھی مانگ لے گی۔'' خالہ نے کہا اور پھر کنیز کو ناشتہ لاتا دیکھ کر شفقت سے ہنس پڑیں۔

دفتر آتے ہی جمال نے پہلا کام قرض حاصل کرنے کا کیا تھا۔ پھر کام میں مصروف ہو گیا۔ روز کی طرح وقت گزرا اور جب چھٹی کے وقت اس نے بینک سے باہر قدم رکھا تو حیران رہ گیا۔ گل اپنی گاڑی میں بیٹھی اس کی منتظر تھی۔ اس کو دیکھتے ہی دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔

''آیئے، میں دس منٹ سے آپ کی منتظر ہوں۔ اصل میں، میں آپ کو ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتی تھی اس لئے اندر نہیں آئی کہ آپ اطمینان سے اپنا کام کرتے رہیں۔'' اس نے مسکرا کر وضاحت کی۔

''کوئی بات نہیں ـــــ'' جمال جھجکتے ہوئے بیٹھ گیا۔

''کہاں چلیں گے؟'' گل نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

''جہاں آپ مناسب سمجھیں۔'' جمال نے اب خود کو سنبھال لیا تھا۔ گل نے اس کو دیکھا پھر ونڈ اسکرین کے باہر دیکھتے ہوئے بولی۔

''دوسرے دن آپ مجھے دیکھنے ہاسپٹل آئے تھے؟''

''ظاہری بات ہے ـــــ ورنہ آپ کا ایڈریس کیسے ملتا؟'' جمال نے مسکرا کر کہا۔

''اوہ، ہاں ـــــ یہ بات تو ہے۔'' گل ہنس پڑی اور گاڑی ایک اچھے ریستوران کے سامنے روک کر دونوں اندر چلے آئے۔

''اب بتائیں، کیا لیں گے؟'' گل نے بیٹھتے ہی پوچھا اور جمال نے معاملہ پھر اُس کی مرضی پر چھوڑ دیا تو گل نے برگر اور کوک منگوائی، پھر جمال کو دیکھنے لگی۔ کچھ دیر گزر گئی تو گل نے کہا۔

''آپ کوئی بات کریں۔''

''میں ـــــ'' جمال نے پریشان ہو کر دل میں سوچا۔ بہت ساری لڑکیوں سے دوستی ہونے کے باوجود وہ گل کے سامنے ہچکچا رہا تھا۔ شاید اس لئے کہ وہ سب لڑکیاں اس کے اپنے طبقے اور معیار کے مطابق تھیں۔ جب کہ گل ایک بڑے خاندان کی تھی۔

''کمال ہے ـــــ میں نے بات کرنے کا کہا ہے اور آپ ـــــ'' گل نے ہنس کر اُسے دیکھا۔ قبل اس کے کہ جمال کچھ کہتا، ویٹر نے اشیائے خورد و نوش اس کے سامنے سجانی شروع کر دیں۔ اور جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر گیا تو گل نے کہا۔

''اب لیجئے ـــــ یہ میری پسند ہے۔''

''اور بہت اچھی ہے۔'' جمال نے تعریف کی اور باتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لیکن یہ سب غیر ضروری باتیں تھیں۔ تاہم اُن سے بے تکلفی کی فضا پیدا ہو گئی تو جمال نے پوچھا۔

''آپ کے مشاغل کیا ہیں؟''

''کچھ زیادہ نہیں ـــــ بس یہ بی۔ اے کا فائنل ایئر ہے۔ پڑھائی کی طرف زیادہ توجہ دے رہی ہوں۔'' گل نے بتایا پھر پوچھا۔ ''اور آپ کے کیا مشاغل ہیں ـــــ کہاں رہتے ہیں آپ؟''

''میں ـــــ مجھے چھوڑیں، اپنے بارے میں مزید بتائیں۔'' اُس نے بات بنائی۔

''مزید یہ کہ ہم تین بہن بھائی ہیں۔ پہلا نمبر میرا ہے، دوسرا بھائی کا اور چھوٹی منی ہے۔ مما، پاپا ہیں۔ پاپا کا وقت اپنے بزنس کو پھیلانے میں گزرتا ہے اور مما سوشل ورکر ہیں۔'' وہ مسکرائی، پھر کہا۔ ''اُس دن آپ نے میری جان بچائی۔ میں نے سوچا آپ کا شکریہ ادا کیا جائے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو اب تک میں مچھلیوں کی خوراک بن چکی ہوتی مگر آپ کی وجہ سے ـــــ'' وہ چپ ہو کر جمال کو دیکھنے لگی۔

''اس کی کوئی خاص ضرورت تو نہیں تھی۔'' جمال نے یہ سوچ کر تلخ لہجے میں کہا کہ یہی ہوا جو سوچا تھا۔ اب کچھ روپے اُدھر۔

''ضرورت تو واقعی کوئی نہیں تھی۔ مگر یہ شکریہ ملاقات کا بہانہ تو بن ہی سکتا تھا۔'' وہ معصومیت سے اُس کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ جمال چونک کر اس کو دیکھنے لگا تو وہ بولی۔

''اب چلتے ہیں۔'' اُس نے بل طلب کیا مگر حیران حیران سے جمال نے یہ سوچا ہی نہیں کہ وہ بل خود پے کرے۔ بس چپ چاپ اس کے ساتھ باہر آیا اور گل سے بولا۔

''اب آپ کے ساتھ نہیں جا سکوں گا۔ کیونکہ مجھے ادھر کچھ کام ہے۔'' دراصل وہ نہیں چاہتا تھا کہ گل اس کا گندا سا گھر دیکھے۔

گل نے اس کی بات پر خدا حافظ کہا اور گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی جب کہ وہ حیرت میں گم بہت دیر تک وہاں کھڑا حیران ہوتا رہا۔ اور آخر جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو سر جھٹک کر بس شاپ کی طرف چل دیا۔

دوسرے دن وہ پھر موجود تھی۔ چھٹی کے بعد جمال باہر آیا تو وہ اس کو دیکھ کر مسکرائی پھر دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔

''آپ بھی کیا سوچیں گے۔ آج پھر بور کرنے آ گئی ہے۔''

''آپ بھی مذاق کرتی ہیں ـــــ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آج پھر میرا وقت بہت اچھا کٹے گا۔'' جمال نے بیٹھتے ہوئے خوشگوار لہجے میں کہا تو گل مسکرا دی۔ پھر گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔

''آپ نے میرے دل کی بات کی ہے۔ کل مجھے بھی وقت گزرنے کا احساس نہ ہوا کہ اچھا وقت جلدی گزر جاتا ہے ـــــ جی چاہا آج پھر آپ سے مل لوں آپ نے برا تو نہیں منایا؟''

''ہرگز نہیں ـــــ'' جمال نے یہ بات منہ سے ہی نہیں دل سے کہی تھی۔ پھر وہ وہیں آئے جہاں کل برگر اور کوک پی تھی۔ بہت دیر بیٹھے وہ باتیں کرتے رہے مگر صرف گل اور اس کے متعلقین کے متعلق۔ اپنے بارے میں جمال پھر ٹال گیا تھا۔ فی الحال وہ فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ اپنے بارے میں کیا بتائے اور کیا نہ بتائے۔

جب وہ اٹھے تو گل نے پرس کھول کر بل کی رقم دینا چاہی تو جمال نے کہا۔

''اب یہ نہیں ہوگا ـــــ کل پتہ نہیں کیسی حیرت میں تھا کہ مجھے احساس نہ ہوا۔ شاید یہ آپ کی قربت کا اثر تھا۔'' اُس نے ڈرتے ڈرتے یہ بات کہی تھی مگر گل کے چہرے پر شفق پھیل گئی۔

جمال نے بغور اس کے سرخ چہرے کو دیکھا پھر بل کی رقم ٹرے میں رکھ کر اس کے ساتھ باہر نکلتے ہوئے کہا۔

''ہاں جی، اب کیا پروگرام ہے؟''

''اب ـــــ'' گل مسکرائی۔ ''آپ کو ڈراپ کرتے ہوئے گھر چلوں گی۔''

''مجھے ڈراپ کرنے کا خیال موخر کر دیں کہ مجھے آج پھر یہاں کام ہے۔''

''اچھا ـــــ'' وہ کچھ دیر سوچتی رہی، پھر گاڑی میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ ''ایک بات کہوں، برا تو نہیں مانئے گا؟''

''جی نہیں ـــــ فرمائیے۔'' جمال نے اپنائیت سے کہا۔

''کیا میں آپ سے ملنے کبھی کبھار آ سکتی ہوں؟''

جمال نے چونک کر دیکھا اور شوخی سے کہا۔ ''کبھی کبھار ہی کیوں ـــــ آپ چاہیں تو روز ملنے آ سکتی ہیں۔''

''اوہ، شکریہ ـــــ'' کہتے ہوئے اُس نے گاڑی آگے بڑھا دی جب کہ جمال آج پھر سوچتا رہ گیا۔

وہ گھر آیا تو خالہ بیٹھی ہائے ہائے کر رہی تھیں اور کنیز بیٹھی اُن کے پاؤں دبا رہی تھی۔ جمال کو دیکھتے ہی اُٹھ کر اندر بھاگ گئی۔

''کیا ہوا خالہ؟'' جمال نے خالہ کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''ارے بیٹا! کیا بتاؤں ـــــ آج شاپنگ کے لئے اس لڑکی کے ساتھ صبح دس بجے گھر سے گئی تھی۔ مغرب ہو رہی تھی جب پھر پھرا کر واپس آئے۔ ورچیزیں اب بھی پوری نہیں خریدیں۔ حالانکہ سارا دن گائے کی طرح بازار میں پھرتی رہی ہے۔''

''ان کاموں میں تھکن تو ہو ہی جاتی ہے۔'' جمال نے بے دلی سے کہا اور اٹھ گیا۔

جمال کی یہ عادت تھی کہ باہر وہ چاہے کتنی ہی لڑکیوں سے ملتا مگر جب گھر آتا تو صرف کنیز یاد رہتی باقی سب کو بھول جاتا۔ مگر آج اس کے دل و دماغ پر گل سوار تھی اور وہ گل کے رویے کو سمجھنے کی اور اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ حیران ہو کر سوچتا۔

'کیا یہ تو نہیں کہ وہ واقعی مجھے پیار کرنے لگی ہے؟ ـــــ آخر کمی کیا ہے مجھ میں سوائے غریبی کے ـــــ خیر اس بات کو چھوڑو، سوچنے والی بات یہ ہے کہ اگر وہ واقعی مجھ سے محبت کرتی ہے تو مجھے کیا کرنا ہوگا ایسے حالات میں جب کہ پانچ دن بعد میری شادی ہے ـــــ اونہہ، شادی ہے یا صرف خانہ پُری۔'

پھر وہ سوچنے لگا اگر گل سنجیدہ ہے تو پھر شادی کرنے کا اصل مزہ تو گل کے ساتھ ہے کہ قسمت روز روز تھوڑی مہربان ہوتی ہے۔

مگر وہ کھل کر کچھ کہتی بھی تو نہیں۔

ارے وہ لڑکی ہے، شرماتی ہوگی ـــــ یہ بات مجھے خود کرنی ہوگی۔ مجھے یقین ہے وہ یہ بات سن کر ناراض نہیں ہوگی۔ اور اگر ناراض ہو بھی گئی تو کیا فرق پڑتا ہے، پھر کنیز سے شادی کروں گا۔ اور اگر وہ ناراض نہ ہوئی تو ـــــ

یہ بات سوچنے کی تھی ـــــ پھر مجھے کیا کرنا ہوگا؟ کیا پھر میں کنیز کو چھوڑ دوں گا؟ نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ اچھا پہلے گل سے بات کروں، پھر بعد کی بعد دیکھی جائے گی ـــــ اس نے خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

اسی وقت عروسی جوڑے کا دوپٹہ اوڑھے کنیز اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ جمال اُس کو دیکھنے لگا جب کہ ذہنی طور پر وہ گل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

''کیسی لگتی ہوں؟'' کنیز نے شرماتے ہوئے پوچھا۔

''اچھی۔'' جمال نے صرف اتنا کہا۔

''صرف اچھی؟''

جمال چپ رہا تو کنیز نے کہا۔

''ہاں دیکھنا، بہت اچھی تو شادی والے دن لگوں گی۔'' پھر وہ مڑی۔ جمال نے اُس کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ خود ہی رُکی، حیرت سے پلٹ کر جمال کو دیکھا اور باہر نکل گئی۔

اگلے دن جمال چھٹی سے پہلے ہی اُٹھ اُٹھ کر باہر دیکھتا رہا۔ مگر پہلے تو کیا وہ چھٹی کے بعد بھی نہ آئی۔ جمال کا دل چاہا فون کرے مگر پھر نجانے کیا سوچ کر یہ ارادہ ملتوی کیا اور سیدھا گھر چلا آیا۔

تاہم تیسرے دن وہ پھر چلی آئی۔ جمال اُسے دیکھتے ہی کھل اٹھا اور وقت سے کچھ دیر پہلے ہی نکل آیا ـــــ جب وہ اپنے مخصوص ریسٹورنٹ میں پہنچے تو جمال، گل سے صاف صاف بات کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کچھ کھانے پینے سے پہلے ہی اس نے کہا۔

''گل! کیا تمہارے گھر والوں کو معلوم ہے تم مجھ سے ملتی ہو؟''

''نہیں ـــــ میں نے کبھی ان کو بتانے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔'' گل نے صاف صاف بتا دیا۔

''اس کی 'کبھی' نے جمال کو حوصلہ دیا تو اس نے پھر کہا۔

''گل! ہم ملتے کیوں ہیں؟ ـــــ میرا مطلب ہے اس معاشرے میں تو مرد و عورت کی دوستی کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ تمہارے اور میرے ملنے کا مطلب لوگ کچھ اور ہی لیں گے۔''

''لیتے رہیں ـــــ ہمیں کیا فرق پڑتا ہے۔'' گل نے لاپرواہی سے کہا۔

''سمجھنے کی کوشش کرو گل! وہ سوچیں گے شاید ہم ایک دوسرے ـــــ'' اُس کا ردِ عمل دیکھنے کے لئے جمال نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

گل نے یہ بات سن کر نظریں جھکا لیں۔ کچھ دیر خاموش رہی، پھر کہا۔

''اگر وہ یہ سمجھیں گے تو کچھ غلط تو نہ ہوگا۔ میں .....'' وہ چپ ہو کر سوچنے لگی۔ یہی موقع تھا جب جمال نے سوچا کہ مجھے کچھ کہنا چاہیے۔

''گل! میں تو سمجھ رہا تھا صرف میں ہی تمہیں دیکھنے کے بعد محبت کی اس آگ میں جل رہا ہوں۔ کسی پل مجھے قرار نہیں تھا مگر ... مگر یہاں تو تم بھی ـــــ مجھے یقین نہیں آتا کہ قسمت یوں بھی مہربان ہوتی ہے۔''

گل چپ چاپ برگر کھانے کی بجائے اُسے دیکھتی رہی۔ جمال نے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے اُس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ گل نے اس کا ہاتھ ہٹانے کی ضرورت نہ سمجھی تھی۔ بس ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر بکھر گئی تھی اور جمال نے دل ہی دل میں بات فائنل ہو جانے پر اطمینان کا سانس لیا۔ پھر وہ باتیں شروع کر دیں جن کو جمال سمجھتا تھا کہ کوئی بے وقوف لڑکی ہی اعتراض کر سکتی ہے۔

رات وہ گھر آیا تو ذہن ہلکا پھلکا تھا۔ کیونکہ یہ طے ہونے کے بعد کہ گل اُسے پسند کرتی ہے، اس سے محبت کرتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اُس نے بھی گل کو اپنی محبت کا یقین دلایا تھا جب کہ حقیقت تو یہی تھی کہ اُسے گل سے محبت نہ تھی۔

اور یہ انکشاف تو ابھی ابھی اس پر ہوا تھا کہ محبت تو وہ کنیز سے بھی نہیں کرتا تھا۔ اگر اُسے کنیز سے محبت ہوتی تو پھر گل کی طرف جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ اُسے تو

کنیز سے محبت تھی اور نہ ہی گل سے۔ کنیز، گل سے کہیں زیادہ خوبصورت تھی۔ اگر وہ کنیز سے محبت نہ کر سکا تھا تو پھر گل ہاں، گل میں صرف دولت کی کشش تھی جس کو وہ بڑی شدت سے محسوس کرتا تھا۔ دنیا میں ایسا کون سا انسان ہے جو دولت حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ جو امیر ہونا نہیں چاہتا وہ بھی یہ سب کچھ چاہتا تھا اور قسمت یہ در کبھی کبھی ہی کھولتی ہے۔ اور جمال بھی اس کھلے در میں داخل ہو گیا تھا۔ صرف اچھی زندگی کے لالچ میں بغیر کچھ سوچے، بغیر کچھ سمجھے۔

حالانکہ سوچنے کو بہت کچھ تھا۔ بوڑھی خالہ جس نے ماں کے بعد محنت مزدوری کر کے اُسے پڑھایا تھا۔ معصوم کنیز جو ہوش سنبھالنے کے بعد ہی اُس کو ہی سب کچھ سمجھنے لگی تھی۔ وہ ان سب کو بھول گیا تھا اُن کے احسانوں کو بھول کر اب وہ شادی ملتوی کرنے کی تدبیریں سوچ رہا تھا۔

کنیز سامنے بیٹھی چاول ڈش میں ڈال رہی تھی۔ کھانا وہ تینوں اکٹھے ہی کھاتے تھے۔ جمال کو اس وقت ذرا بھی بھوک نہ تھی مگر جب خالہ نے پکارا تو وہ اٹھ گیا۔ کھانا کھاتے ہوئے بھی وہ کنیز کو دیکھتا رہا جس کے چہرے پر آج کل سرخی چھائی رہتی تھی۔

’میرے انکار سے کنیز پر کیا گزرے گی؟‘ یہ خیال آتے ہی وہ کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا۔ خالہ نے روکنا چاہا مگر وہ اپنے کمرے میں چلا آیا اور سگریٹ پھونکنے لگا ــــــ کھانے کے بعد جب کنیز چائے لے کر اس کے کمرے میں آئی تو جمال سوچ چکا تھا اب کیا قدم اٹھانا ہے۔

’’بیٹھو۔‘‘ کنیز کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے جمال نے کہا۔ کنیز بیٹھ گئی اور جمال چائے پیتے ہوئے سوچنے لگا بات شروع کہاں سے کرے۔ کرنی تو ہر حال میں تھی۔

’’کچھ پریشان ہو؟‘‘ اُس کو سوچوں میں گم دیکھ کر کنیز خود ہی پوچھ بیٹھی اور جمال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

’’لیکن کیوں پریشان ہو؟ ــــــ کیا قرض نہیں مل رہا؟‘‘ کنیز نے اُس کو جواز فراہم کر دیا کہ وہ یہی سمجھی تھی کہ شاید قرض نہ ملنے کی وجہ سے پریشان ہے۔

’’ہاں ــــــ‘‘ جمال نے سوچ میں ڈوبی گہری سانس لے کر کہا۔ ’’فی الحال قرض نہیں مل رہا۔ وہ لوگ کہتے ہیں چھ، سات مہینے بعد ملے گا۔‘‘

’’تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے ــــــ ہم فرنیچر نہیں بناتے۔‘‘ کنیز نے یہ کہہ کر گویا اس کی پریشانی ختم کرنے کی کوشش کی۔

’’نہیں کنیز! میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا ــــــ یہ تمہاری خواہش ہے جس کو پورا کرنا میرے لئے بہت اہم ہے۔‘‘ جمال نے لگاوٹ سے کہا۔

’’اور میرے لئے تمہاری خوشی ــــــ چند دنوں سے دیکھ رہی تھی تم بہت پریشان ہو ــــــ میں نہیں جانتی تھی کہ یہ سب میری وجہ سے ہے۔‘‘ کنیز نے محبت سے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اور جمال اس کے قریب ہو کر بولا۔

’’تم کچھ بھی کہو، جب تک فرنیچر نہیں بنے گا تب تک میں شادی نہیں کروں گا۔ ویسے بھی میں یہ سوچ رہا ہوں اوپر دو کمرے بنا کر ہم اوپر چلے جائیں اور نیچے والا حصہ کرائے پر اٹھا دیں۔‘‘

’’مگر کیوں؟‘‘ کنیز نے حیران ہو کر اس کو دیکھا۔

’’اس لئے جان کہ شادی کے بعد اخراجات بڑھیں گے۔‘‘ جمال نے رومانی لہجے میں کہا۔ ’’دیکھو، آج ہم دو ہیں، کل تین ہو جائیں گے پھر چار پھر پا ‘‘

’’ہش ــــــ‘‘ کنیز نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ جمال نے اس کا یہ ردعمل دیکھا تو سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔

’’ویسے بھی میں اس بات کو پسند نہیں کروں گا کہ ہماری شادی کے بعد بھی خالہ محنت کریں۔ تب تو وہ ہمارے ننھے منے بچوں کی نانی بن کر ‘‘

’’بس کریں نا۔‘‘ کنیز نے کہا اور کمرے سے بھاگ گئی اور جمال سوچنے لگا۔

زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ خالہ اندر آئیں۔

’’یہ میں کیا سن رہی ہوں جمال؟‘‘ خالہ نے بیٹھتے ہی پوچھا۔

اس پر جمال نے ان کو بھی وہی سبز باغ دکھا دیا اور خالہ مان گئیں۔ جمال اپنی کامیابی پر دل ہی دل میں مسکرا دیا۔

روز تو نہیں ہفتے میں دو تین بار وہ گل سے ضرور ملتا تھا کہ اب کوئی پریشانی درمیان میں نہ رہی تھی۔ وہ تو روز ملنا چاہتا تھا مگر گل نے کہا تھا۔

’’اب میرے امتحان قریب ہیں۔ اس لئے کم کم ملیں گے۔‘‘

اور جمال نے اس کی بات مان لی تھی مگر روز ہی فون پر وہ ہیلو، ہائے کر لیتا تھا کہ فون کرنے سے گل نے منع نہیں کیا تھا اور وہ روز اُس کو اپنی محبت کی بے قراریوں بتایا کرتا تھا۔ گل کے امتحان ختم ہوتے ہی بیگم شاکر اس کے آکسفورڈ میں داخلے کے انتظامات میں لگ گئیں۔ پہلے تو گل کو پتہ ہی نہ چلا۔ وہ بلاناغہ جمال سے ملنے لگی تھی۔ پتہ چلا تو وہ سیدھی بیگم شاکر کے کمرے میں چلی آئی۔

’’ممی! یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟‘‘

’’کیا جان؟‘‘ بیگم شاکر نے محبت سے بیٹی کو دیکھا۔

’’ممی! آپ آکسفورڈ میں میرے ایڈمیشن کے انتظامات نہ کریں۔‘‘

’’اچھا تو پھر کہاں کروں؟ ــــــ کیا تم امریکہ ہارورڈ یونیورسٹی میں ایڈمیشن چاہتی ہو؟‘‘ بیگم شاکر نے محبت سے بیٹی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

’’ممی! بات یہ ہے کہ میں آگے پڑھنا نہیں چاہتی۔‘‘ گل نے صاف صاف کہہ دیا کہ بات کرنے کا یہ اعتماد بھی تو ماں نے ہی اسے دیا تھا۔

’’کیا ــــــ؟‘‘ بیگم شاکر نے حیران ہو کر بیٹی کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ’’مگر کیوں پڑھنا نہیں چاہتی ہو؟‘‘

’’ممی! میں اب شادی کرنا چاہتی ہوں۔‘‘ گل نے پورے اعتماد سے کہا۔

’’شادی ــــــ ابھی سے ــــــ میرا مطلب ہے اتنی جلدی؟‘‘ اُن کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کہیں۔ جو بات انہیں خود بیٹی سے کہنا تھی، وہی بات بیٹی اُن سے کہہ رہی تھی۔

’’جلدی کہاں ممی! بیسویں میں لگ چکی ہوں۔‘‘

’’اوہ ــــــ‘‘ بیگم شاکر نے یوں کہا جیسے اب تک وہ اس بات سے بے خبر رہی تھیں۔ پھر گل کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ’’اتنی جلدی شادی کی وجہ؟‘‘

’’ممی! میں سمجھی نہیں؟‘‘ گل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

’’مطلب تو صاف ہے ــــــ کیا کوئی پسند آ گیا ہے؟‘‘ انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

’’اوہ، بس ممی!‘‘ گل نے مسکرا کر کہا۔

’’کون ہے وہ؟‘‘ انہوں نے بغور بیٹی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

’’ممی! آپ کو یاد ہے جب میں ہائی کس بے پر ڈوب گئی تھی تو ــــــ ‘‘

’’تو کیا وہی لڑکا جس نے تمہیں بچایا تھا؟‘‘

’’او یس ــــــ یس ممی! آپ بہت ذہین ہیں ــــــ خود ہی سمجھ گئیں، مجھے بتانا نہیں پڑا۔‘‘ گل نے ہنس کر کہا۔ ’’وہی لڑکا ہے ــــــ اور بہت خوبرو ہے۔‘‘ گل نے خوش ہو کر بتایا۔

’’صرف خوبرو ــــــ‘‘ انہوں نے پھیکا گواری سے کہا۔

’’نہیں ممی! بہت اچھا ہے ــــــ بہت ہی اچھا۔‘‘ گل ایک ایک لفظ پر زور ڈالتے ہوئے بولی۔ ’’اور مجھے بے حد پسند ہے۔‘‘

’’ہوں ــــــ‘‘ بیگم شاکر نے تنقیدی نظروں سے بیٹی کا جائزہ لیا اور پوچھا۔

’’کس خاندان کا ہے؟‘‘

’’ممی! اس کا کوئی خاندان نہیں۔‘‘

’’کیا مطلب؟‘‘ انہوں نے پھر ناگواری سے ہی پوچھا۔

’’وہ ممی! جمال بہت چھوٹا تھا جب اس کے مما، پاپا ایک حادثے میں فوت ہو گئے ــــــ اُن کے بعد جمال کی پرورش اُس کی آنٹی نے کی تھی۔ مگر چند ماہ پہلے اُن کی آنٹی بھی فوت ہو گئی تھیں ــــــ جمال کہہ رہا تھا، ماں باپ کو تو اس نے دیکھا نہیں تھا مگر آنٹی کی موت اس کے لئے ایک بڑا صدمہ تھی۔ اب وہ اکیلا کسی دوست کے ساتھ رہتا ہے۔‘‘ گل نے وہ ساری تفصیل بیان کی جو جمال نے اُس کو بتائی تھی۔

’’کیا کرتا ہے؟‘‘ بیگم شاکر نے اگلا سوال کیا۔

’’ممی! ایک بینک میں کیشیئر ہے ‘‘ گل نے ذرا مدھم لہجے میں بتایا۔

’’اس کے باوجود تم ‘‘ انہوں نے بات ادھوری چھوڑ کر بیٹی کو دیکھا۔

’’ممی! روپے پیسے کی میرے نزدیک اہمیت نہیں میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ مجھے جمال سے محبت ہے وہ میری پسند ہے اور میں ‘‘

’’یہ جذباتی باتیں ہیں جو صرف شادی سے پہلے کہی جاتی ہیں ــــــ بعد میں جب مسائل کا سامنا ہو گا تو ‘‘

مگر گل نے اُن کی بات کاٹ کر کہا۔

''ممی! آپ بعد میں مجھے شکوہ کرتے نہ پائیں گی   مجھے صرف جمال سے محبت ہے۔ میں صرف اُسی کو پانا چاہتی ہوں۔''

''یہ صرف حماقت کی باتیں ہیں جو اس عمر کا تقاضا ہوتی ہیں   اچھا وہی ہوتا ہے جو بڑے سوچتے ہیں۔''

''جو کچھ بھی ہے، مجھے پسند ہے   اور میں نے بہت سوچ سمجھ کر ہی یہ فیصلہ کیا ہے۔ آپ مجھے بچی نہ سمجھیں۔ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔''

''ہوں   '' وہ کچھ دیر سوچتی رہی، پھر کہا۔ ''اچھا بلاؤ اُس کو کسی دن   دیکھ کر سوچیں گے۔''

''ممی! دیکھیں ضرور اور سوچیں بھی۔ مگر فیصلہ انصاف سے کیجئے گا   وہ بہت اچھا ہے   غریبی کے سوا اُس میں کوئی خرابی نہیں۔'' گل نے جمال کی وکالت کرتے ہوئے کہا۔

''اچھا بھئی   دیکھی جائے گی۔'' انہوں نے کچھ بیزاری سے کہا۔

''اور ہاں ممی! آپ جمال کے سامنے کچھ نہیں کہیں گی۔''

''گل! اب تم جاؤ ـــــ باقی باتیں اس کو دیکھنے کے بعد ہوں گی۔'' انہوں نے بیٹی کو گھورتے ہوئے کہا۔

''اوکے ممی! مجھے یقین ہے آپ کو جمال پسند آئے گا۔'' پھر وہ ان کا منہ چومتے ہوئے باہر نکل گئی جب کہ بیگم شاکر سوچوں میں گم ہو گئیں۔

رات جب شاکر صاحب سونے کے لئے بیڈ روم میں آئے تو وہ بے چینی کمرے میں ٹہلیں لگا رہی تھیں ـــــ شاکر صاحب نے حیرت سے اُن کو دیکھا اور پوچھا۔

''بیگم! کیا بات ہے؟ آپ پریشان ہیں؟''

''بات ہی پریشانی کی ہے۔'' وہ تفکر میں ڈوبی ہوئی بولیں۔

''ایسی کیا بات ہے ـــــ مجھے بتاؤ؟''

بیگم شاکر نے ان کو دیکھا، پھر کہا۔ ''گل مزید آگے پڑھنا نہیں چاہتی۔''

''تو اس میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟''

''پریشانی کی ہی تو بات ہے کہ   ''

''کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔'' وہ بیگم کی بات کاٹ کر بولے۔ ''یہ تمہاری خواہش ہے کہ وہ باہر پڑھنے جائے۔ اب وہ نہیں جانا چاہتی تو بھول جاؤ اس بات کو۔ پڑھائی ساری تو جدا آفتاب کو دو ـــــ بیٹیاں تو ویسے بھی پرائی چیز ہوتی ہیں۔ جتنا پڑھ لیا اتنا ہی بہت ہے۔''

''آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ آگے کیوں نہیں پڑھنا چاہتی۔'' بیگم شاکر نے غصے سے کہا۔

''اب بتا دو ـــــ اس میں ناراض ہونے والی کیا بات ہے؟''

''وہ شادی کرنا چاہتی ہے۔''

''اچھا ـــــ'' انہوں نے عام سے لہجے میں کہا۔

''آپ اس بات کو اتنا غیر اہم کیوں سمجھ رہے ہیں؟'' بیگم شاکر جھنجلا کر بولیں۔

''تو یہ اتنی اہم کب ہے ـــــ ساری لڑکیاں شادی کرتی ہیں ـــــ ہماری بیٹی بہت سمجھ دار ہے۔ وہ جانتی ہے کہ وہ آگے نہیں پڑھ سکتی تو پھر وقت برباد کرنے کا فائدہ؟ بہتر یہی ہے کہ شادی کر دی جائے ـــــ پہلے یا بعد، شادی تو بہر حال لازمی کرنی ہے۔ بلکہ ہوتی ہے۔''

''اس نے اپنے لئے لڑکا بھی پسند کر لیا ہے۔''

''کون ہے؟'' انہوں نے پہلی بار ذرا چونکتے ہوئے پوچھا۔

''وہی، جس نے ہاکس بے پر اسے ڈوبنے سے بچایا تھا۔''

''کیا ـــــ وہ لڑکا ـــــ؟''

''جی ـــــ وہی لڑکا ـــــ آپ تو گل کو جانتے ہیں۔ وہ افسانوی زندگی میں رہتی ہے۔ ورنہ ضروری نہیں کاغذی ہیرو حقیقی زندگی میں بھی ہیرو ہی ہو، وہ ولن بھی ہو سکتا ہے۔ مگر وہ بضد ہے کہ شادی کرے گی تو صرف اُسی سے۔'' بیگم شاکر نے ناراض لہجے میں کہا۔

''کچھ معلوم کیا ہے کہ کس گھرانے کا ہے ـــــ کرتا کیا ہے؟''

''خاندان میں آگے پیچھے والے سب مر کھپ چکے ہیں ـــــ بالکل اکیلا ہے اور کسی بینک میں کیشیئر ہے۔ خوبصورت نوجوان ہے اور اس کی یہی خوبی گل کو بھائی ہے۔''

''پھر اب تم نے کیا سوچا ہے؟'' انہوں نے اپنی رائے دینے سے گریز کیا۔

''میں اس کی شادی کسی فقیر سے نہیں کر سکتی۔'' بیگم شاکر نے غصے سے کہا۔

''دیکھو بیگم! غریبی کو اس کی خامی نہ بنانا ـــــ اگر وہ اچھا ہے اور اس میں آگے بڑھنے کا حوصلہ ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا کوئی نہ کوئی مقام بنائے کہ کثر ایسا ہوتا ہے۔ سارے لوگ سونے چاندی کے چمچ منہ میں لے کر پیدا نہیں ہوتے۔''

''اس دنیا کی سب سے بڑی خرابی اور خامی یہی دولت ہے ـــــ جب اس کے پاس کچھ ہے ہی نہیں تو پھر مقام کیسے بنائے گا؟ ـــــ آپ خود اس کو سمجھانے کی کوشش کریں اور اس کو یہ بتائیں کہ میں یہاں اس کی شادی کرنا نہیں چاہتی۔''

''تمہارا کیا خیال ہے ـــــ وہ مان جائے گی؟''

''میں نہیں جانتی ـــــ مگر اس کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اس لڑکے کے ساتھ شادی نہ کرے۔''

''تم نے لڑکا دیکھا ہے؟''

''نہیں۔ مگر وہ جلد اس کو گھر لانے والی ہے۔''

''پھر بات ختم ـــــ پہلے لڑکا دیکھ لیں، باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ پہلے ہی سے خود کو پریشان کرنے کا کیا فائدہ؟''

''آپ آخر سمجھتے کیوں نہیں ـــــ میرے لئے لڑکا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس کو دیکھنا یا نہ دیکھنا میرے لئے برابر ہے ـــــ میں اس کے ساتھ گل کی شادی کرنا ہی نہیں چاہتی۔ ویسے بھی آپ کی بہن آپا نے حماد کے لئے بات کی تھی۔ وہ کیا سوچیں گی۔ حماد جیسے پڑھے لکھے نوجوان کو چھوڑ کر ہم نے ایک معمولی حیثیت کے لڑکے کو ان پر اہمیت دی۔ یہ تو غلط بات ہے۔''

''تمہارے لئے تو اصل بات حیثیت کی ہے۔''

''اور آپ کے لئے کیا نہیں ہونی چاہئے؟'' انہوں نے گھور کر کہا۔

''ہونی چاہئے   مگر میں پھر کہتا ہوں مجھے پہلے لڑکا دیکھنے دو۔ اور ویسے بھی اگر گل نے اس کے ساتھ شادی کا فیصلہ کر لیا ہے تو وہ کبھی باز نہیں آئے گی۔ بیگم! جب ایک کام ہونا ہی ہے تو پھر ذرا بہتر طریقے سے کیوں نہ کیا جائے ـــــ اب تم سونے کی کوشش کرو ـــــ ایک چیز مقدر بھی ہے۔ اور گل کے مقدر میں جو اوپر والے نے لکھ دیا ہے وہی ہوگا۔ ویسے بھی میرا اس بات پر پختہ یقین ہے کہ جوڑے آسمان پر بنتے ہیں ـــــ اگر اوپر یہ فیصلہ ہو چکا ہے تو پھر ہمیں بھی خوش دلی سے اس کو قبول کرنا ہوگا ـــــ اب تم سو جاؤ۔'' یہ کہہ کر وہ خود بھی لیٹ گئے۔

مگر بیگم شاکر جاگتی رہیں ـــــ تاہم وہ سمجھ رہی تھیں کہ شاکر صاحب کی باتیں صحیح ہیں۔ ویسے بھی انہوں نے اپنے گھر کا ماحول جو شروع سے بنایا تھا وہ یہی تھا کہ ناپسندیدہ ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی بات سنی جائے اور رائے کا خیال رکھا جائے ـــــ مگر یہ اتنی چھوٹی بات تو نہ تھی۔ یہ ٹھیک تھا کہ وہ غریب تھا مگر اس کا کردار کیسا تھا، چال چلن کا کیسا تھا؟ ـــــ انہی سوچوں میں گم وہ نجانے کب سو گئیں۔

دو دن بعد چھٹی کے روز گل نے اُن کو بتایا کہ آج جمال سہ پہر کی چائے ہمارے ساتھ پیئے گا۔

بیگم شاکر جواب میں چپ رہیں۔ شاکر صاحب نے کہہ دیا تھا، ''اب انکار فضول ہوگا ـــــ بہتر ہے ہاں کر دی جائے۔'' سو وہ اُن کی بات مان گئی تھیں۔

سہ پہر کی چائے لان میں پینے کا پروگرام بنا تھا۔ اور وہ سب اس وقت لان میں بیٹھے تھے۔ ملازم چائے کے برتن لگا رہے تھے ـــــ جمال ابھی تک نہیں آیا تھا۔ شاکر صاحب خبر دیکھ رہے تھے اور بیگم شاکر فرخ کی باتیں سن رہی تھیں۔ جب کہ دھیان اُن کا گل کی طرف تھا جو آفتاب سے باتوں میں مگن تھی مگر بار بار نظر گیٹ کی طرف اُٹھ رہی تھی۔

بیگم شاکر نے آفتاب کو بھی ساری بات بتا دی تھی اور اس نے بھی بہن کے حق میں یہ کہتے ہوئے فیصلہ دیا تھا۔

''مما! شادی تو آپا کو کرنی ہے   اور شادی جمال سے ہونی ہے، اس کے خاندان سے نہیں۔ جہاں تک غریب ہونے کا سوال ہے یہ بھی آپا کا مسئلہ ہے۔ وہ چھوٹی نہیں ہیں، اپنا بھلا برا خود سمجھ سکتی ہیں۔''

آفتاب کی بات سننے کے بعد بیگم شاکر نے بادلِ نخواستہ گل کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا۔ مگر فی الحال گل کو کچھ نہ بتایا تھا۔ وہ اب جمال کو دیکھنے کی رسمی کارروائی کے بعد ہی گل کو کچھ بتانا چاہتی تھیں۔

''ممّا! جمال آگیا''

گل کی آواز سن کر وہ چونکیں۔ پھر دیکھا گل بھاگ کر گیٹ کی طرف جا رہی تھی۔ اُس نے کچھ دیر وہیں رُک کر جمال سے بات کی پھر اُس کو ساتھ لے کر ان کی طرف چلی آئی۔

''ممّا! یہ جمال ہیں'' گل نے تعارف کروایا۔

''ہوں'' بیگم شاکر نے ایک گہری نظر جمال پر ڈالی۔ جدید تراش کے سرمئی تھری پیس سوٹ میں وہ کسی اچھے خاندان کا ہی نہیں بلکہ کسی رئیس خاندان کا فرد لگ رہا تھا۔ پرفیوم کی شاید ساری بوتل انڈیل کر آیا تھا کہ سارا لان خوشبو سے مہک اٹھا تھا۔

بیگم شاکر نے سوچا۔ اس سوٹ پر اس کی پوری تنخواہ خرچ ہوئی ہوگی ــــــ بے چارہ اپنے آپ کو ہمارے برابر کا بنا کر آیا ہے۔

اُن کو سوچ میں گم دیکھ کر گل نے جمال سے کہا۔

''جمال! یہ میری ممّا ہیں۔ یہ پاپا اور یہ بھائی آفتاب۔''

جمال نے دونوں سے مصافحہ کیا اور بیگم شاکر کو سلام کرتے ہوئے بیٹھ گیا۔ گل نے ملازمہ کو چائے لگانے کی اجازت دی اور خود بھی بیٹھ گئی۔

شاکر صاحب نے جمال کو بغور دیکھا، پھر پوچھا۔

''کرتے کیا ہو برخوردار؟'' حالانکہ بیٹھتے ہی یہ سوال پوچھنا عجیب سا تھا۔

''جی بینک میں ملازم ہوں۔'' جمال نے صرف اتنا ہی کہا۔ کس پوسٹ پر ملازم تھا یہ نہ بتایا۔ اور شاکر صاحب 'ہوں' کر کے پھر اخبار میں گم ہو گئے۔ جب کہ بیگم شاکر پھر چھوٹی فرخ کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔ گل نے ممی پاپا کے رویے کو دیکھتے ہوئے آہستہ سے آفتاب سے کہا۔

''تم ہی کوئی بات کرو ــــــ وہ کیا سوچے گا، کیسے بد اخلاق لوگ ہیں۔''

''میں کیا بات کروں؟'' آفتاب نے لاپرواہی سے شانے اچکاتے ہوئے جمال کو دیکھتے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔ گل نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔

اتنے میں ملازمہ نے چائے بنا کر سب کے سامنے رکھ دی۔ چائے کے ساتھ سموسے، پکوڑے اور اور دوسرے کئی لوازمات تھے۔

''پاپا! چائے۔'' گل نے ان کے ہاتھ سے اخبار پکڑتے ہوئے کہا۔

''اوہ ــــــ اچھا، اچھا ــــــ ٹھیک ہے۔'' انہوں نے کپ پکڑا، پھر جمال کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''ہاں بھئی، رہتے کہاں ہو؟''

''اپنے ایک دوست کے ساتھ۔'' جمال نے اپنے کپ کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ وہ بہت گول مول جواب دے رہا تھا۔ وہ سب جانتے ہوئے بھی پوچھ رہے تھے۔

''ان کا مطلب علاقے یعنی جگہ سے ہے۔'' بیگم شاکر نے کہا۔ پتہ نہیں یہ طنز تھا یا وہ وہی کہنا چاہتی تھیں جس کو جمال جان بوجھ کر سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔

''جی کورنگی سائڈ پر ــــــ'' جمال نے جواب دیا۔

''ممّا! میں چلتا ہوں ــــــ ایک دوست سے ملنا ہے۔'' آفتاب بغیر چائے پیئے اٹھ کر جمال کو دیکھتے ہوئے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد چائے سے فارغ ہوتے ہی بیگم شاکر نے گل سے کہا۔

''اب ہم بھی اٹھتے ہیں ــــــ ابھی پارٹی میں جانا ہے بیگم اومان کے ہاں۔ کچھ تیاری کروں۔ آپ بھی اٹھیں۔'' انہوں نے شاکر صاحب سے کہا اور دونوں چلے گئے۔

اب لان میں صرف گل، فرخ اور جمال رہ گئے تھے۔

''یہ کون ہے ــــــ؟'' جمال نے فرخ کی طرف اشارہ کیا جو اپنے فراک پر لگے پھول سے کھیل رہی تھی۔

''یہ ــــــ'' گل پیار سے بہن کو اٹھاتے ہوئے بولی۔ ''یہ آپ کی سسٹر ان لا ہیں ــــــ فرخ صاحبہ۔''

''تم نے رشتہ بھی جوڑ دیا ہے ــــــ جب کہ تمہارے ممی پاپا کا رویہ ــــــ وہ مجھے دیکھ کر خوش نہیں ہوئے۔ اور تمہارا بھائی۔'' جمال نے افسردگی سے گل کو دیکھا، پھر کہا۔ ''گل! اگر ان لوگوں نے انکار کر دیا تو ــــــ جان! اب تو تمہارے بغیر رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ پلیز تم کچھ کرو۔ ورنہ میں جان دے دوں گا۔''

''ارے آفتاب کو دوست سے ملنے جانا تھا۔ اس لئے اٹھ گیا۔ باقی ممی پاپا میری بات نہیں ٹال سکتے ــــــ مگر وہ ناراض ہیں کہ میں نے ایک غریب کا ہاتھ کیوں تھاما ہے۔ اور اس بات پر ان کی ناراضگی فطری بات ہے ــــــ ہر ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد اچھے، میرا مطلب ہے اونچے گھر میں جائے۔''

''تو پھر اب کیا ہوگا؟'' جمال نے پریشانی سے پوچھا۔

''ارے اب آپ گھبراتے کیوں ہیں ــــــ وہ لاکھ ناراض ہوں مگر فیصلہ میرے ہی حق میں ہوگا ــــــ میں نے آپ کو اپنے گھر کا ماحول بتایا تو تھا۔ ہم ناپسند ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرتے ہیں ــــــ اس لئے فیصلہ میرے ہی حق میں ہوگا۔ زندگی مجھے گزارنی ہے۔ ممی، پاپا کو نہیں ــــــ آپ گھبرائیں نہیں۔ سمجھیں آپ کے حق میں فیصلہ ہو چکا۔'' گل نے تسلی دی۔

'ایک بار فیصلہ تو ہو جائے۔ پھر بتاؤں گا ان ذلیل لوگوں کو۔' جمال نے دل ہی دل میں کھولتے ہوئے سوچا۔

''آپی! یہ کون ہیں؟'' پانچ سالہ فرخ نے جمال کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہ آپ کے بھائی جان ہیں۔'' گل نے اسے جمال کی گود میں دے دیا اور جمال بھی اوپری دل سے پیار کرنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد ہی اجازت لے کر چلا آیا کہ مزید بیٹھنا اس کے خیال میں فضول ہی تھا۔

گل نے روکنا چاہا۔ مگر وہ نہ رکا۔

پہلے تو جمال نے سوچا تھا کہ وہ گل سے خفیہ طور پر شادی کرے گا اور کنیز کی شادی بعد میں کسی اور اچھے سے گھر میں کر دے گا ــــــ مگر اب یہاں کی پذیرائی دیکھ کر اس نے سوچا، اس کو کنیز سے شادی کر لینی چاہئے تھی۔ کنیز اس کی کزن تھی۔ تاہم اگر گل کے ممّا، پاپا مان جاتے تو پھر گل سے بھی شادی کر لیتا۔ اونہہ ــــــ ابھی کیا بگڑا ہے۔ اگر گل کے ممّا پاپا مان گئے جو فی الحال ممکن نظر نہیں آتا تو پھر پہلے گل سے شادی کروں گا اور بعد میں کنیز سے۔ اس طرح خالہ بھی ناراض نہیں ہوں گی۔ ورنہ یہ کوئی مشکل بات بھی نہیں۔ ہاں، میں دو شادیاں ہی کروں گا ــــــ یہ سوچ کر وہ مسکرانے لگا۔ تاہم اُسے امید نہ تھی کہ گل کے ممی پاپا راضی ہوں گے۔

اُن کا رویہ یاد آتے ہی وہ پھر دانت پیسنے لگا۔ اُس کو آفتاب کا اپنی طرف دیکھنا یاد آیا۔ گل کے جمال کہنے پر اُس نے یوں جمال کو دیکھا تھا جیسے کوئی فقیر کو بھیک دینے سے پہلے دیکھتا ہے، رحم بھری نظروں سے۔ پھر دوسری نظر ڈالنے سے پہلے ہی وہ اُٹھ کر چلا گیا تھا جیسے جمال کے پاس بیٹھنا اس کی توہین ہو۔

تب جمال نے سوچا تھا، اگر میری جگہ حماد ہوتا تو کیا پھر بھی آفتاب کا رویہ ایسا ہی ہوتا؟ ــــــ حماد کے بارے میں اُسے گل نے خود بتایا تھا کہ وہ اس کا پہلا امیدوار ہے یا شاید تھا۔ اور شاکر صاحب نے مصافحہ کرتے ہوئے سرسری نظر اُس پر ڈالی تھی پھر ایک دو سوال کرنے کے بعد اخبار میں منہ چھپا لیا تھا اور بیگم شاکر نے اُسے تو کم دیکھا اور اس کے تھری پیس سوٹ کو زیادہ جو جمال نے اپنی شادی کے لئے بنوایا تھا مگر پہلی بار اُن کے گھر پہن کر چلا آیا تھا کہ اس کی بھی تھوڑی سی عزت بنے۔

مگر جب بیگم شاکر مسلسل اس کے سوٹ کو دیکھتی رہیں تو جمال کا جی چاہ رہا تھا بھاگ کر جائے اور سوٹ بدل کر اپنی حیثیت سے ملتا جلتا سوٹ پہن کر آئے۔ مگر افسوس وہ اٹھ نہ سکتا تھا۔

صاف پتہ چلتا تھا کہ جمال ان کو پسند نہیں آیا۔ مگر پھر بھی وہ سب چپ تھے۔ شاید گل کی وجہ سے۔ جمال نے سوچا۔ 'ذرا شادی ہو لے، پھر بتاؤں گا کسی کو حقیر سمجھنے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔'

''کس سے کہہ رہے ہو؟'' کنیز نجانے کب پاس آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

''کیا کہہ رہا تھا ــــــ؟'' جمال نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں ــــــ'' کنیز نے کہا تو جمال بولا۔

''بیٹھو ــــــ اب کھڑی کیوں ہو؟''

''بیٹھ کر کیا کروں گی؟''

''ارے بھئی ہوا کیا ہے؟ ــــــ کیا ناراض ہو مجھ سے؟''

''اتنا وقت کہاں رہا تمہارے پاس جو تمہیں پتہ چلے میرے ناراض ہونے کا ــــــ آخر کہاں رہتے ہو آج کل؟ اور اماں کو دو ماہ سے تم نے تنخواہ بھی دینا بند کر دی ہے ــــــ آخر مجھے بھی پتہ چلے تم کیا کرنا چاہتے ہو؟''

''ارے ــــــ ارے ــــــ تم اتنی خفا ہو ــــــ مجھے پتہ ہی نہ چلا۔'' جمال نے لگاوٹ بھرے لہجے میں کہتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھا لیا، پھر کہا۔

''میں تمہاری ناراضگی سمجھتا ہوں مگر بتا کر تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا ــــــ دراصل آج کل ایک جگہ اوور ٹائم لگا رہا ہوں۔ کیونکہ بینک نے مجھے قرض دینے سے انکار

رد یا تھا اور تنخواہ بھی اسی لئے نہیں دے رہا کہ میں تمہارے فرنیچر کے لئے پیسے جمع کر رہا ہوں۔"

"مجھے معاف کردو میں سمجھی شاید اب تم مجھ سے شادی کرنا ہی نہیں چاہتے۔" کنیز نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی۔

"ایسی باتیں مت کرو جان!" جمال نے اُسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

اگلے روز وہ ابھی دفتر میں پہنچا ہی تھا کہ منیجر نے بتایا تمہارا فون ہے۔ وہ اُٹھ کر آیا۔ ریسیور کان سے لگاتے ہی گل کی آواز آئی۔

"جمال! آج کے لئے چھٹی حاصل کرلو میں ابھی تمہیں ایک خبر سنانے آرہی ہوں۔ جانتے ہو وہ خبر کیا ہے؟"

"نہیں۔ مگر تم بتا دو۔" جمال نے پوچھا مگر گل نے فون بند کردیا۔ جمال نے سوچا: کیا گل کے مما پاپا نے ہاں کردی یا آگے وہ سوچ نہیں چاہتا تھا اس لئے چھٹی کی درخواست لکھنے لگا۔

☆☆☆

جمال کو ابھی تک یقین نہیں آیا تھا کہ یہ سب خواب تھا یا حقیقت ۔۔۔۔۔ تاہم پہلو میں پڑی گل رخ یہ بتا رہی تھی کہ وہ خواب نہیں، حقیقت بن کر اُس کی زندگی میں آ چکی ہے ۔۔۔۔۔ وہ بڑی بے فکری سے سو رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر گہرا سکون تھا جیسے سب کچھ ہی پا چکی ہو ۔۔۔۔۔ اور یہ سچ بھی تھا کہ بچپن سے لے کر جوانی تک اس نے جو بھی خواہش کی تھی وہ پوری ہوئی تھی۔ اگرچہ اُس کے گھر والے دل سے رضامند نہ تھے، خاص کر مما ۔۔۔۔۔ مگر اجازت بہرحال مل گئی تھی اور شادی کے بعد وہ اور جمال ہنی مون کے لئے سنگاپور چلے آئے تھے۔

جمال نے خالہ اور کنیز سے کہا تھا کہ دو ماہ کے لئے اس کا تقرر اندرونِ سندھ کردیا گیا ہے اور یہ بھی کہ اس کی ترقی بھی ہوگئی ہے۔ خالہ یہ سن کر بہت خوش ہوئی تھی اور کنیز سے جمال نے کہا تھا کہ دو ماہ ختم ہوتے ہی جب وہ واپس آئے گا تو آتے ہی شادی ہوگی۔ کنیز رونے کی بجائے ضبط کی کوشش کر رہی تھی۔ جمال کی بات سن کر بولی۔

"چھٹی نہیں لیا کرو گے؟"

"نہیں میری جان! اس جاب میں چھٹی نہیں ہے۔" جمال نے مکاری سے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا اور پھر کنیز کی مزید کوئی بات سنے بغیر آفتاب ہاؤس چلا آیا کہ شادی کی تمام رسوم وہیں انجام پانا تھیں۔

اور اب جب کہ صبح اُن کی واپسی تھی، وہ کنیز کا سوچ رہا تھا کہ وہ اس کی جدائی میں کتنی پریشان اور بے قرار ہوگی ۔۔۔۔۔ کیونکہ وہ دو ماہ کا کہہ کر آیا تھا جب کہ اب تو پورے تین ماہ ہو رہے تھے۔ گل کا پروگرام تو اب بھی واپس جانے کا نہ تھا مگر وہ خود ہی کنیز کے خیال سے رُکنا نہیں چاہتا تھا۔ جمال نے سوچ لیا تھا کہ یہاں سے جاتے ہی وہ وقت ضائع کرنے کی بجائے خالہ سے کہہ کر نہایت خاموشی سے کنیز سے نکاح کرلے گا اور گل رخ کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوگی ۔۔۔۔۔ کہاں کلفٹن اور کہاں لوکیت ۔۔۔۔۔ ویسے بھی کنیز گھر میں رہنے والی لڑکی تھی۔ اُس کو بھی گل کے بارے میں کچھ پتہ نہ چل سکتا تھا اور نکاح ہو جانے سے خالہ کی پریشانی بھی دُور ہو جاتی۔ یہی سب سوچتے سوچتے وہ خود بھی لیٹ گیا تھا۔

اگلی صبح وہ پروگرام کے مطابق پاکستان واپس آ گئے تھے ۔۔۔۔۔ ایئر پورٹ پر ڈرائیور گاڑی لئے ان کا منتظر تھا۔ ایئر پورٹ سے وہ آفتاب ہاؤس آئے۔ سب سے ملنے کے بعد جمال نے ایک ضروری کام کا بہانہ بنا کر گاڑی لی اور لالوکھیت کنیز سے ملنے چلا آیا۔ گاڑی اُس نے گھر سے کچھ فاصلے پر روکی اور پیدل گھر کی طرف چل پڑا۔

دروازے پر دستک دے کر جمال نے ایک طویل انگڑائی لی اور کنیز کا سوچ کر مسکرانے لگا۔ وہ یقیناً ایک ماہ لیٹ آنے پر ناراض ہوگی ۔۔۔۔۔ خیر کوئی بات نہیں، منا لوں گا۔

دو تین بار دستک دینے پر قدموں کی آہٹ سنائی دی ۔۔۔۔۔ پھر دروازہ کھلا اور کنیز اُس کو یوں حیرت سے دیکھنے لگی جیسے زندگی میں پہلی بار دیکھا ہو۔ دیکھنے کو تو جمال بھی اُس کو حیرت سے دیکھنے لگا تھا۔ وہ پہلے سے کچھ کمزور ہوگئی تھی اور بجھی بجھی سی تھی۔ جمال نے پُرسکون ہو کر سوچا، اُس کی یہ حالت میری جدائی نے بنائی ہے ۔۔۔۔۔ اور یہ سوچتے ہی اُسے کنیز پر بے اختیار پیار آ گیا۔

"اس طرح کیا دیکھ رہی ہو ۔۔۔۔۔ اب تین ماہ میں میری شکل اتنی بھی نہیں بدل گئی کہ تم یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو۔" جمال نے ہنس کر کہا۔

اُس کی بات سن کر کنیز چونکی اور فوراً واپس مڑ گئی۔ جمال نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور پھر دونوں بازو پھیلا کر محبت سے کنیز کی طرف بڑھا اور کہا۔

"تم نہیں جانتیں کنیز! تمہاری جدائی میں، میں کتنا پریشان رہا ہوں۔"

"اونہہ ۔۔۔۔۔" کنیز نے اُس کی بات سن کر کہا اور بھاگ کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور دروازہ بند کرلیا۔ جمال جہاں تھا وہیں رک کر بند دروازے کو دیکھنے لگا اور پھر طویل سانس لے کر جیسے اپنے آپ سے کہنے لگا۔

"ناراض ہے نا ۔۔۔۔۔ دو ماہ کی بجائے تین ماہ لگا دیئے اور پھر یہاں سے جاتے وقت کنیز نے کہا تھا۔ "اپنی خیر خیریت کے خط لکھتے رہنا۔" اب وہ پاکستان میں ہوتا تو خط لکھتا۔ وہ بے دلی سے کمرے کے باہر کھڑا ہو کر اونچی آواز میں بولا۔

"کنیز! مانتا ہوں کہ تم بہت ناراض ہو ۔۔۔۔۔ اور یہ میری غلطی ہے کہ تمہارے کہنے کے باوجود خط نہ لکھ سکا اور دو ماہ بعد آ بھی نہ سکا ۔۔۔۔۔ مگر ناراض ہونے سے پہلے میری بات تو سن لو ۔۔۔۔۔ پھر خود ہی فیصلہ کرنا کہ میں صحیح کہہ رہا ہوں یا غلط۔"

جواب میں خاموشی رہی ۔۔۔۔۔ جمال نے سوچا کچھ زیادہ ہی ناراض لگتی ہے۔ خیر دیکھوں گا ۔۔۔۔۔ پھر اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ سن کر مڑا تو خالہ اُسے کپڑوں کی گٹھڑی سر پر لئے آ رہی تھیں ۔۔۔۔۔ جمال کو دیکھ کر وہ بھی حیران ہوئیں۔ پھر گٹھڑی سر سے اُتار کر زمین پر رکھتے ہوئے خود بھی بیٹھ گئیں ۔۔۔۔۔ جمال ان کے قریب آیا، سلام کیا اور پوچھا۔

"خالہ! کہاں سے آ رہی ہیں آپ؟"

"دیکھ تو رہے ہو ۔۔۔۔۔ سلائی کے کپڑے دینے اور لینے گئی تھی۔" خالہ نے تھکی تھکی آواز اور سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اور سنائیں ۔۔۔۔۔ سب ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں ۔۔۔۔۔ اللہ کا شکر ہے ۔۔۔۔۔ یہاں سب ٹھیک ہے۔" خالہ نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خالہ! میں نے آپ کو منع بھی کیا تھا کہ اب آپ کام نہ کریں۔ مگر آپ مانتی ہی نہیں۔" جمال نے ان کے تھکے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے شکوہ کیا۔

"ارے بیٹا! جب تک زندہ ہوں تب تک یہ سلسلہ تو چلتا ہی رہے گا ۔۔۔۔۔ تم سناؤ سب ٹھیک ٹھاک رہا؟"

"ہاں خالہ! سب ٹھیک رہا ۔۔۔۔۔ اب ہم پھر یہاں آ گئے ہیں ۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے میں آ گیا ہوں۔"

"یہ تو بہت اچھا ہوا۔" خالہ نے عام سے لہجے میں کہا۔

"ہاں خالہ! اچھا تو ہوا ۔۔۔۔۔ اور اب میں چاہتا ہوں آپ شادی کی تیاری کریں ۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے یہ تو اور ٹھیک رہے گا۔" جمال نے گویا ان کو خوش کرنے کی کوشش کی کہ کنیز کی طرح اُن کا موڈ بھی کچھ زیادہ خوشگوار نہیں تھا۔

"کس کی شادی؟" خالہ نے بے حد اجنبی نظروں سے اس کو دیکھا۔

"میری اور کنیز کی شادی ۔۔۔۔۔ اب تو میرے پاس روپے بھی بہت ہیں۔ فرنیچر بنا بنایا لے آئیں گے۔ باقی اگر آپ زیور اور بنانا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"آخر اپنے باپ پر ہی گئے ہو نا ۔۔۔۔۔ ارے خون کا اثر بھی تو ہونا ہی تھا۔" خالہ نے تپ کر کہا۔

"کیا مطلب ۔۔۔۔۔؟" جمال نے حیران ہو کر ان کو دیکھا۔

"مطلب بھی اب مجھ سے پوچھتے ہو ۔۔۔۔۔ ارے ایک شادی تو تم گل رخ کے ساتھ کر کے ہنی مون پر ملک سے باہر گئے تھے۔ اب دوسری شادی کر کے میری بیٹی کی زندگی برباد کرنا چاہتے ہو ذلیل انسان ۔۔۔۔۔ احسان فراموش باپ کی گندی اولاد ایسی ہی ہو سکتی تھی۔"

"خالہ ۔۔۔۔۔!" جمال مارے حیرت کے صرف اتنا ہی کہہ سکا۔

"دُور ہو جا میری نظروں سے ۔۔۔۔۔ اور میرے گھر سے۔ تُو سمجھتا ہوگا ہمیں کبھی پتہ نہیں چلے گا۔ اور شاید نہ ہی چلتا اگر تُو تین ماہ کی بجائے دو ماہ بعد ہی آ جاتا ۔۔۔۔۔ تیرے لیٹ ہونے پر میں تیرے بینک گئی تھی۔ وہاں سے پتہ چلا تُو نے نوکری چھوڑ دی ہے اور ایک بڑے گھرانے کی بیٹی سے شادی کر کے ملک سے باہر جا چکا ۔۔۔۔۔" خالہ نے ایک ہی سانس میں ساری کہانی کہہ سنائی اور جمال کو بھی کنیز کی ناراضگی کی وجہ اب سمجھ میں آئی۔

"خالہ!" بہت دیر چپ رہنے کے بعد جمال نے کہا۔ "آپ پہلے میری بات سن لیں یہ سب میں نے کنیز کو اچھی زندگی دینے کے لئے کیا ہے ورنہ اگر میرے دل میں کوئی ایسی ویسی بات ہوتی تو مجھے یہاں آنے کی ضرورت ہی کیا تھی کہ بیوی، دولت اور اچھا گھر سب کچھ ہی تو ہے میرے پاس۔"

"بکواس مت کر اور اب جا یہاں سے۔ اور پھر کبھی اپنی منحوس شکل نہ دکھانا۔ ارے تمہارے خون میں ہی صلہ دینا شامل نہیں تمہارا باپ فٹ پاتھ پر سوتا تھا۔ میری بہن نے شادی کے بعد اُس کو گھر کی چھت دی مگر وہ کمینہ اُس کمینے کی کمینی اولاد مجھے میری محبت کا صلہ کیسے دے سکتی تھی؟ اب اُٹھو اور پھر کبھی یہاں نہ آنا۔" خالہ مارے غصے کے پاگل ہو رہی تھیں۔ جب کہ کنیز اب بھی کمرے میں بند تھی۔ ماں کے آنے پر بھی وہ باہر نہیں آئی تھی۔

''خالہ پلیز! میری بات تو سنئے ''جمال نے کچھ کہنا چاہا۔

''دفع ہو جاؤ ''خالہ زور سے چیخیں۔ سب ہی دروازہ کھول کر کنیز بھی باہر آگئی تھی اور جمال اُس پر ایک نظر ڈال کر گھر سے باہر نکل آیا تھا۔

اُس کا موڈ سخت آف ہو چکا تھا اُس کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ یہ سچ تھا کہ بینک کی نوکری وہ شادی سے پہلے ہی گل کے کہنے پر چھوڑ چکا تھا۔ ظاہر ہے گل کے پاپا کا اتنا بڑا بزنس تھا، وہ کہیں نہ کہیں کوئی ذمہ داری اُس کو بھی سونپ سکتے تھے گل کے کہنے پر۔ اور خالہ کو بھی سب معلوم ہو گیا تھا۔ اُن کی خفگی درست تھی اور جمال اُن کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرے بہت سوچنے کے بعد اُس کی سمجھ میں یہی آیا کہ وہ دونوں ماں بیٹی غصے میں ہیں۔ پھر کسی دن آ کر ان کو سمجھانے کی کوشش کرے گا بلکہ کنیز سے ساری بات کرے گا اور وہ ضرور مان جائے گی۔ یہ سوچ کر وہ مطمئن ہو گیا۔''

''پھر کیا ہوا؟'' اُسامہ جو توجہ سے سن رہا تھا، جمال کے خاموش ہونے پر پوچھنے لگا۔ جب کہ جمال آنکھیں بند کر کے صوفے کی پشت سے سر ٹکا چکا تھا۔

''پھر وہ ہوا جو نہیں ہونا چاہئے تھا۔'' وہ بڑبڑایا۔ شاید بے خیالی میں۔

''کیا مطلب ــــــ؟'' اُسامہ نے پوچھا۔

''ہاں ''جمال نے یک دم آنکھیں کھول کر اُسامہ کو دیکھا اور کہا۔

''پھر وہی ہوا جو ہونا تھا ــــــ میں نے بعد میں اکیلے میں کنیز کو اپنی بات سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ سب میں نے صرف اُس کی خوشیوں کے لئے کیا ہے ــــــ مگر وہ نہ مانی ــــــ وہ مجھ سے شدید نفرت کا اظہار کرنے لگی تھی۔ اس کے باوجود میں اُس کو اپنانا چاہتا تھا اس لئے ہفتے میں ایک چکر ضرور لگاتا اور میرے اس چکر کی وجہ سے وہ دونوں ماں بیٹی مکان فروخت کر کے نہ جانے کہاں چلی گئیں کہ میری تلاش کے باوجود پھر کبھی مجھے نہ مل سکیں۔''

''اور گل ــــــ؟'' اُسامہ نے بات جاری رکھنے کی خاطر پوچھا۔

''گل تو اب میرے ساتھ ہے۔ اور جب تک مر نہیں جاتی تب تک میرے ساتھ ہی رہے گی۔'' جمال نے قدرے تلخی سے کہا۔

اُسامہ سوچنے لگا، یہ کہانی ادھوری ہے، پوری نہیں۔ جمال نے گل رخ کے ممی، پاپا کے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں ــــــ بہت کچھ سوچنے کے بعد اُس نے پوچھا۔

''جمال صاحب! شادی کے بعد آپ نے رہائش کہاں رکھی تھی، یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں؟''

''وہیں آفتاب ہاؤس میں ــــــ بیگم شاکر کے کہنے پر ہم لوگ اوپر والے حصے میں شفٹ ہو گئے تھے۔ اصل میں شاکر صاحب نے اپنی عزت کے لئے مجھے امریکہ سے آیا ہوا ایک رشتے دار قرار دے دیا تھا۔ اسی لئے شادی کی تمام رسومات آفتاب ہاؤس میں انجام پائی تھیں۔'' جمال نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''آپ کو گل رخ سے واقعی محبت تھی یا آپ نے محض دولت کے لئے ــــــ؟'' جمال کے چپ ہونے پر اُسامہ پوری کہانی سننے اور بات جاری رکھنے کے لئے بول پڑا۔

''محبت ایک فضول چیز ہے، یہ اب سمجھا ہوں۔ کنیز اور گل، اونہہ ــــــ ان سے محبت ہرگز نہیں ــــــ یہ دونوں میری نظر میں صرف عورتیں ہیں جو مرد کے دل کو بہلانے کے لئے بنائی گئی ہیں۔'' وہ پھر چپ ہو گیا۔

''بہت خفا لگتے ہیں آپ گل رخ سے ــــــ کیا شادی کے بعد ان کا رویہ درست نہیں رہا آپ کے ساتھ؟'' اُسامہ نے ایک بار پھر بات جاری رکھنے کی خاطر پوچھا۔

''گل ــــــ اس کی اہمیت کیا ہے میرے سامنے؟ ــــــ لڑکی چھوٹے گھر کی ہو یا بڑے گھر کی، شادی کے بعد اس کی حیثیت صرف ایک بیوی بلکہ شوہر کی ذاتی ملازمہ کی سی ہو جاتی ہے ــــــ گھر سنبھالنا، بچے پیدا کرنا اور پالنا، شوہر کی خدمت کرنا۔ کوئی عورت شوہر کے سامنے فضول بکواس نہیں کر سکتی شوہر اگر مرد ہو، زن مرید نہیں۔''

جمال رکا، پھر قدرے ناگواری سے بولا۔

''اس خاندان میں شامل میں صرف یہ سوچ کر ہوا تھا کہ دولت حاصل کرنے کا حق مجھے بھی تھا۔ ٹھاٹ کی زندگی گزارنے کا حق مجھے بھی تھا۔ ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اچھی زندگی گزارے ــــــ اگر میں نے یہ خواہش کر لی تو کیا برا کیا؟ اور پھر کسی غلط طریقے سے تو یہ کوشش نہ کی تھی۔ مگر... ''جمال ایک بار پھر شروع ہو چکا تھا۔

''مگر افسوس ان لوگوں نے مجھے عزت نہ دی ــــــ جب میں پہلی بار گل کے کہنے پر ان کے ہاں آیا تب آفتاب نے جو ایک عامیانہ سی نظر مجھ پر ڈالی تھی وہ تیر کی طرح میرے دل پر لگی تھی۔ آج تک میں اس نظر کو نہیں بھولا اور اپنی اسی نظر کی سزا آفتاب اب بھگت رہا ہے ــــــ اور شاکر صاحب کس قدر بے نیازی سے مجھ سے ملے تھے۔ جیسے میں انسان نہ ہوں۔ اگر ان کے معیار کا کوئی داماد ہوتا تو کیا وہ اس سے بھی اسی طرح ملتے؟ ذلیل لوگ، جو صرف روپے کو سامنے رکھ کر انسان سے ملتے ہیں ــــــ اور یہی روپیہ میرے پاس نہ تھا۔ وہ پہلی ملاقات بھولتی نہیں۔ آفتاب اور شاکر صاحب کے بعد بیگم شاکر نے تو کمینے پن کی حد ہی کر دی ــــــ وہ میری بجائے میرے سوٹ کو بغور دیکھ رہی تھیں جو میں نے کنیز کے ساتھ اپنی شادی کے لئے اپنی حیثیت سے بڑھ کر سلوایا تھا۔'' وہ پھر چپ ہو گیا۔ کچھ دیر خلا میں گھورتا رہا پھر زہر خند سے بولا۔

''بہت کمینے لوگ تھے جو مجھ سے اس طرح پیش آئے۔ ان کے اس رویے کے بعد ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اپنی عزت نفس کے خیال سے میں خود اس شادی سے انکار کر دیتا ــــــ مگر ایسا نہ ہوا۔ میں نے تمہیں بتایا ہے نا کہ اچھی زندگی گزارنے کی خواہش سب کو ہوتی ہے۔ سو ان سب کا رویہ دیکھتے ہوئے بھی میں نے یہ شادی کر لی ــــــ مگر اب میرے دل میں ان سب کے لئے شدید نفرت تھی۔ بظاہر میں ان سب سے محبت بھرے انداز میں ملتا رہا۔ شروع میں گل کو بھی اپنی محبت کا یقین دلاتا اور گل کے ممی، پاپا کے سامنے جی، جی کرتا رہا ــــــ ان کی ہر بات مانتا رہا لیکن اندر ہی اندر ایک آگ سی جلتی رہی۔ اور جب یہ آگ مجھے زیادہ جلانے لگتی تو میں ان کے نقصانات کرنا شروع کر دیتا ــــــ کبھی فریج کی تاروں میں خرابی کر دیتا اور وہ جل جاتی۔ کبھی اے سی، کبھی ٹی وی، کبھی کچھ ــــــ گو کہ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں تھیں۔ ان کی ان سب کو پروا نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر جب بیگم شاکر ہلکی سی پریشان ہو کر کہتیں۔

''آئے دن سب یہ چیزیں خراب ہوتی ہیں ــــــ پتہ نہیں کیوں ہوتا ہے ایسا۔'' تو مجھے بہت سکون ملتا۔ اگرچہ یہ بہت کمینی حرکتیں تھیں جو میں کرنے لگا تھا ــــــ مگر چھوٹا آدمی ایسی ہی چھوٹی چھوٹی حرکتیں کر سکتا ہے۔ جب کہ وہ تو اس سے بھی زیادہ کمینی حرکتیں کرتے تھے۔

گو کہ میں گل کا شوہر تھا ــــــ مگر میری حیثیت ایک ملازم، ایک جانور کی سی تھی۔ گھر کے لئے آنے والے چھوٹے بڑے سامان کی خریداری میری ذمہ داری تھی۔ اور گل ــــــ اس کی رات تو میرے پاس گزرتی تھی۔ مگر سارا دن وہ سہیلیوں کے ساتھ رہتی۔ یونیورسٹی سے واپسی پر سیر کے لئے نکل جاتی کہ گھومنا پھرنا اس کا شوق تھا۔ اگرچہ میں نے اجازت نہ دی تھی مگر شادی کے بعد رزلٹ آتے ہی وہ داخلہ لے چکی تھی کہ ایک تو یہ بیگم شاکر کی خواہش تھی، دوسرے دو سال بعد بھی گل کی گود نہ بھری تھی ــــــ ادھر میں نے جو یہ سوچ کر شادی کی تھی کہ گل کے پاپا اپنے آفس میں مجھے بھی کوئی جگہ دے دیں گے، ابھی صرف گھر کا ایک ملازم بن کر زندگی گزار رہا تھا۔ کب تک یہ ہوتا۔

ایک دن میں نے گل کو موڈ میں دیکھ کر اپنی نقلی محبت کا پُر جوش انداز میں یقین دلانے کے بعد کہا۔

''دیکھو جان! تمہارے کہنے پر میں نے شادی سے پہلے ہی جاب چھوڑ دی تھی اور اب سارا دن گھر میں بیکار پڑا رہتا ہوں ــــــ تم ایسا کیوں نہیں کرتیں، اپنے پاپا سے کہو کہ وہ مجھے بھی آفس میں کوئی چھوٹی بڑی پوسٹ دے دیں۔''

گل مان گئی۔ ویسے بھی سب وہ لوگ مجھ سے محبت سے پیش آنے لگے تھے۔ دل سے قبول کر لیا تھا ان لوگوں نے مجھے۔ اور مجھے پوری امید تھی کہ گل کے پاپا مان جائیں گے۔ اور ان کے آفس میں جگہ ملنے کی دیر تھی، پھر میں بہت کچھ کر سکتا تھا۔

گل کے کہنے پر مجھے آفس میں ایک اچھی پوسٹ مل گئی تھی اور اپنی محنت سے میں نے گل کے پاپا کا دل جیت لیا تھا ــــــ وہ ہر بات مجھے بتانے لگے ــــــ ہر کام شروع کرنے سے پہلے مجھ سے مشورہ لینے لگے۔ وہ سب تو بدل گئے تھے مگر میرے دل میں ان کے لئے آج بھی نفرت تھی اور یہ نفرت اس وقت مزید بڑھ گئی جب گل نے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ وہ ماں بننے والی ہے ــــــ یہ سنتے ہی میں نے حکم دینے والے لہجے میں کہا۔

''گل! اب تم یونیورسٹی نہیں جاؤ گی۔''

''کیوں بھلا ــــــ؟'' گل نے حیران ہو کر مجھے دیکھا۔

''اس لئے کہ پہلے تمہارے پاس یہ بہانہ تھا کہ تم فارغ ہو۔ اس لئے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اب تمہارے پاس ''

''واٹ نان سنس ــــــ'' گل نے ناگواری سے کہا۔ ''یہ میرا فائنل ایئر ہے ــــــ بچے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دوں؟ ایسا نہیں ہوگا۔ اور ممی کو بھی یہ پسند نہیں آئے گا۔''

''گل! یہ میرا حکم ہے ــــــ'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔

''اور میں حکم سننے کی عادی نہیں۔'' گل نے بگڑ کر پہلی بار سخت لہجے میں مجھ سے کہا۔

''بکواس مت کرو '' میں نے ہاتھ اٹھایا تو گل پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔

''اس غلط فہمی میں ہاتھ اٹھانے کی غلطی مت کر لینا یہ میرے ماں باپ کا گھر ہے اور میرے گھر والے تمہارا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیں گے اور دھکے دے کر گھر سے باہر نکال دیں گے اور میں خود بھی تمہارا منہ نوچ لوں گی۔''

''بند کرو یہ بکواس '' میں نے جوش میں آکر ایک ہاتھ جما ہی دیا۔ حالانکہ اس کی وارننگ کے بعد ایسا تو نہیں ہونا چاہئے تھا۔

اور گل چیخ چیخ کر سب کو پکارنے لگی۔ آفتاب اور بیگم شاکر فوراً چلے آئے اور جب صورت حال کا علم ہوا تو بیگم شاکر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، ایک زنانے دار تھپڑ

میرے منہ پر جڑ دیا اور غرائی۔

''ذلیل انسان! تمہاری یہ جرأت کہ میرے ہی گھر میں میری بیٹی پر ہاتھ اٹھاؤ نکل جاؤ ابھی اور اسی وقت میرے گھر سے۔''

میں نے گل کو دیکھا، وہ خاموش کھڑی تھی۔ جب کہ آفتاب الگ کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔ جانے کیوں میرا دل نہیں چاہ رہا تھا وہاں رکنے کا لب میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ بڑی ذلت آمیز پچویشن تھی۔ میں اسی سوچ و بچار میں کھڑا تھا کہ شاکر صاحب بھی آ گئے۔ انہوں نے ساری بات تحمل سے سنی، پھر میری طرف مڑتے ہوئے بولے۔

''جمال! تمہیں یہ کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے تھی چلو گل سے معافی مانگو۔'' پھر میرا جواب سنے بغیر اپنی بیگم سے بولے۔

''پہلی غلطی قابل معافی ہوتی ہے آؤ اب تم سب نیچے۔'' پھر وہ سب ہم دونوں کو چھوڑ کر نیچے چلے گئے۔ گو کہ یہ فیصلہ میری انا پر کاری ضرب تھا مگر بہرحال وہاں رہنے کے لئے پھر سے تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے گل کو دیکھا، وہ ابھی تک ناراض تھی۔ میں دل ہی دل میں اس پر لعنت بھیج کر سونے کے لئے لیٹ گیا۔ ورنہ معافی کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ گل کچھ دیر کھڑی رہی۔ شاید میرے قریب آنے کی منتظر تھی۔ جب ذرا وقت گزرا تو اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا، پھر باہر نکل گئی اور میں سونے کی کوشش کرنے لگا۔

رات وہ کس وقت کمرے میں آئی مجھے کچھ پتہ نہیں لیکن صبح عام صبح جیسی تھی۔ گل سو رہی تھی جب میں آفس آ گیا۔ میرے اندر باہر ایک آگ تھی اور میں سوچ رہا تھا جب تک گل کے ممی، پاپا زندہ ہیں تب تک میں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور گل کا یونیورسٹی جانا بھی بند نہیں ہو سکتا۔ تب میں ان کو ختم کرنے کا پروگرام سوچنے لگا۔

اور اس کا موقع مجھے دو دن بعد اس وقت مل گیا جب وہ دونوں اپنی نئی گاڑی میں ایک پارٹی میں جا رہے تھے۔ میں نے گاڑی کے بریک نکال دیئے اور یوں ان کو پارٹی میں جانا نصیب ہی نہ ہوا۔ وہ سیدھے ملک عدم پہنچ گئے ــــــ گاڑی ایک ڈبل ڈیکر بس سے یوں ٹکرائی کہ خود شاکر صاحب اور بیگم شاکر تو کیا گاڑی کا بھی پرزہ پرزہ ہو گیا ــــــ میں آفس میں دھڑکتے دل کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اب اگر وہ موقع پر ہلاک نہ ہوئے تو پھر میرا کیا ہو گا۔ مگر پھر یہ سوچ کر دل کو تسلی دیتا کہ آج سے میری حکمرانی ہو گی یا پھانسی کا پھندا۔

لیکن وہ موقع پر ہی ہلاک ہو چکے تھے اور بغیر کسی خاص کوشش کے میرا راستہ صاف ہو گیا تھا ــــــ اور اس رات جب آفتاب ماں باپ کو دفنانے کے بعد روتی ہوئی لرخ کو گود میں لئے چپ کروا رہا تھا تو میں نے ملازمہ نے کہا۔

''جاؤ، چھی بڑی بی بی کو بلا کر لاؤ۔'' اور جب وہ آئی تب میں نے ایک نظر اس کو دیکھا۔ مسلسل رونے سے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ میں نے سخت لہجے میں کہا۔

''گل! بہت رو چکی ہو ــــــ اب میں تمہیں روتے ہوئے نہ دیکھوں تمہارے رونے کا اثر میرے پیدا ہونے والے بچے کی صحت پر پڑے گا۔''

گل نے نفرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا اور ناگواری سے کہا۔ ''میرے ممی، پاپا فوت ہوئے ہیں۔ ان کی موت کا دکھ میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ تم تو غیر ہو، تمہیں کیا دکھ ہو گا۔''

''ماں باپ تو مر گئے ــــــ اب کیا تم میرے بچے کو بھی مارنے کا ارادہ رکھتی ہو؟'' میں غرایا۔

''گر اس کی قسمت میں موت ہی لکھی ہے۔''

''گل ــــــ!'' میں نے غرا کر کہا۔ ''خود کو سنبھالو۔ اب میں تمہیں روتے ہوئے نہ دیکھوں، یہ میرا حکم ہے۔ سمجھیں؟''

''اور میں حکم ماننے کی عادی نہیں ــــــ ابھی پرسوں ہی تو یہ بات میں نے تم سے کہی تھی۔'' گل نے پہلے والے زعم سے کہا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اب حالات بدل چکے ہیں۔

''بہت لمبی ہے زبان تمہاری۔'' میں نے ہاتھ اٹھایا تو گل نے چیخ کر کہا۔

''دیکھو، ہاتھ اٹھانے کا انجام بہت برا ہو سکتا ہے۔''

''اچھا، میں بھی یہ برا انجام دیکھنا چاہتا ہوں۔'' میں نے نفرت سے کہا۔ گل نے کچھ کہنا چاہا مگر بات پوری ہونے سے پہلے ہی میرا بھاری ہاتھ اس کے نازک گالوں پر ایک گہرا نشان چھوڑ چکا تھا۔

''تم ــــــ کمینے ــــــ!'' گل نے چیخنا چاہا تو میں نے سختی سے اس کا منہ بند کرتے ہوئے دانت پیس کر کہا۔

''بہت سن چکا ہوں تمہاری یہ بکواس۔ اب یہ لفظ کمینہ جو کہا ہے تم نے اس کے لئے معافی مانگو ورنہ ''

''تم '' گل نے ایک بار پھر کچھ کہنا چاہا تو میں نے مزید ایک ہاتھ رسید کر دیا۔ پھر چیخ کر کہا۔

''معافی مانگو ــــــ ورنہ ــــــ''

گل کچھ دیر حیران سی مجھے دیکھتی رہی، پھر بغیر معافی مانگے نیچے بھاگ گئی اور میں پرسکون سا بیڈ پر گر گیا۔ بیگم شاکر نے جو تھپڑ مجھے مارا تھا وہ میں نے آج لوٹا دیا تھا۔ قبر میں اس کی روح بھی تڑپی ہو گی۔ ابھی دو دن پہلے ہی تو گل نے مجھے ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر کہا تھا۔ ''کسی غلط فہمی میں ہاتھ نہ اٹھا لینا ــــــ یہ میرے ماں باپ کا گھر ہے۔ وہ لوگ تمہارا حلیہ بگاڑ دیں گے اور دھکے دے کر گھر سے نکال دیں گے۔'' اور آج ٹھیک دو دن بعد میں نے اس کے ماں باپ کی تدفین سے فارغ ہو کر پہلا کام اس پر ہاتھ اٹھانے کا کیا تھا ــــــ اور وہی ایک رات کیا، پھر تو میں ہر رات کا آغاز ہاتھ اٹھا کر ہی کرتا تھا اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دیتا کہ اگر آفتاب کو کچھ بتایا تو گلا گھونٹ کر مار دوں گا۔''

جمال خاموش ہو کر دونٹ چبانے لگا۔ شاید ایک بار پھر وہ سب یاد آ گیا تھا۔

''اس کا مطلب ہے یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے ــــــ'' اسامہ نے بظاہر مسکرا کر مگر دل ہی دل میں دانت پیستے ہوئے کہا۔

''اب ــــــ'' جمال نے ہنس کر اسامہ کو دیکھا۔ ''اب تو سب کچھ ختم ہو چکا ہے، اس کی اکڑ، ہنسنا، زبان درازی ــــــ اور ویسے بھی اب اس کا اور میرا بیڈ روم الگ الگ ہے اصل میں ماں باپ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی آفتاب نے اپنی پسند سے شادی کر لی۔ اس کے شادی کرتے ہی میں نے الگ گھر لے لیا ــــــ اور جب سے آفتاب بیمار ہوا ہے تب سے لرخ کو بھی ادھر ہی لے آیا ہوں۔ میرے بیڈ روم کے ساتھ ہی اس کا روم ہے۔ اب تو صرف مجھے آفتاب کی موت کا انتظار ہے۔ جب تک آفتاب مر نہیں جاتا، تب تک مجھے آرام اور سکون میسر نہیں۔''

''انتظار کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے ــــــ کر دیجئے ختم۔'' اسامہ نے مشورہ دیا۔ تاہم دل ہی دل میں وہ لرخ کا سوچ رہا تھا۔ جمال کا بیڈ روم لرخ کے بیڈ روم کے ساتھ ہی تھا اور یہ کوئی اچھی بات نہ تھی۔ وہ کسی وقت بھی درندہ بن سکتا تھا۔ یہ سوچ کر اسامہ پریشان ہو گیا تھا۔

''ختم نہیں کر سکتا ــــــ ویسے بھی وہ خود ہی مر رہا ہے۔ دو سال تک لازمی ختم ہو جائے گا۔ تب تک لرخ مزید بڑی ہو جائے گی اور اس کو پا کر میں ایک نئی پرسکون زندگی کا آغاز کروں گا۔ ابھی دو سال مجھے بے آرامی اور پریشانی سے گزارنے ہیں۔''

''کمال صاحب! آپ لرخ سے شادی کریں گے؟''

''ہاں ــــــ ہو سکتا ہے شادی کر ہی لوں۔''

''لیکن یہ تو غیر شرعی بات ہے۔ ایک بہن کی موجودگی میں آپ دوسری بہن سے نکاح نہیں کر سکتے۔'' اسامہ نے اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

''میں تمہیں بتاؤں، آفتاب کے مرنے کے بعد میں گل کو آپ ختم کر دوں گا ــــــ بہت بیزار ہوں میں اس کی صورت سے۔ وہ میرا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر اب وہ بھی مجھ سے بات کرنا گوارہ نہیں کرتی۔ بس حیرت سے دیکھتی رہتی ہے۔ اور جب ضبط کا دامن چھوٹ جاتا ہے تب کہتی ہے

''کاش میں تمہارے بارے میں یہ سب پہلے جان پاتی ــــــ کاش مجھے شادی سے پہلے تمہارے خوبصورت چہرے کے پیچھے چھپا یہ سیاہ چہرہ نظر آ جاتا تو میری زندگی یوں برباد نہ ہوتی۔''

جواب میں آپ کچھ نہیں کہتے؟''

''نہیں ــــــ اب کچھ نہیں کہتا۔ وہ میرے بچے کی ماں ہے۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ اور ڈاکٹروں کا کہنا ہے مزید اولاد میرے ہاں نہیں ہو گی۔''

''کیوں؟''

''بس ایک بیماری کا آپریشن بہت ضروری تھا۔ اس کی وجہ سے مجھے مزید اولاد سے محروم ہونا پڑا کہ اگر اولاد کا شوق باقی رہتا تو زندگی جلدی ختم ہو جاتی ــــــ میری عمر بھر کی کمائی یہی بیٹا ہے اور اسے مجھ سے زیادہ اپنی ماں سے محبت ہے۔ بس اس کی وجہ سے میں نے گل کو معاف کر کے اس کے حال پر چھوڑ رکھا ہے۔'' جمال نے تفصیل سے بتایا۔ کچھ دیر کے لئے سکوت چھا گیا، پھر اسامہ نے گھڑی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''اب اجازت دیجئے بارہ بجنے والے ہیں۔''

''او۔ کے '' جمال بھی اس کے ساتھ باہر آیا اور اسامہ خدا حافظ کہہ کر عمارت سے باہر نکل آیا۔

گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ لرخ کے ممی، پاپا کے بارے میں تو ہم نے پہلے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ ضرور جمال کی سازش کا شکار ہوئے ہوں گے۔ لیکن آفتاب جمال پھر یہ بات چھپا گیا ہے۔ خیر دیکھتے ہیں وہ کہاں تک سچ بولتا ہے کل شہزاد کے پاپا کے دوست آفتاب کو دیکھیں گے۔ پھر پتہ چل جائے گا اور لرخ کا خیال آتے ہی اسامہ کے لب مسکرا اٹھے۔ پھر اس کے بارے میں ہی سوچتے ہوئے وہ گھر پہنچ گیا۔

گاڑی بند کر کے وہ کمرے میں آیا تو بھابی اُس کے انتظار میں اُسی کے کمرے میں بیٹھی تھیں۔ اُن کو دیکھتے ہی اُسامہ نے سوچا۔ کہیں لاہور والے تو نہیں آ گئے؟

''کہاں رہے سارا دن؟'' بھابی نے دیکھتے ہی غصے سے پوچھا۔

''خیریت آپ یوں جاگ رہی ہیں؟''

''تم کہاں رہے؟''

''وہ جبار کے ساتھ ایک ضروری کام''

''بس مت رو جبار تو تمہاری تلاش میں دوبارہ اِدھر آیا ہے اور تم'' بھابی نے گھورتے ہوئے کہا۔

''سوری بھابی! اصل میں آج کل ایک بہت ضروری کام میں مصروف ہوں۔'' اُسامہ نے بھی شرمندہ ہوئے بغیر کہا۔

''کیسا کام؟''

''بتانے والا نہیں۔'' اُسامہ نے خشک لہجے میں کہا اور خود لباس بدلنے چلا گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے خشک لہجے کو محسوس کر کے اب بھابی چلی جائیں گی۔ ویسے ہی ہوا۔ باہر آیا تو کمرہ خالی تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے فون کا سیٹ اٹھایا اور ابھی ریسیور اٹھانے ہی لگا تھا کہ بیل ہونے لگی۔

''ہیلو'' اُسامہ نے ریسیور اُٹھاتے ہی کہا۔

''کہاں مر گئے تھے؟'' جبار کی جھنجلائی ہوئی آواز آئی۔

''بتایا تو تھا کہ جس سے ملنے جانا ہے۔''

''اوہ، کیا ہوا کیا رہا؟'' جبار نے پوچھا۔

''کچھ خاص نہیں بڑی بور سی، وہی صدیوں پرانی امیری اور غریبی کی کہانی دفع کرو اس کو۔ ملنے پر بتاؤں گا۔ تم اپنی سناؤ، بھابی بتا رہی تھیں تم دوبارہ آئے تھے۔''

''ہاں مجھے خیال نہ رہا کہ تمہیں مال سے ملنے جانا ہے۔ خیر تم سو رہے تھے جب شہزاد کا فون آیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ کل کا دن تم جمال کے ساتھ گزارو گے ورنہ میں ڈاکٹر کے ساتھ شہزاد کے پاس آفتاب کو دیکھنے جاؤں گا۔''

''وقت کیا طے ہوا ہے؟''

''یہی کوئی دس بجے کے بعد۔''

''ٹھیک ہے ہو جائے گا اور کوئی خاص بات؟''

''نہیں، بس یہی کہنا تھا۔'' جبار نے فون بند کر دیا اور پھر بھابی کی ناراضگی کا سوچتے ہوئے لیٹ گیا۔

اگلی صبح وہ پروگرام کے مطابق ٹھیک دس بجے جمال سے ملنے آفس چلا آیا۔ اُس کو بیٹھے ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ حور بغیر اطلاع کے آفس میں داخل ہوئی۔ اُسامہ اُس کو دیکھ کر چونک پڑا اور جمال اپنی سیٹ سے کھڑا ہو گیا۔ حور کے ساتھ منیجر بھی تھا۔

''اچانک کیسے آنا ہوا؟'' جمال نے پوچھا۔

''اچانک کیوں دو دن پہلے آ گئی ہوں۔'' حور نے کہا اور پھر حساب کتاب چیک کرنے لگی۔

منیجر اس کو تفصیل بتا رہا تھا اور حور ساتھ ساتھ جمال سے بھی پوچھ رہی تھی۔ پھر وہ جمال کو ساتھ لے کر باہر نکل گئی۔ شاید وہ فیکٹری دیکھنا چاہتی تھی۔ جمال بغیر کسی اعتراض کے اس کے ساتھ چلا گیا اور اسامہ سوچنے لگا، سچ کیا ہے؟ اور پھر کھلتے دروازے کو حیرت سے دیکھنے لگا اور دوسرے ہی لمحے خوشی سے اچھل پڑا۔ یہ لارخ تھی۔ اس نے رات والی اپنی مسکرا کر اُسامہ کو دیکھا اور سلام کیا۔ بہت زیادہ متوجہ نہ انداز تھا اس کا۔

''آؤ بیٹھو'' وہ یہ بھول گیا کہ اس وقت کہاں بیٹھا ہے۔

''آپ یہاں کیسے؟'' وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''تمہارے لئے'' بے ساختہ اُسامہ کے منہ سے نکل گیا اور وہ بجائے شرمانے کے حیرت سے اُسے دیکھنے لگی تو اُس نے خود کو سرزنش کرتے ہوئے پوچھا۔

''تمہاری بھابی آج پہلی بار آئی ہیں یا پہلے بھی آتی رہتی ہیں؟''

''مہینے میں ایک دو چکر لگا کر وہ ورکرز سے ضرور ملتی ہیں اور منیجر سے حساب کے بارے میں پوچھتی ہیں۔ بھائی جان بیمار ہیں نا، اس وجہ سے بھابی خود بھی کام دیکھنے آتی رہتی ہیں۔ وہ سب کچھ جمال بھائی پر نہیں چھوڑنا چاہتیں۔ مجھے بھی کہتی ہیں اچھی طرح کام دیکھا کرو۔''

''اوہ اچھا لارخ! رات تم بہت خوش تھیں۔ وجہ؟'' اُسامہ نے پوچھ ہی لیا۔

''بہت خاص بات ہے مگر بتاؤں گی نہیں کہ آپ نے بھی مجھے کبھی کچھ نہیں بتایا تھا۔'' لارخ نے کہا۔

''میں نے کیا نہیں بتایا تمہیں؟'' اُسامہ نے حیرت سے پوچھا۔

''شہزاد کے بارے میں۔''

''اوہ'' میں نے طویل سانس لی پھر مسکرا کر کہا۔ ''میں تو بتانا چاہتا تھا مگر یاد ہے تم نے کہا تھا تمہارے پاس وقت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے پھر میں چپ ہو گیا تھا۔''

''آپ'' لارخ اٹھ کر اس کے قریب آ گئی۔ ''آپ بہت اچھے ہیں۔ ابھی تک میں آپ پر شک کرتی تھی مجھے معاف کر دیجئے گا۔'' اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے لارخ! جن حالات سے تم گزر رہی ہو وہاں کسی پر یقین کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ تمہیں ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔''

''لیکن اب ہے اور میں آپ پر یقین کرتی ہوں اور اب مجھے یہ بھی یقین ہے کہ میرے بھائی کی جان بچ جائے گی۔''

''انشاء اللہ یہ سب ضرور ہوگا۔'' اُسامہ خود بھی کھڑا ہو گیا۔

''وہ آپ کا دوست بہت اچھا ہے۔''

''اچھا'' اُسامہ نے چونک کر لارخ کو دیکھا اور وہ سادگی سے کہہ رہی تھی۔

''اس نے مجھے بہن کہا ہے وہ کہتا ہے میں تمہارے نہیں، اپنے بھائی کی جان بچاؤں گا اور یہ کہ جمال کو اس کے کئے کی سزا بھی ضرور ملے گی وہ مجھے بالکل اپنا بھائی سا لگتا ہے بلکہ لگا ہے۔''

''یہ تو ہے۔'' اُسامہ نے کہا اور لارخ باہر چلی گئی۔

دو بجے تک حور آفس میں بیٹھی تھی اور دو بجے تک ہی اُسامہ وہاں بیٹھا تھا، پھر یہ سوچ کر کہ اب تو شہزاد اپنے کام سے فارغ ہو گیا ہو گا، وہ حور سے پہلے ہی وہاں سے نکل آیا اور اب اُس کا رُخ جبار کے گھر کی طرف تھا۔ وہ جب وہاں پہنچا تو سب لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ اُسامہ کو بھی ان میں شامل ہونا پڑا۔ کھانے سے فارغ ہوتے ہی وہ جبار کے ساتھ اس کے کمرے میں چلا آیا۔ جبار نے بتایا۔

''جس جوس کو کھلاتا تھا اور زہر جو قطرہ قطرہ کر کے نرس آفتاب کو پلاتی تھی وہ سب ڈاکٹر نے نمونے کے لئے حاصل کر لئے ہیں۔ ڈاکٹر نے آفتاب کا بھی چیک اپ کیا تھا مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ تاہم یورین اور بلڈ وہ لے گئے ہیں۔ ان کی رپورٹ آنے کے بعد ہی کچھ پتہ چلے گا۔ تم جمال کے بارے میں بتاؤ۔''

''وہ کھیت والی سائیڈ کا رہنے والا ہے۔'' اُسامہ نے یہ کہہ کر پوری کہانی سنا دی اور آخر میں حور کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''یار! مجھے لگتا ہے حور بے خبر ہے وہ جمال کی سازش میں شامل نہیں۔ وہ جس لہجے میں جمال سے بات کرتی ہے وہ اداکاری نہیں ہو سکتی۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''یہی کہ وہ جمال کی ساتھی نہیں ہے۔ اگر ہم اس کو ساتھ لے کر کام کریں تو پھر ذرا جلدی اور اچھے طریقے سے ہو سکے گا۔ آخر وہ اس کا شوہر ہے۔''

''میں تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا۔ پہلے شہزاد سے بات کرو۔ یہ نہ ہو کہ اب تک کا کیا کرایا بھی جاتا رہے۔''

''ہوں ٹھیک ہے۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے؟''

''تمہارے لئے اور حکم؟'' جبار نے ہنس کر اُسے دیکھا۔ ''یار! ہم تو تمہارے حکم کے منتظر ہیں۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ڈاکٹر کی رپورٹ کے منتظر ہیں۔ تم سناؤ لارخ سے بھی ملاقات ہوئی یا'' جبار کے لہجے میں شرارت گھل گئی۔

''رات بھی ہوئی تھی جمال کے گھر پر اور آج آفس میں بھی ہوئی بہت خوش ہے۔ شہزاد نے اُس کو اب تک ہونے والے کام کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔

بہت تعریف کر رہی تھی وہ۔"

"تمہاری ؟" جبار نے شرارت سے پوچھا۔

"نہیں شہزاد کی۔" اُسامہ نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا ہاں بھئی بھائی ہے وہ فرخ کا۔ آج تو بہت جذباتی نظر آرہا تھا۔ کہہ رہا تھا یار! لوگ مجھ پر رشک کرتے ہیں کہ میں ماں باپ والدین کی اکلوتی اولاد یعنی بیٹا ہوں اور ہو سکتا ہے میں بھی اس سے خوش ہوتا مگر اب آفتاب کو دیکھ کر خیال آتا ہے کہ ایک بھائی یا ایک بیٹا ہونا کوئی اچھی بات نہیں۔ ہاں بیٹی ایک چل سکتی ہے۔ بہن ایک چل سکتی ہے۔ مگر بھائی بھائی تو بازو ہوتا ہے۔ بھائی دو تو ہونے چاہئیں۔ آج فرخ کی جگہ اگر آفتاب کا کوئی دوسرا بھائی ہوتا تو آفتاب یوں بے بسی کی زندگی نہ گزار رہا جو موت سے بھی بدتر ہے۔ سوچتا ہوں کاش میرا بھی کوئی اور بھائی ہوتا۔ اگر کبھی مجھے ان حالات سے واسطہ پڑ گیا تو پھر کیا ہوگا؟"

"تم نے کہا ہوتا کہ ہم بھی تو بھائی ہیں۔ یار ضروری تو نہیں کہ دوسرا بھائی اچھا بھی ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر اکیلا بھائی آفتاب کی طرح مشکل میں پڑتا ہو۔" اُسامہ نے کہا۔

"تمہارے بھائی جان تو بہت اچھے ہیں اور مشکل کون سا پوچھ کر آتی ہے۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔" اُسامہ کو بھابی یاد آ گئیں۔ پتہ نہیں کیا کہنا چاہتی تھیں جو جاگ رہی تھیں۔ پھر وہ جبار سے اجازت لے کر اُٹھ گیا تا کہ گھر جا کر بھابی سے پوچھ سکے۔

گھر آیا تو ماں اکیلی لان میں بیٹھی تھیں۔ اُسامہ نے سلام کیا اور پھر بھابی اور بچوں کا پوچھا۔

"وہ سب لاہور گئے ہیں تمہارے بھائی کے ساتھ۔"

"خیریت ـــــــ؟" اُسامہ نے پوچھا۔

"خیریت کہاں ـــــــ تمہارے ماموں پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔ میں بھی جانا چاہتی تھی اور تمہیں بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے تا کہ منگنی کی رسم لاہور میں ہی ادا ہو جائے۔ مگر تمہاری بھابی بتا رہی تھیں کہ تمہارا موبائل آف تھا۔"

"سوری ممی! تو اسی لئے بھابی رات میرا انتظار کر رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے بتایا تو ہوتا۔" اُسامہ نے ماں کا دل رکھنے کے لئے کہا۔

"چلو کوئی بات نہیں ـــــــ ہم اب چلے جاتے ہیں۔ اب بھی منگنی ہو سکتی ہے۔" ماں اس وقت بھی منگنی کا خیال دل سے نہ نکال سکی تھیں۔

"اب نہیں ممی! مجھے بہت ضروری کام ہے ـــــــ ہاں، آپ جانا چاہیں تو میں اس کا بندوبست کر دیتا ہوں۔"

"میں تو تمہاری وجہ سے رک گئی تھی ورنہ بھائی ہے وہ میرا۔" ماں رونے لگیں تو اُسامہ نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ میں ابھی جہاز کا ٹکٹ لاتا ہوں۔" اُسامہ گاڑی کی چابی پکڑ کر باہر نکل گیا۔

شام کو سات بجے کی فلائٹ پر ماں کو بٹھا کر وہ واپس گھر آنے کی بجائے شہزاد سے ملنے آفتاب ہاؤس چلا آیا۔ چوکیدار سے کہہ کر اس نے شہزاد کو باہر بلوایا۔

"او سائیں صاحب جی! کیا حال ہے آپ کا ـــــــ؟" شہزاد نے اُس کو دیکھتے ہی پوچھا۔

"تم اپنی سناؤ۔ اور بے چارے مالک کی؟" اُسامہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے ـــــــ آپ اندر آ جائیں۔"

"نہیں، چلتا ہوں۔" پھر وہ رکا نہیں اور سیدھا گھر چلا آیا۔ راستے میں وہ فرخ کے بارے میں سوچنے لگا۔ کوئی ایسا طریقہ، کوئی ایسا پروگرام یا بات جس کو مان کر جبار، فرخ کو پھر سے آفتاب ہاؤس بھیج دے تا کہ وہ اس کے سائے سے بھی بچ کر رہے۔ ورنہ وہاں جمال کے گھر فرخ کو زیادہ خطرہ تھا اور اُسامہ اُس کو اب ہر حال میں وہاں سے نکالنا چاہتا تھا۔ مگر کیسے؟ ـــــــ یہی سب سوچتے وہ سو گیا تھا۔

اگلے دو دن انکشافات کے دن تھے۔ پہلے انکشاف تو یہ تھا کہ جس دوا کو نرس زہر کہتی تھی وہ زہر نہیں ایک عام سا بچوں کو دینے والا ٹانک تھا جس کو کھانے سے نہ کھانے سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ اُسامہ یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ڈاکٹر سے یہ رپورٹ جبار خود لے کر آیا تھا اور اس کا کہنا تھا۔

"یہ رپورٹ صحیح ہے ـــــــ ڈاکٹر شہزاد کے باپ کا دوست ہے۔ وہ غیر ذمہ داری کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔"

مگر اُسامہ نے کہا تھا۔

"شہزاد سے کہنا وہ مجھے بھی نمونے کے طور پر بھیج دے۔ میں خود کھا لوں گا کہ ڈاکٹر کی اس رپورٹ کے بعد تو جمال سچا نظر آتا ہے کہ آفتاب خود ہی مر رہا ہے۔ اُس کی بیماری میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں۔ جب کہ فرخ سے نرس اور جمال نے جو بات کہی تھی کیا وہ غلط تھی؟ اور اُسامہ سے بھی اُس نے کہا تھا، وہ فی الحال آفتاب کو ختم نہیں کر سکتا۔ ابھی ڈاکٹر کے پاس جاؤ اور اُس کو بتاؤ کہیں رپورٹ کسی سے بدل تو نہیں گئی؟"

"سوری ـــــــ ایک تو یہ کہ میں اس رپورٹ کو صحیح مانتا ہوں۔ دوسرے وہ میرے پاس اس وقت نہیں۔ میں جمال اور کنیز کے پرانے گھر کی تلاش میں ہوں تا کہ کنیز اور اُس کی ماں سے مل کر اصل بات جان سکوں۔ مجھے یقین ہے جمال نے جو کہانی تمہیں سنائی ہے وہ ساری سچی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے اُس نے کنیز سے بھی دوسری شادی کر لی ہو اور اب "

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" اُسامہ نے پوچھا۔

"یہی کہ خود بھی کچھ کام کرو ـــــــ اب ڈاکٹر کے پاس جانے اور آنے کی ذمہ داری تمہاری ہے۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"اور شہزاد کے پاس دوا کے نمونے کون لینے جائے گا؟"

"تم خود۔ ویسے بھی شہزاد نے بتایا تھا فرخ بھی اب آفتاب ہاؤس ہی میں رہنے آ گئی ہے۔"

"کیا واقعی جمال نے اجازت دے دی؟" اُسامہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں ـــــــ کل رات جب وہ فرخ کے ساتھ آفتاب کو دیکھنے آیا تو حور نے کہا تھا وہ اب فرخ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ فرخ سے پوچھ لو۔" جمال نے یہ سوچ کر کہا کہ فرخ ہاں کر ہی نہیں سکتی۔ مگر جب حور نے فرخ سے پوچھا تو اُس نے ہاں کر دی اور جمال فوراً وہاں سے چلا گیا۔ مگر وہ سخت غصے میں تھا۔"

"اچھا ـــــــ یہ تو تم نے بہت اچھی خبر سنائی ہے۔"

"اور اس خبر کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔" جبار نے کہا اور اُٹھ گیا۔ جب کہ اُسامہ فرخ کے بارے میں سوچنے لگا۔

پرسوں رات اُسے یہی سوچ کر ٹھیک سے نیند نہ آئی تھی کہ فرخ کا کمرہ جمال کے کمرے کے ساتھ تھا اور اگلے روز صبح اُٹھتے ہی وہ جمال کے راستے پر جا بیٹھا تا کہ معلوم ہو سکے کہ فرخ ساتھ آتی ہے یا نہیں۔ پتہ نہیں کیا بات تھی مگر بہر حال فرخ ساتھ نہ تھی۔ یہ دیکھتے ہی اُسامہ نے گاڑی کا رُخ جمال کے گھر کی طرف کیا مگر پھر یہ سوچ کر رک گیا کہ کہیں چوکیدار اس کی آمد کے بارے میں جمال کو نہ بتا دے۔ وہ سیدھا گھر آیا اور فون کیا۔ جمال کے گھر کا نمبر وہ حاصل کر چکا تھا۔ ریسیور فرخ نے ہی اٹھایا تھا۔

"فرخ تم ـــــــ؟" اُسامہ نے اُس کی آواز پہچاننے کے باوجود کہا۔

"جی ـــــــ آپ کون؟"

"اُسامہ ـــــــ دیکھو! میری بات غور سے سنو۔ آج جب جمال رات کو ـــــــ ارے پہلے یہ تو بتاؤ آج آفس کیوں نہیں گئیں؟"

"میں نے جمال بھائی سے کہا تھا میری طبیعت ٹھیک نہیں اور میرا آفس جانے کو جی نہیں چاہتا۔ اور وہ مان گئے تھے۔"

"اچھا دیکھو، جب جمال رات کو آئے تو اُسے کہنا کہ تم آفتاب بھائی کو دیکھنا چاہتی ہو۔ اور اگر وہ مان جائے تو پھر وہاں جا کر واپس نہ آنا۔ اپنی بھابی سے کہنا تم وہیں رہنا چاہتی ہو اور "

"مگر جمال بھائی مجھے رہنے نہیں دیں گے ـــــــ انہوں نے سختی سے مجھے کہہ رکھا ہے کہ اگر کبھی حور بھابی وہاں رہنے کا کہیں تو تم صاف انکار کر دینا۔"

"مگر اب تم انکار نہیں کرو گی بلکہ وہیں رہو گی۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

"کیوں ضروری ہے؟ کیا شہزاد بھائی کو میری مدد کی ضرورت ہے؟"

"ہاں ـــــــ اُس کو بھی ہے۔ اور ویسے بھی اب تمہارا جمال کے ہاں رہنا ٹھیک نہیں دیکھو، یہ کام ضرور کرنا۔ جمال کی پرواہ مت کرنا۔ اُس کو ہم دیکھ لیں گے۔ وہ اب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اپنی بھابی سے ابھی فون پر بات کر لینا یا رات کو موقع ملے تو تب کر لینا اب تمہیں یہاں کسی بھی حال میں نہیں رہنا۔"

"جی کوشش کروں گی۔ مگر مجھے اُمید نہیں کہ جمال بھائی اس کی اجازت دیں۔" فرخ نے مدھم لہجے میں کہا تو اُسامہ نے تسلی دے کر فون بند کر دیا تھا اور اب آج جبار یہ بتا رہا تھا کہ یہ سب ہو چکا ہے۔

اُسامہ نے سکون کی ایک گہری سانس لی اور مسکراتا ہوا خود بھی کھڑا ہو گیا۔ اب اُس کا پروگرام آفتاب ہاؤس جانے کا تھا اور وہ چلا آیا۔ چوکیدار کے پاس ہی شہزاد دھڑا دھڑ گپ شپ لگا رہا تھا۔ اُسامہ کی گاڑی رکتے ہی آگے بڑھا اور ہنس کر زوردار سلام کیا۔

اُسامہ گاڑی ہندر کے نیچے اتر آیا اور چوکیدار کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

''میں اندر جانا چاہتا ہوں۔''

''اندر کیوں، خیریت؟'' وہ مسکرانے لگا۔

''انسان تو چوکیدار دیکھ رہا ہے۔'' اُسامہ نے آہستہ سے کہا اور پھر اونچی آواز میں پوچھا۔ ''اب تمہارے مالک کیسے ہیں؟''

''بس جی ویسے ہی ہیں آپ اندر آ کر خود دیکھ لیں۔ بہت خدمت کر رہا ہوں ان کی۔'' شہزاد نے کہا اور اُسامہ کے ساتھ گیٹ کی چھوٹی کھڑکی سے گھر میں داخل ہو گیا۔

''فرخ یہاں پر ہے نا؟''

''مجھے معلوم تھا تم اسی لئے اندر آئے ہو ورنہ اُس دن تو باہر ہی سے میرا اور میرے مالک کا حال پوچھ کر چلے گئے تھے۔'' شہزاد ہنسنے لگا۔

''بس بس، اندر کھو اور اُسے بلاؤ...... میں اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''پہلے تم بتاؤ اُسامہ! کیا واقعی تمہیں فرخ سے محبت ہے؟''

''فضول باتوں سے گریز کرو۔''

''یہ فضول بات نہیں۔ مجھے اس کا جواب چاہئے۔''

''تو پھر خود کسی سے محبت کر کے دیکھ لو۔''

''کر تو رہا ہوں......'' بے خیالی اور روانی میں شہزاد کہہ گیا۔

''محبت اور تم کر رہے ہو۔'' اُسامہ ہنسا۔

''کیوں...... میں محبت نہیں کر سکتا؟'' شہزاد نے کہا۔

''کون ہے وہ؟'' اب کے اُسامہ نے دلچسپی لی۔

''کوئی بھی نہیں...... میں تو تمہیں تنگ کر رہا تھا۔'' شہزاد نے کہا اور اُسے آفتاب کے کمرے میں لے گیا اور وہیں ایک کرسی پر فرخ بھی بیٹھی تھی۔ اُسامہ کو دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی اور شہزاد نے آہستہ سے پوچھا۔

''میں رکوں یا چلا جاؤں؟''

''بکومت۔'' اُسامہ کو غصہ آ گیا۔

شہزاد بھی ڈھیٹ نمبر ایک تھا، بولا۔

''سیدھی طرح کہہ کیوں نہیں دیتے کہ چلے جاؤ۔ خیر، میں چائے کا کہہ کر آتا ہوں۔'' وہ باہر نکل گیا اور اُسامہ آفتاب کو دیکھنے لگا، پھر فرخ کو جو اس کے بہت قریب سر جھکائے کھڑی تھی۔

''جمال نے اجازت دے دی یہاں رہنے کی؟'' اُسامہ نے اُس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی، میں نے یہاں آتے ہی بھابی سے کہا تھا وہ مجھے روک لیں۔ میں اب یہیں رہنا چاہتی ہوں۔ مگر جمال بھائی سے میرا نہ کہئے گا بلکہ خود کہئے گا کہ آپ مجھے یہاں رکھنا چاہتی ہیں...... اور جب بھابی نے یہ بات جمال بھائی سے کہی تو انہوں نے کہا۔ ''فرخ سے پوچھ لیں۔ اگر وہ رہنا چاہتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' پھر بھابی نے مجھ سے پوچھا اور میں نے مثبت میں سر ہلا دیا۔ جمال بھائی اسی وقت چلے گئے۔ بھابی کے سامنے تو انہوں نے کچھ نہیں کہا مگر وہ بہت غصے میں تھے۔

''اوہ اچھا...... اب ایک کام اور کرنا۔''

''کون سا؟'' فرخ نے آہستہ سے پوچھا۔

''اپنی بھابی سے کہنا تم آفس بھی جانا نہیں چاہتیں کہ تمہیں آنا جانا خاک کچھ نہیں ہے اور ویسے بھی وہاں تمہارا دل نہیں لگتا۔''

''یہ بھی میں نے کہہ دیا تھا۔''

''کیا...... اچھا، یہ تو خوب رہی۔ شاباش!'' اُسامہ نے خوش ہو کر کہا۔

''یہ میں نے اس لئے کہا تھا کہ اب اگر میں آفس جاتی تو پھر جمال بھائی بہت بری طرح پیش آتے۔ اُن کے اس ڈر کی وجہ سے میں نے بھابی سے کہہ دیا کہ میں آفس بھی نہیں جاؤں گی۔ آپ اُن سے کہہ دیں۔ اس پر بھابی نے بہت پیار سے پوچھا۔

''فرخ! ایسی ویسی بات تو نہیں؟ اگر ہوئی ہے تو مجھے بتاؤ۔'' مگر میں نے ان سے کہہ دیا کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ خیر آج صبح جمال بھائی آفس کے لئے جب مجھے لینے آئے تو بھابی نے بھیجنے سے انکار کر دیا اور کہا۔ ''فرخ اب گھر میں رہے گی۔''

''پھر......؟'' اُسامہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

''پھر یہ کہ جمال بھائی نے کہا کہ فرخ کا آفس جانا بہت ضروری ہے۔ میری مدد کرتی ہے۔ تب بھابی نے کہا تمہاری مدد کے لئے میں خود آ جایا کروں گی۔ اس پر جمال بھائی غصہ میں باہر نکل گئے، اور اب...... اب مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔''

اُسامہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی رنگت حقیقت میں زرد ہو رہی تھی اور وہ خوف زدہ لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''بھابی کسی سہیلی کی پارٹی میں گئی ہیں...... وہ رات دیر سے آئیں گی۔ تب تک جمال بھائی آ کر مجھے لے جائیں گے اور پھر...... اور پھر......'' وہ بات پوری نہ کر سکی اور رونے لگی۔

''فرخ پلیز......!'' اُسامہ نے بے چینی سے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا کہ بے ایمان دل اسے سینے سے لگا کر تسلی دینے کے لئے مچلنے لگا تھا۔

''سوری، میں آپ کو بہت پریشان کرتی ہوں...... پتہ نہیں کیوں میں آپ کو بہت اپنا سا سمجھنے لگی ہوں...... خیر، جو ہوگا دیکھا جائے گا۔''

''ایسا کچھ نہیں ہوگا فرخ! میں کوشش کروں گا جمال آج ادھر نہ آ سکے...... اس کے باوجود اگر وہ تمہاری بھابی کی عدم موجودگی میں آ گیا تو تم ساتھ جانے سے انکار کر دینا۔ انجام کی پروا مت کرنا...... وہ تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اور پھر شہزاد ادھر ہی ہے۔ تمہیں جمال سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ اب جب یہ قدم اٹھا ہی چکے ہیں تو پھر ڈرنا کیسا۔ یہ رسک تو اب لینا ہی تھا۔''

اچانک آفتاب نے بڑبڑاتے ہوئے کروٹ بدلی تھی اور اُسامہ، فرخ کو بھول کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ منہ ہی منہ میں مسلسل بڑبڑا رہا تھا۔ مگر کیا کہہ رہا تھا کچھ سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ اُسامہ نے جھک کر کان اس کے منہ کے ساتھ لگا دیا مگر پھر بھی کچھ سمجھ نہ آیا۔ وہ سیدھا ہوا تو فرخ نے کہا۔

''ایسا اکثر ہوتا ہے...... شروع میں بھابی اور میں، ہم دونوں سننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے تھے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اور اب تو ہمیں عادت ہو گئی ہے یہ بڑبڑاہٹ سننے کی۔''

''خیر...... اب چند روز کی بات ہے، پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' اُسامہ نے کہا تو فرخ چپ رہی۔ اُسامہ نے ہی پھر کہا تھا۔

''یہ اکبر چائے کا کہہ کر ابھی تک نہیں آیا۔''

''میں دیکھتی ہوں۔'' فرخ جانے کو مڑی اور پھر شہزاد کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر رک گئی۔

''دیکھنے کی ضرورت نہیں...... اب آ گیا ہوں۔'' اُس نے مسکرا کر کہا۔

''اوکے...... اب میں چلتا ہوں۔'' اُسامہ نے کہا۔

''لیکن چائے......؟'' فرخ نے جلدی سے کہا۔

''چائے بھی ضرور پیوں گا...... مگر اس وقت جب تم اپنے ہاتھ سے بناؤ گی اور بے فکری سے پلاؤ گی۔ اس وقت نہیں۔'' اُسامہ نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ ''اکبر! تم ذرا میرے ساتھ آؤ۔'' اور وہ باہر نکل آیا۔

''حاضر ہوں صاحب جی! بتائیں، کیا حکم ہے اس غلام کے لئے؟'' شہزاد نے ملازموں کے سے انداز میں کہا۔

''بکو نہیں اور میری بات غور سے سنو۔''

''تم خود نہیں بکتے۔ اندر فرخ سے بھی کہہ رہے تھے، یہ اکبر ابھی تک چائے لے کر نہیں آیا اور اب پھر کہا، اکبر تم ذرا میرے ساتھ باہر آؤ۔ کیا واقعی تم نے مجھے اپنا ملازم سمجھ لیا ہے؟''

''خدا کے لئے بند کرو اپنے منہ کو میرے پاس وقت نہیں، مجھے جمال کے پاس جانا ہے۔ میری کوشش ہوگی وہ آج ادھر نہ آ سکے۔ اور اگر آ گیا تو خیال رکھنا۔ فرخ بہت خوف زدہ ہے۔''

''پروہ نہ کرو۔ یہاں میں ہوں، بھائی اس کا۔ جمال یہاں کچھ نہیں کر سکتا۔ تم نے بہت اچھا کیا جو اُسے ادھر بھیج دیا۔''

''او کے پھر چلتا ہوں۔'' اُسامہ نے کہا اور باہر نکل گیا۔ جب کہ شہزادو ہیں کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آفتاب کے کمرے میں آیا تو فرخ ب بھی وہیں بیٹھی تھی۔ شہزادو کو دیکھتے ہی پوچھنے لگی۔

''چلے گئے وہ؟''

''جی، چلے گئے وہ۔ کچھ کام تھا؟''

''نہیں تو۔'' وہ مسکرائی اور شہزادو لگا اُسامہ کی باتیں کرنے۔ اُس نے فرخ کو سب کچھ صاف صاف بتا دیا تھا کہ اُسامہ کے کہنے پر ہی وہ یہ سب کام کر رہے ہیں اور یہ کہ وہ فرخ کی وجہ سے بہت پریشان رہتا ہے۔ وہ ابھی باتوں میں مگن ہی تھے کہ اچانک جمال اندر داخل ہوا۔ اُسے دیکھتے ہی فرخ گھبرا کر اُٹھ کھڑی ہوئی مگر وہ اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ شہزادو سے آفتاب کے بارے میں پوچھنے لگا۔ پھر آفتاب کو دیکھ کر واپس مڑا اور تحکمانہ لہجے میں فرخ سے بولا۔

''میرے ساتھ آؤ۔''

''کک کہاں؟'' فرخ نے سہم کر پوچھا۔

''جہنم میں۔'' وہ غرایا اور فرخ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ شہزادو اُن کو نظر انداز کیے آفتاب کے پاس کھڑا تھا مگر کان اُن کی باتوں پر لگے ہوئے تھے۔

''مگر جمال بھائی! بھابی کہتی تھیں میں آپ کے ساتھ کہیں نہ جاؤں۔'' فرخ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''ہوں ــــــ تو یہ بات ہے ــــــ کہاں ہے وہ؟''

''وہ ذرا کام سے گئی ہیں ــــــ بس آنے والی ہوں گی۔''

''اچھی بات ہے ــــــ وہ آئے، آج بات کر کے ہی جاؤں گا۔ دیکھتا ہوں وہ کیسے روکتی ہے تمہیں اور تم بھی۔ اچھا خیر آؤ، اس کے آنے تک ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہیں۔'' پھر وہ اُس کا ہاتھ پکڑے باہر نکل گیا۔ اُن کے باہر جاتے ہی شہزادو کھڑکی کے پاس آیا۔ وہ واقعی ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہا تھا۔ جب وہ داخل ہو چکا تو شہزادو چپکے سے باہر آیا اور ڈرائنگ روم کی کھلی کھڑکی سے پردہ ذرا سا ہٹا کر اندر دیکھنے لگا۔

جمال بیٹھنے کی بجائے کمرے کے وسط میں کھڑا تھا۔ فرخ کا ہاتھ اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ قہر آلود نظروں سے فرخ کو گھور رہا تھا اور فرخ ہوتے ہوئے کانپ رہی تھی۔

''میں نے تم سے کیا کہہ رکھا تھا؟'' اچانک وہ سانپ کی طرح پھنکارا۔

''کیا ــــــ؟'' فرخ نے کانپتے لہجے میں پوچھا حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ کیا پوچھ رہا ہے کہ یہ بات اُس نے ایک بار نہیں کئی بار اُسے سمجھائی تھی کہ اگر کبھی حور وہاں رہنے کا کہے تو صاف انکار کر دینا۔

''اتنی بھولی نہ بنو ــــــ میں جانتا ہوں تم خود بھی اب ادھر رہنا نہیں چاہتیں اس لئے میرے سمجھانے کے باوجود تم نے حور سے کہہ دیا کہ تم ادھر ہی رہو گی۔ اور وہ ــــــ اُس نے تمہارے کہنے پر یہ جرأت کی ہوگی۔ مگر وہ سمجھتی کیا ہے اپنے آپ کو ــــــ تھوڑے دن رہ گئے ہیں اُس کے پاس۔ وہ تمہیں یہاں رکھ کر کیا سمجھتی ہے کہ تم محفوظ ہو گئی ہو ــــــ شک کرتی ہے وہ میرے کردار پر، میری نیت پر۔ تمہیں مجھ سے بچا کر رکھنا چاہتی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے میں تمہیں یہاں اس کے پاس رہنے دوں گا؟ کبھی نہیں۔ تمہیں آج میرے ساتھ جانا ہوگا۔ ابھی اور اسی وقت۔ سمجھیں۔'' وہ غصے سے دھاڑا۔

''میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ بھابی نے مجھے منع کیا ہے۔'' فرخ نے ڈرنے کے باوجود کہہ دیا کہ اُسامہ نے کہا تھا ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

''بھابی نے منع کیا ہے، ہیں ــــــ'' جمال نے ایک زوردار ہاتھ اس کے گولڈن چمکتے گالوں پر جما دیا۔

''میں نہیں جاؤں گی آپ کے ساتھ ــــــ میں نے کہہ دیا۔'' فرخ نے پھر جرأت کر کے انکار کر دیا۔

''تم نہیں جاؤ گی؟ تمہارے تو چھوٹے بڑے، ہوتے سوتے سب جائیں گے۔ تم کیوں نہیں جاؤ گی۔ جانتی ہو ساری رات میں سو نہیں سکا۔ رہ رہ کر تمہاری خیال مجھے پریشان کرتا تھا اور میں اپنے کمرے کی بجائے تمہارے کمرے میں بیٹھ کر سگریٹ پھونکتا رہا۔ اب چلو میرے ساتھ کہ تمہیں اب زندگی بھر میرے ہی ساتھ رہنا ہے ــــــ تم صرف میرے لئے بنی ہو۔''

''نہیں ــــــ'' فرخ نے کہا اور جمال نے دونوں ہاتھوں سے اُسے کاندھوں سے پکڑ لیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے زہرخند سے کہا۔

''تم کیا سمجھتی ہو میں تمہیں یہاں کچھ نہیں کہہ سکتا ــــــ اونہہ، جمال اتنا بے بس کبھی نہیں ہو سکتا۔'' وہ فرخ کی طرف جھکا تو وہ چیخ کر بولی۔

''نہیں ــــــ پلیز نہیں ــــــ'' اور باہر کھڑا شہزادو بھاگ کر آفتاب کے کمرے کی طرف آیا کہ اب برداشت کرنا اس کے بس سے باہر تھا۔ اس نے سائیڈ میز کی دراز میں آفتاب کا ریوالور دیکھ رکھا تھا۔ جلدی سے دراز کھول کر پستول نکالا اور پھر ڈرائنگ روم کی کھڑکی میں آیا تو اب منظر بدل چکا تھا۔ جمال، فرخ کو صوفے پر گرائے خود اس کے پاس کھڑا خونی نظروں سے اس کو دیکھ رہا تھا، پھر جھکتے ہوئے بولا۔

''اب دیکھتا ہوں وہ تمہیں کیسے بچاتی ہے ــــــ میں نے سوچا تھا میں دو تین سال انتظار کروں گا اور تم سے نکاح کروں گا۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں تمہیں بھی ــــــ چیخنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کوشش کرنا کہ یہ گھر تمہارا ہے۔ مگر یہاں رکھے گئے سب ملازم میرے آدمی ہیں۔''

اور مزید دیکھنا شہزادو کے بس میں نہ تھا۔ اُس نے جمال کے کندھے کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ حالانکہ جی تو چاہ رہا تھا کہ سر کا نشانہ لے مگر فی الحال وہ زیادہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایک دھماکا ہوا اور ساتھ ہی جمال کے منہ سے ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی اور وہ کھڑکی کی طرف مڑا اور شہزادو بھاگ کر آفتاب کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ جلدی جلدی پستول صاف کر کے دراز میں رکھا اور بھاگتے ہوئے کمرے سے باہر آیا۔ اور وہی نہیں، باقی ملازم بھی بھاگتے ہوئے اندر آ رہے تھے۔ جب کہ جمال ڈرائنگ روم کے دروازے میں کھڑا دھاڑ رہا تھا۔

''کس نے گولی چلائی ہے ــــــ گدھو! کون ہے تم میں وہ جس نے یہ جرأت کی؟ بولو، جواب دو، سچ سچ بتا دو گے تو چھوڑ دوں گا ورنہ ''

''صاحب جی! آپ کا تو خون بہہ رہا ہے۔'' شہزادو نے آگے بڑھ کر کندھا پکڑتے ہوئے کہا

''تم سے میں نے کیا کہا تھا؟'' جمال شہزادو کو نظر انداز کر کے چوکیدار سے پوچھ رہا تھا جب کہ خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ گولی شاید جسم میں اتر گئی تھی۔ مگر جمال کو خون کی پروا نہیں تھی۔

''وہ جی ــــــ میں نے تو کسی کو بھی اندر نہیں آنے دیا۔'' چوکیدار کہہ رہا تھا۔

''تم سب کو دیکھ لوں گا۔'' جمال نے پیچھے کھڑی فرخ پر ایک زہر بھری نظر ڈالتے ہوئے کہا اور شہزادو سے بولا۔ ''تم آؤ میرے ساتھ۔'' اور آگے بڑھ گیا۔ پھر اچانک رُک کر بولا۔

''گاڑی چلانی آتی ہے تمہیں؟''

''نہیں جی۔'' شہزادو نے کہا تو وہ ڈرائیور کو ساتھ آنے کا کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ ہسپتال کی بجائے وہ ایک پرائیویٹ کلینک میں گیا تھا۔ گولی اس کے بازو کے گوشت میں موجود تھی جسے فوراً آپریشن کر کے نکال دیا گیا تھا۔ گولی نکال لی گئی تو جمال نے ڈرائیور سے کہا۔

''جاؤ، کبرکو گھر چھوڑ دو۔ اور سنو کبرا ذرا توہ لگانے کی کوشش کرنا کہ یہ کام کس کا تھا۔ میری رات تو آج یہیں انگاروں پر لوٹتے گزرے گی اور وہ بیٹی تھی دیکھ لوں گا اب اُس کو بھی۔'' وہ گالیاں بک رہا تھا اور مارے غصے کے پاگل ہو رہا تھا۔

''جی بہتر ــــــ'' شہزادو نے کہا اور ڈرائیور اُس کو آفتاب ہاؤس چھوڑ گیا۔ شہزادو نے چوکیدار سے پوچھا۔

''کچھ پتہ چلا کہ کس نے گولی چلائی ہے؟''

''نہیں یار! اب میری شامت آ گئی۔ جمال صاحب مجھ سے بول کر گیا تھا کہ کسی کو اندر مت آنے دوں۔ حور بی بی کو بھی نہیں۔ اور ہم نے تو کسی کو جانے دیا ہی نہیں۔ پھر یہ کوئی پتہ نہیں کون چلا گیا۔''

''تم فکر نہ کرو ــــــ میں دیکھتا ہوں۔'' شہزادو نے کہا اور سیدھا آفتاب کے کمرے میں آیا۔ فرخ وہیں آفتاب کے سرہانے سہمی بیٹھی ہوئی تھی۔ شہزادو اُس کے قریب آیا اور جیسے ہی پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا وہ شہزادو سے لپٹ کر اونچی آواز میں ہچکیاں لے کر رونے لگی۔

''بری بات ہے فرخ! تمہارے دو بھائی زندہ ہیں ابھی وہ کمینہ تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آفتاب ہوش میں نہیں، میں تو ہوں۔ وہ ہاتھ کاٹ کر پھینک دوں گا جو تمہاری عزت کی طرف بڑھیں گے۔ مجھے اب اپنی زندگی، اپنے انجام کی پرواہ نہیں بلکہ کسی کو بھی پروا نہیں۔ مگر تم مت رو، مت۔''

''بھائی جان! آپ بہت اچھے ہیں مگر اب جمال بھائی آپ پر بھی شک کریں گے۔'' فرخ نے روتے روتے کہا۔

''ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ تم بیٹھو، میں اُسامہ سے بات کرتا ہوں۔'' شہزادو نے کہا اور فون کی طرف بڑھا۔ پہلے اُسامہ کے نمبر ملائے مگر وہ نہ ملا۔ پھر جبار کے ہاں کیا مگر وہ بھی نہ ملا تو شہزادو نے کہا۔

''فرخ! تم اب اپنے کمرے میں جاؤ اور تمہاری بھابی کچھ پوچھے تو صرف یہ کہنا کہ جمال بھائی مجھ سے کھڑے بات کر رہے تھے کہ کسی نے گولی چلا دی اور وہ زخمی ہو

گئے۔"

"بھائی جان! وہ مر تو نہیں جائیں گے؟"

"مر جائے کمینہ تو اور کیا چاہئے۔ مگر وہ اتنی جلدی مرنے والوں میں سے نہیں ہے۔ اب تم جاؤ۔" اور فرخ چلی گئی۔ مگر فوراً ہی حور کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ حور اونچی آواز میں بول رہی تھی۔

"یہ کیا تماشہ شروع کر دیا ہے اب جمال نے — آخر وہ ان حرکتوں سے کیا ثابت کرنا چاہتا ہے؟" پھر وہ شہزاد کی طرف مڑی۔ "تم کہاں تھے جب جمال پر گولی چلائی گئی تھی؟"

"جی — میں تو انہیں صاحب کے پاس تھا۔"

"تم سب اُس کے ساتھ ملے ہوئے ہو — خیر، اگر وہ سمجھتا ہے کہ وہ اس طرح مجھ پر کوئی الزام لگا کر مجھے اس گھر سے نکال دے گا تو یہ اُس کی بھول ہے۔" حور غصے سے بول رہی تھی۔ پھر وہ فرخ کے ساتھ باہر نکل گئی اور شہزاد وہیں پیچھے صوفے پر لیٹ گیا۔ اچانک ایک خیال اُس کے ذہن میں آیا تو وہ جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

اسامہ سب سے پہلے جمال کے آفس گیا تھا مگر وہ وہاں سے نکل چکا تھا۔ گھر فون کیا تو وہاں بھی نہ ملا۔ پھر بہت دیر تک اُسامہ سڑکوں پر آوارگی کرتا رہا اور جب گھر آیا تو ملازم نے بتایا۔

"کسی جمال صاحب کا فون آیا تھا — انہوں نے یہ نمبر دیا تھا اور کہا تھا آپ جب بھی آئیں اسی وقت رنگ کریں۔ اور شہزاد صاحب نے بھی فون کیا تھا۔"

"اچھا، ٹھیک ہے۔" کمرے میں آتے ہی اُس نے پہلے جمال والا نمبر ڈائل کیا اور دل میں سوچا، یہ نمبر تو اُس کے گھر کا ہے اور نہ آفتاب ہاؤس کا۔ پھر کہاں ہے وہ؟ چونکہ دوسری طرف سے ریسیور اُٹھاتے ہی "حسن کلینک" کہا گیا۔ اُسامہ نے حیران ہو کر ریسیور کو دیکھا اور کہا۔

"جمال صاحب سے بات کروا دیں۔"

"جی وہ سو رہے ہیں — اُن کو نیند کا انجکشن دیا گیا ہے۔ صبح بات کیجئے گا۔" کہہ کر فون بند کر دیا گیا تو اُسامہ نے شہزاد کے نمبر ملائے۔ یہ نمبر آفتاب کے کمرے کا تھا۔

"ہیلو — "شہزاد نے کہا۔

"کیا بات ہے — فون کیوں کیا تھا؟"

"فون پر بتانے والی بات نہیں — یہاں آسکتے ہو تو آجاؤ۔"

"اتنی رات گئے میں آیا تو وہ لوگ کیا کہیں گے۔ صبح آؤں گا۔ یہ فرخ اِدھر ہی ہے نا — اور جمال آیا تھا؟"

"فرخ اِدھر ہی ہے۔" کہہ کر شہزاد نے فون بند کر دیا اور اُسامہ سونے کے لئے لیٹ گیا اور جلدی سو بھی گیا تھا۔

صبح وہ ابھی سو رہا تھا جب جمال کا فون آیا کہ "کلینک پہنچو۔" اور اسی وقت اُسامہ تیار ہو کر چلا گیا تھا۔ اور پھر وہاں جا کر جمال کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ وہ پتلون اور صرف بنیان پہنے ہوئے تھا اور کاندھوں پر پٹیاں کسی ہوئی تھیں۔

"کیا ہوا آپ کو جمال صاحب؟" اُسامہ نے اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔ "رات میں نے فون کیا تھا۔ مجھے بتایا گیا آپ سو رہے ہیں — میں سمجھا شاید کوئی معمولی بات ہے۔ مگر یہاں تو آپ — ہوا کیا — کیا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا گاڑی کا یا —؟"

"نہیں — گولی لگی ہے۔"

"گولی — وہ کیسے؟" اُسامہ نے حیران نظروں سے اُسے دیکھا۔

"رات آفتاب ہاؤس میں جب میں فرخ سے بات کر رہا تھا تو کسی نے مجھ پر گولی چلا دی جو سیدھی بازو کے گوشت میں اُتر گئی۔"

"کون چلا سکتا ہے آپ پر گولی؟" اُسامہ نے پوچھا مگر دل میں پہلا خیال شہزاد کا آیا۔ 'لیکن اس کے پاس تو اسلحہ وغیرہ نہیں ہے۔' اُس نے دل میں سوچا۔

"یہی تو پتہ کرنا ہے کہ وہ گولی کس نے چلائی؟" جمال نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ پتہ چلے گا کیسے؟" اُسامہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"تم اکبر سے مل کر آؤ اور پوچھو کہ اس نے کیا معلوم کیا ہے — میں نے اس کو کھوج لگانے کے لئے کہا تھا — ہو سکتا ہے اُس نے کچھ معلوم کر ہی لیا ہو۔" جمال نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔

"جی بہتر — ویسے آپ کو کس پر شک ہے؟" اُسامہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا اور دل ہی دل میں اس ناکام قاتل کو برا بھلا کہا جس کی وجہ سے اُن کا پلان کھٹائی میں پڑنے والا تھا۔

"مجھے کس پر شک ہے یہ ابھی رہنے دو، جاؤ جا کر اکبر سے پتہ کرو۔ ویسے مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھ پر گولی کسی کے اشارے پر چلائی گئی ہے — لیکن میں پہلے اپنے شک کا ثبوت چاہتا ہوں۔ اب تم جاؤ اور جلدی آنا۔ دیر نہ ہونے پائے۔" جمال نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"او کے — میں چلتا ہوں۔" اُسامہ نے کہا اور کلینک سے باہر نکل آیا۔ اب اُس کا رُخ آفتاب ہاؤس کی طرف تھا۔ ویسے وہ اب بھی حیرت میں گم سوچ رہا تھا کہ قاتل کون ہے — گولی کس نے چلائی؟ یہ بہت بڑی جرأت تھی اور شہزاد اتنا بے وقوف ہرگز نہیں تھا کہ محض فرخ سے باتیں کرتا دیکھ کر جمال پر گولی چلا دے۔ اس طرح تو گڑبڑ ہو سکتی تھی۔ اُن کا پورا پروگرام خراب ہو سکتا تھا۔ تاہم یہ بھی حیرت کی بات تھی کہ اگر گولی شہزاد نے نہیں چلائی کہ وہ چلا ہی نہ سکتا تھا — تو پھر وہ کون ہے جو جمال سے دشمنی رکھتا ہے؟ یہ بھی سوچنے والی بات تھی کہ ان لوگوں کے علاوہ بھی وہاں کوئی جمال کا دشمن تھا؟ اور دشمن بھی وہ جو اُسے جان سے مار دینا چاہتا تھا۔ مگر وہ کون تھا جس کے بارے میں ان لوگوں کو بھی ابھی کچھ پتہ نہ تھا۔

ان ہی سوچوں میں گم وہ آفتاب ہاؤس آیا۔ گیٹ پر گاڑی روک کر اس نے چوکیدار سے کہا کہ وہ شہزاد کو اس کے آنے کی اطلاع دے اور خود گاڑی میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ اس کا ارادہ شہزاد کو سمندر پر لے جانے کا تھا — لیکن چوکیدار کی موجودگی میں وہ کھل کر بات نہ کر سکتے تھے۔ کچھ دیر بعد شہزاد چوکیدار کے ساتھ باہر آیا، اُسامہ کو سلام کیا اور پوچھا۔

"کیسے آنا ہوا صاحب جی — سب خیریت ہے نا؟" اُس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ شاید وہ خود بھی رات ہونے والے واقعے سے پریشان تھا۔

"آؤ ذرا میرے ساتھ۔ ایک ضروری کام ہے تم سے۔" اُسامہ نے اُس کے لئے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"یہ کام آپ نہیں بتا سکتے؟" شہزاد نے چوکیدار کے سامنے ہی پوچھا تھا۔

"کیوں — تمہیں ساتھ جانے پر کچھ اعتراض ہے کیا؟" اُسامہ نے منہ بنا کر اس کو دیکھا جو اپنے حلیے سے اب حقیقتاً نوکری لگ رہا تھا اور اُس کا لب و لہجہ بھی اب نوکروں جیسا ہی ہو گیا تھا۔

"وہ بس صاحب جی! یہاں کچھ گڑبڑ ہے اس لئے میرا جانا ٹھیک نہیں۔" یہ کہتے ہوئے شہزاد نے آنکھوں سے بھی نہ جانے کا اشارہ کر دیا۔ جسے اُسامہ نے یکسر نظر انداز کر دیا کہ وہ تو آیا ہی جمال کے کہنے پر تھا۔

"پروا مت کرو۔ بیٹھو۔" اُسامہ نے کہا اور شہزاد بے دلی سے بیٹھ گیا۔ اُسامہ نے گاڑی آگے بڑھائی اور پوچھا۔

"رات آفتاب ہاؤس میں کیا ہوا —؟ جمال پر گولی کس نے چلائی؟ کچھ پتہ چلا یہ حرکت کس نے کی تھی؟"

"یہ سب تمہیں کس نے بتایا؟" شہزاد نے جواب دینے کی بجائے سوال کیا۔

"ویسے تو جمال نے رات بھی فون کیا تھا مجھے۔ لیکن میں نہ مل سکا۔ اور پھر جمال نے صبح فون کر کے کلینک بلایا تھا۔ بہت غصے میں ہے وہ۔"

"اچھا — "شہزاد نے عام سے لہجے میں کہا۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ اُسامہ نے اُس کی یہ کیفیت دیکھی تو خود بھی چپ ہو گیا اور سمندر کے ساحل پر آنے تک چپ ہی رہا۔

"آؤ باہر — "سمندر کے کنارے گاڑی روک کر اُسامہ نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ شہزاد کچھ نہ بولا، چپ چاپ باہر نکل آیا اور دونوں کنارے پر بیٹھ گئے۔ پھر اُسامہ نے ہی بات کا آغاز کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب تم بتاؤ — تم نے رات فون کیوں کیا تھا؟"

"یہی سب بتانے کے لئے — تم یہ بتاؤ، جمال نے کسی پر شک کا اظہار کیا ہے؟" شہزاد نے سامنے سمندر کے پانی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی تو کسی پر بھی نہیں — لیکن میرا خیال ہے وہ جانتا ہے کہ گولی کس نے چلائی تھی۔"

"کیا — وہ جانتا ہے؟" شہزاد نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں — اُس کے لہجے سے مجھے لگا ہے کہ وہ سب جانتا ہے قاتل کے بارے میں۔ اور میں تو ڈر ہی گیا تھا یہ سوچ کر کہ کہیں گولی تم نے نہ چلائی ہو۔" وہ رکا، پھر کہا۔

''لگتا ہے ہمارے علاوہ بھی جمال کا کوئی دشمن ہے یہاں پر لیکن وہ کون ہو سکتا ہے جو جان سے مار دینے کا ارادہ رکھتا ہے اور ہمیں ابھی تک اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں۔''

''ہمارے علاوہ یہاں اس کا کوئی اور دشمن نہیں۔'' شہزاد نے بتایا۔

''پھر گولی کس نے چلائی؟'' اُسامہ نے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا جو بہت پریشان لگ رہا تھا جیسے گولی اسی نے چلائی ہو۔

''میں نے'' شہزاد نے سپاٹ لہجے میں گویا دھماکا کیا۔

''کیا تم نے؟'' اُسامہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''ہاں میں نے یہ بہت ضروری تھا۔'' شہزاد نے پھر اسی لہجے میں کہا۔

''کیا ضروری تھا؟'' اُسامہ کو غصہ آ گیا۔

''گولی چلانا۔'' شہزاد نے اُس کی پرواہ کیے بغیر کہا۔ یہ تو اسے گولی چلاتے ہوئے بھی معلوم تھا کہ اُسامہ اس حرکت کو پسند نہیں کرے گا ـــــ لیکن اُس نے گولی چلا دی کہ مزید ضبط کرنا اُس کے بس سے باہر تھا۔ اور فرخ تو اب اس کو سچ مچ اپنی چھوٹی بہن ہی لگا کرتی تھی اور اس نئے رشتے نے اس کے اندر ایک نیا احساس جگا دیا تھا۔

''اب مجھے پتہ چلا جمال یوں مطمئن ہے ـــــ اُسے تم پر ہی شک ہے۔ تمہاری اس بے وقوفی نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا ہے۔''

''یہ بے وقوفی نہیں، بہت ضروری تھا۔ وہ فرخ سے بدتمیزی کر رہا تھا۔''

''بکواس مت کرو ـــــ آخر اتنا بڑا اقدام اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟ تم برداشت نہیں کر سکتے تھے بیوقوف ـــــ کتنا کچھ کیا ہے میں نے فرخ کے لئے اور تم نے بے صبری سے کھیل بگاڑ دیا۔ تم سے جمال کی یہ ایک بدتمیزی برداشت نہ ہو سکی؟ ـــــ میں نے نجانے کتنی برداشت کی ہیں۔''

''بے ضبط اور برداشت کی آخری حد تک برداشت کیا ہے میں نے اس کمینے ارگھٹیا انسان کو ـــــ لیکن آخری حد بھی تھی۔ اس سے زیادہ برداشت کرنا میری قوت اور غیرت سے باہر تھا۔'' شہزاد کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''کیوں باہر تھا ـــــ اب اپنی غلطی چھپانے کے لئے تم۔''

لیکن شہزاد نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''فضول بکواس مت کرو ـــــ جو میں نے برداشت کیا ہے تم نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں، میری جگہ تم ہوتے تو تم برداشت بھی نہ کرتے جتنا میں نے کیا ہے ـــــ وہ ذلیل انسان جس کے لئے کوئی رشتہ قابلِ احترام نہیں، جس کو بہن جیسی سالی پر رحم نہیں آتا، اُس پر رحم کرنا، معاف کرنا اور اس کی حرکتوں کو برداشت کرنا مجھ جیسے انسان کے بس سے باہر ہے۔''

''شہزاد سمجھنے کی کوشش کرو ـــــ تمہاری یہ حماقت فرخ کے لئے مزید پریشانی پیدا کر سکتی ہے۔ اب وہ میری ذمہ داری ہے اور تم یہ سب کر کے ـــــ''

''مت نام لو فرخ کا ـــــ اب وہ تمہاری نہیں، میری ذمہ داری ہے۔ بے شک اُسے میری ماں نے جنم نہیں دیا لیکن وہ میری بہن ہے۔ اور سنو، اگر تم کو مجھ پر شک ہے تو تم راستے سے ہٹ جاؤ۔ اب اُس کو میں خود ہی دیکھ لوں گا۔ اس کی موت میرے ہی ہاتھ سے لکھی ہے اور اب میں شپ پر واپس جانے کی بجائے اس کو قتل کر کے جیل جاؤں گا۔ کوئی بھائی اتنا بے غیرت نہیں ہوتا کہ اپنے سامنے بہن کو بے عزت ہوتا دیکھے۔ اب وہ میری بہن ہے ـــــ تمہیں میرے اور اس کے درمیان آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب جمال نے کوئی ایسی حرکت کی تو گولی سے اُڑا دوں گا۔''

''میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔'' اُسامہ نے غصے سے کہا۔

''ہنہ، اجازت ـــــ تمہاری اجازت ـــــ تمہاری اجازت کی ضرورت کس کو ہے؟'' شہزاد نے بے پرواہی سے کندھے اچکائے۔

''شہزاد جذباتی نہ ہو۔ مت بھولو فرخ سے اُس کے بھائی کی جان بچانے کا وعدہ میں نے کیا تھا۔ تم یہ سب کر کے اس کے حق میں اچھا نہیں کر رہے۔''

''میں تمہیں اس کے وعدے سے آزاد کرتا ہوں کہ وہ میری بہن ہے۔ اب میں جانوں یا جمال۔ تم ہٹ جاؤ بیچ سے۔''

''پاگل مت ہو ـــــ بغیر ثبوت کے تم جمال کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ـــــ وہ بہت چالاک آدمی ہے۔ تمہاری کیا حیثیت ہے اس کے سامنے؟''

''مجھے ضرورت ہی کیا ہے ثبوت حاصل کرنے کی ـــــ اب تو میں نے اس کو کندھے پر گولی ماری ہے اور اگر پھر بھی اس نے ایسی کمینی حرکت کی تو میں اُس کا قصہ ہی تمام کر دوں گا ـــــ خود چاہے پھانسی پر چڑھ جاؤں۔ اب مجھے پرواہ نہیں۔ باقی تم میری حیثیت کی بات کرتے ہو تو یہ وقت ہی ثابت کرے گا کہ کون کیا ہے؟''

''مگر شہزاد اس طرح، پلیز ـــــ'' اُسامہ نرم پڑ گیا اُس کا غصہ دیکھ کر۔

''اگر مگر کچھ نہیں ـــــ تم مجھے آفتاب ہاؤس چھوڑ دو گے یا میں پیدل چلا جاؤں؟'' شہزاد نے خشک لہجے میں پوچھا۔ وہ مزید باتیں کرنے یا سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔

اُسامہ کا جی چاہا، کہہ دے۔ ''جہنم میں جاؤ۔'' مگر ضبط کا دامن پکڑتے ہوئے بولا۔ ''بیٹھو۔'' اور شہزاد اور اسامہ ہٹا کر بیٹھ گیا ـــــ پھر جیسے ہی اُسامہ نے آفتاب ہاؤس کے باہر گاڑی روکی شہزاد کوئی بات کیے بغیر باہر نکلا اور جلدی سے گیٹ کی کھڑکی پار کر گیا اور اُسامہ مارے غصے کے آگے بڑھ گیا۔ وہ شہزاد کے رویے سے بہت پریشان تھا۔

شہزاد سیدھا آفتاب کے کمرے میں آیا تو وہاں نہ صرف حور اور فرخ بلکہ فرخ کی باجی بھی موجود تھیں اور ان کا بیٹا بھی۔ شہزاد کو دیکھتے ہی حور نے غصے سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''کہاں گئے تھے تم؟''

''وہ جی ـــــ بس چونکہ اُسامہ صاحب بلانے آ گئے تو جانا پڑا۔''

''کیوں جانا پڑا؟ ـــــ تم آفتاب کے ملازم ہو اُسامہ کے نہیں ـــــ اور یہ اُسامہ کون ہے؟'' حور سخت غصے میں تھی۔

''جی میرے پہلے صاحب جی ہیں ـــــ ان کے گھر میرے ابا جی گاؤں سے آئے تھے۔ وہ مجھ سے ملنا چاہتے تھے اس لئے اُسامہ صاحب مجھے آ کر لے گئے کہ ابا جی کو واپس گاؤں بھیجنا تھا۔'' شہزاد نے وضاحت کی۔

''وہ آئے اور تم فوراً منہ اٹھا کر چل دیئے ـــــ بتا کر نہیں جا سکتے تھے؟'' حور کا غصہ ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ فرخ پاس ہی خاموش کھڑی تھی۔

''بس جی یہ غلطی ہو گئی کہ آپ کو بتا نہ سکا۔ معاف کر دیں جی۔'' اس نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیئے کہ بات جلد ختم ہو جائے۔

''بھابی! پلیز اب جانے دیں نا۔ معافی مانگ رہا ہے بے چارہ۔'' فرخ نے کہا۔

''ٹھیک ہے ـــــ ٹھیک ہے ـــــ آئندہ جانا ہو تو بتا کر جانا۔'' حور نے کہا، پھر گل کو دیکھنے لگی جو کسی گہری سوچ میں گم تھی مگر چہرے پر دکھ یا پریشانی ہرگز نہیں تھی۔ اُس کا چہرہ ایک دم سپاٹ تھا۔ پتہ نہیں اُس کو جمال کے گولی لگنے کا سن کر خوشی ہوئی تھی یا دکھ۔ بس وہ اس وقت سے سوچے جا رہی تھی۔ حور کچھ دیر نند کے سپاٹ چہرے کو دیکھتی رہی۔

''آپا! آپ پریشان نہ ہوں ـــــ میں نے کلینک فون کیا تھا۔ ڈاکٹرز نے بتایا ہے کہ گولی صرف گوشت میں لگی تھی، ہڈی کو نہیں۔ اس لئے فکر کی کوئی بات نہیں۔ وہ جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔'' حور گل کو تسلی دیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''میں پریشان نہیں ہوں حور بھابی! لیکن یہ سوچنے کی بات ہے، یہاں اس گھر میں ان پر گولی کون چلا سکتا ہے؟'' گل نے کہا اور دل میں سوچا کاش گولی چلانے والا کاندھے کی بجائے سر کا نشانہ لیتا تو میری مشکل بھی ختم ہوتی۔ لیکن اب تو۔

''اس کا پتہ بھی چل جائے گا۔'' حور نے جیسے اپنے آپ سے کہا۔

اتنے میں فون کی بیل ہوئی۔ فرخ نے ریسیور اٹھایا اور شہزاد نے دیکھا اُس کا رنگ ایک دم زرد ہو گیا تھا۔ شاید دوسری طرف جمال تھا۔ وہ کچھ دیر جی، جی کرتی رہی۔ پھر ریسیور رکھ کر حور سے کہا۔

''جمال بھائی کا فون تھا ـــــ وہ ادھر ہی آ رہے ہیں ـــــ کہہ رہے تھے میرے لئے کمرہ سیٹ کروا دیں۔''

حور کے ماتھے پر بل پڑ گئے مگر بظاہر اُس نے گل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ابھی صاف کروا دیتی ہوں ان کے لئے کمرہ۔'' اور باہر نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی فرخ نے گل سے کہا۔

''آپا! آپ بھی آرام کریں ـــــ ساری رات پریشان گزری ہے۔''

''یہاں ساری زندگی پریشانی کی نذر ہو چکی ہے منّی! تم ایک رات کی بات کرتی ہو۔ میں یہیں ٹھیک ہوں۔'' اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

''پلیز آپا! تھوڑی دیر آرام کر لیں۔'' فرخ نے پیار سے کہا اور وہ بیٹے کو لئے اُٹھ گئی۔ اُس کے کمرے سے نکلتے فرخ نے شہزاد کو دیکھا۔ وہ بھی پریشان لگ رہا تھا۔ فرخ نے پوچھا۔

''آپ ان کے ساتھ کہاں گئے تھے بھائی جان؟''

''سمندر پر۔'' شہزاد نے نارمل ہوتے ہوئے کہا۔

''آپ نے ان کو سب کچھ بتا دیا ہے نا؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

"ہاں، بتا دیا ہے۔" شہزاد نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کیا کہہ رہے تھے وہ؟" فرخ نے پوچھا۔

"کہتے تھے بہت اچھا کیا۔ اور یہ کہا کہ کاندھے کی بجائے سر میں گولی مارنی چاہیے تھی۔" شہزاد نے جل کر کہا۔

"میں جانتی تھی وہ یہی کہیں گے   وہ بہت اچھے ہیں۔ میرے لئے بہت پریشان رہتے ہیں۔ سوچتی ہوں ان کے احسانوں کا بدلہ کیسے چکاؤں گی؟" فرخ محبت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"وہ بہت کمینہ ہے۔" شہزاد نے دل میں کہا منہ سے کچھ نہ بولا۔

"بھائی جان! وہ اندر کیوں نہیں آئے؟" فرخ شاید اُس کے بارے میں مزید سننا چاہتی تھی۔

"جلدی میں تھا   " شہزاد نے بیزاری سے کہا، پھر پوچھا۔

"کیا کہہ رہا تھا جمال سائیں؟"

"کہہ رہے تھے میں اچھی طرح جانتا ہوں تمہارے اس حمایتی کو جس نے مجھ پر گولی چلائی ہے ـــــ مجھے ٹھیک ہو لینے دو، پھر دیکھتا ہوں تمہیں بھی اور تمہارے اس ہمدرد کو بھی۔"

"اس کا مطلب ہے وہ مجھ پر شک کر رہا ہے۔" شہزاد نے سوچتے ہوئے کہا۔

"پتہ نہیں ـــــ لیکن اگر ایسا ہو تو آپ کیا کریں گے؟ وہ تو اب یہاں پہنچنے والے ہی ہوں گے۔" فرخ خوفزدہ ہو گئی۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا ـــــ وقت آنے پر دیکھا جائے گا۔" شہزاد نے لاپرواہی سے فرخ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تب ہی ملازمہ نے جمال کے آنے کی اطلاع دی۔ فرخ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ شہزاد نے غور سے اسے دیکھا پھر اس کے قریب آیا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پورے اعتماد سے بولا۔

"فرخ! اب تمہیں ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میں ہوں نا یہاں اس گھر میں ـــــ وہ تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا اور اس گھر سے باہر جانے کی اب میں خود تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔ اب جاؤ جمال کے پاس مگر گھبرانا نہیں ـــــ میں کسی لمحے بھی تم سے دور نہیں رہوں گا میری پیاری بہن! اب تم اس وقت تک میری ذمہ داری ہو جب تک آفتاب ٹھیک نہیں ہو جاتا ـــــ اب تمہیں کچھ کہنے سے پہلے جمال کو میری لاش پر سے گزرنا ہوگا۔ میرے جیتے جی وہ تمہیں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔"

"جی ـــــ" فرخ آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے ہوئے باہر نکل گئی اور شہزاد اسامہ کے بارے میں سوچنے لگا جو خفا ہو گیا تھا۔

"جہنم میں جائے ـــــ" اس نے سر جھٹکا اور جمال کے بارے میں سوچنے لگا۔ ویسے وہ حیران تھا کہ جبار نے ڈاکٹر کی رپورٹ اب تک اسے کیوں نہیں دی۔

***

شہزاد کو چھوڑ کر اسامہ سیدھا کلینک آیا تھا۔ جمال نے اس کو دیکھتے ہی پوچھا۔

"کیا بتایا جبار نے ـــــ کچھ پتہ چلا گولی کس نے چلائی تھی؟"

"کچھ پتہ نہیں چلا ـــــ جبار کہہ رہا تھا اس نے سارے ملازموں کو چیک کیا ہے مگر ان میں قاتل کوئی نہیں لگا۔ کہہ رہا تھا سارے ہی بیچارے مسکین لوگ ہیں ـــــ اور اب پریشان ہیں کہ آپ کا عتاب ان پر نازل ہوگا۔ حالانکہ وہ قاتل کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"میں جانتا تھا ان میں سے مجھ پر کوئی چلانے کی کوئی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ باہر سے آیا تھا جو یہ جرأت کر گیا ـــــ لیکن یہ جرأت اس کو کسی دوسرے نے دی تھی اور اب اس جرأت دینے والے کا انجام قریب ہے۔" وہ دانت پیس رہا تھا۔

"کیا مطلب ـــــ؟" اسامہ کو پھر شہزاد کا خیال آیا۔

"مطلب بھی تمہیں بتانے والا نہیں۔ چلو، مجھے آفتاب ہاؤس چھوڑ دو۔ اگر فرخ وہاں رہے گی تو میں بھی ادھر رہوں گا کہ اس کی جدائی مجھے پاگل کر دے گی۔"

"جی ـــــ" اسامہ نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ اس کی وجہ سے اس نے فرخ کو آفتاب ہاؤس میں رہنے کو کہا تھا اور اب وہ بھی ادھر ہی جا رہا تھا۔

"چلو اٹھو ـــــ" جمال کھڑا ہو گیا تو اسامہ کو بھی اٹھنا پڑا۔ لیکن دل میں وہ بہت پریشان تھا۔ ایک تو شہزاد کی وجہ سے، دوسرا فرخ کی وجہ سے کہ جمال پھر وہاں جا رہا تھا اور ابھی تک وہ ڈاکٹر سے رپورٹ لینے بھی نہ جا سکا تھا۔ جبار کو نجانے کیا کام تھا جو یہ کام اسامہ پر چھوڑ گیا تھا۔

وہ جمال کے ساتھ گھر کے اندر تک آیا تھا تاکہ فرخ کو ایک نظر دیکھتا چلے ـــــ جمال کے استقبال کے لئے حور اور گل اس کے کمرے میں موجود تھیں جہاں ملازمہ ان کو لے کر آئی تھی۔ اسامہ نے ان دونوں کو دیکھتے ہی سلام کیا جبکہ جمال خاموشی سے بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔

"یہ سب کیسے ہوا؟" جمال نے کھڑے کھڑے پوچھا جبکہ حور چپ تھی۔

"اپنی بھابی سے پوچھو ـــــ یہ گھر اس کا ہے۔" جمال نے ناگواری سے گل کو دیکھتے ہوئے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"بے شک گھر میرا ہے ـــــ مگر یہاں رکھے گئے تمام ملازموں کا انتخاب آپ ہی نے کر رکھا ہے۔" حور نے ناگواری سے کہا۔

گل نے ایک نظر بھابی کو دیکھا پھر باہر نکل گئی۔ جمال نے اس کو روکنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی تاہم گل کے باہر نکلتے ہی اس نے دانت پیستے ہوئے حور سے کہا۔

"میں سب جانتا ہوں تمہاری ان چالوں کو۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" حور نے غصے سے کہا۔

"مطلب تو صاف ہے ـــــ مجھ پر گولی تم نے چلائی ہے۔" جمال نے اسامہ کی پرواہ کئے بغیر کہہ دیا۔

"میں نے؟" حور حیرت سے بولی۔

"تم نے نہ سہی لیکن تمہارے کہنے پر ہی یہ فریضہ انجام دیا گیا ہے اور تم مجھے اچھی طرح جانتی ہو، میں معاف نہیں کرتا۔ میری لغت میں معافی کا لفظ ہے ہی نہیں۔"

"اور آپ بھی مجھے اچھی طرح جانتے ہیں جمال صاحب! گولی اگر میں چلاتی یا میرے کہنے پر کوئی اور تو میرا نشانہ آپ کا کندھا نہیں سر ہوتا۔" حور نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"واٹ ـــــ؟" جمال نے زور سے چیختے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی جیسے حور کو مارنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اسامہ نے جلدی سے جمال کو پکڑا اور گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ بھی کمال کرتے ہیں جمال صاحب! ابھی آپ کا زخم   "

"میرے زخم کی پرواہ مت کرو ـــــ آج مجھے کھل کر اس کمینی سے بات کرنے دو۔" وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔

"جمال صاحب! منہ سنبھال کر بات کریں ـــــ میں اس گھر کی بہو ہوں۔ میرے احترام کا خیال رکھیں۔ مالک ہوں میں یہاں کی۔" حور نے اس کو مزید جلانے کے لئے کہا۔ جمال نے پہلے اس کو کچھ کہنا چاہا پھر نجانے کیا سوچ کر اسامہ کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

"تم جاؤ اسامہ! آج بات ہو ہی جائے تو اچھا ہے۔"

"کیسی بات ـــــ؟ تم کون سی بات کرنے کا حق رکھتے ہو؟ اور پھر میرے پاس فضول باتوں کے لئے وقت نہیں۔" حور خاصی برہم ہو رہی تھی۔

"جی بہتر۔" اسامہ باہر نکل گیا۔ تاہم باہر نکلتے ہوئے اس نے دیکھا حور بھی اندرونی دروازہ کھول کر نکل گئی تھی۔ مگر وہ رکا نہیں۔ باہر نکلا تو فرخ سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ شاید اس نے ساری باتیں سن لی تھیں۔ اس کے ساتھ شہزاد بھی تھا۔ اسامہ نے اس کو دیکھتے ہی کہا۔

"فرخ! اس وقت وہ بہت غصے میں ہے۔ ابھی تم اس کے پاس مت جانا۔"

"جی ـــــ" فرخ نے خوف بھری نظروں سے اسامہ کو دیکھا۔

"تم جاؤ فرخ! ـــــ نہ جانے پروہ پتہ نہیں اور کتنے غصے میں آ جائے گا۔" شہزاد نے اسامہ کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"شہزاد! پاگل پن کی باتیں مت کرو ـــــ وہ اس وقت غصے سے بے قابو ہو رہا ہے۔ مجھے یقین ہے اب وہ یہ غصہ فرخ پر اتارنے کی کوشش کرے گا۔" اسامہ نے کہا تو شہزاد بجائے اس کو جواب دینے کے فرخ سے بولا۔

"تم جاؤ اندر ـــــ میں یہیں ہوں۔ سب دیکھ لوں گا۔"

"جی۔" فرخ نے جانے کے لئے قدم اٹھایا تو اسامہ نے اسے پکڑ لیا۔

"نہیں فرخ! تم اندر نہیں جاؤ گی۔"

فرخ نے حیرت سے پہلے اسامہ کو دیکھا پھر اپنے بازو کو اور چہرہ سرخ ہو گیا۔

"چھوڑو۔" شہزاد نے اسامہ کا ہاتھ ہٹایا پھر فرخ سے کہا۔

"اب تم جاؤ   " وہ وہ حیرت سے کبھی اسامہ اور کبھی شہزاد کو دیکھتے ہوئے اندر چلی گئی تو شہزاد نے اسامہ کو دیکھا تو اس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ تھی۔

"میری طرف سے جہنم میں جاؤ۔" اسامہ دانت پیستے ہوئے باہر نکلتا چلا گیا اور شہزاد کے ہونٹوں کی گہری مسکراہٹ شرارت آمیز مسکراہٹ میں بدل گئی۔ پھر وہ خود بھی جمال کے کمرے میں داخل ہوا۔

اُسامہ آفتاب ہاؤس سے نکلا تو سخت غصے میں تھا۔ گاڑی کے قریب رک کر اس نے سوچا اب کیا کرے؟ شہزاد تو پوری طرح کھیل بگاڑنے پر تلا ہوا ہے   جبکہ جمال اور جمیل   یہ سب چکر تو لمبے لگتے ہیں۔ اب مجھے کیا کرنا ہوگا؟   ڈاکٹر ہاسپٹل سے جا چکا ہوگا اور کلینک کا مجھے پتہ نہیں پھر   جمال سے ملتا ہوں تاکہ وہی شہزاد کو سمجھائے   کمینہ، کتنا بدلا بدلا لگنے لگا ہے   !

یہ سوچتے ہی وہ گاڑی میں بیٹھا اور چند منٹ بعد وہ جبار کے گیٹ پر موجود تھا۔ اُس نے کال بیل بجائی تو چند لمحوں بعد جبار کے والد اس کے سامنے تھے۔ وہ خاصے گھبرائے ہوئے تھے اُسامہ کو دیکھتے ہی بولے۔

''شکر ہے تم خود ہی آگئے بیٹا!   ورنہ میں تو تمہارے ہاں فون کرتے کرتے تھک چکا ہوں۔''

''کیا ہوا انکل   خیریت تو ہے نا؟''

''ارے بیٹا! جبار کا کچھ پتہ نہیں۔ کل سے غائب ہے۔''

''کل سے غائب ہے؟'' اُسامہ نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں ـــــ کل رات وہ گھر نہیں آیا جبکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کی والدہ کی طبیعت چند دنوں سے کچھ زیادہ ہی خراب ہے۔''

جبار کے والد کچھ زیادہ ہی پریشان لگ رہے تھے۔ پریشان تو خود اُسامہ بھی ہو گیا تھا کہ جبار نے اپنے غائب ہونے کے بارے میں اُس کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا۔

''تمہیں کچھ معلوم ہے اس کے بارے میں؟'' وہ پوچھ رہے تھے۔

''نہیں انکل! لیکن میں معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں شہزاد سے۔''

''شہزاد تو خود چند روز سے غائب ہے   اشرف صاحب اور ان کی بیگم سخت پریشان ہیں۔''

''جی، پھر میں دیکھتا ہوں۔'' اُسامہ گاڑی کی طرف بڑھا تو جبار کے والد بولے۔

''ارے بیٹا! میں نے تمہیں پریشانی میں اندر آنے کو بھی نہیں کہا۔ آؤ، اندر آؤ۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ـــــ میں ذرا اُس کا پتہ کرتا ہوں۔''

''جیسے ہی کچھ معلوم ہو، اطلاع کرنا۔''

''جی ضرور ـــــ'' کہتے ہوئے وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ پھر ایک پبلک فون بوتھ سے شہزاد کو فون کیا۔ ریسیو حور نے کیا تھا۔ اُسامہ نے کہا۔

''پلیز، ذرا   کبر کو بلا دیں۔''

''وہ گھر پر نہیں۔ آپ کون ہیں؟''

اُسامہ نے جواب دیے بغیر فون بند کر دیا اور سید حا خالد کے پاس گیا مگر وہاں سے بھی کچھ پتہ نہ چل سکا تو جہاں جہاں جبار مل سکتا تھا وہاں اُسامہ گیا مگر جبار کا کوئی سراغ نہ ملا ـــــ رات گئے وہ گھر آنے کی بجائے آفتاب ہاؤس آیا اور چوکیدار سے کہہ کر شہزاد کو بلایا۔

''جی ـــــ'' شہزاد نے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''جبار کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟'' اُسامہ نے آہستہ سے پوچھا۔

''میں سمجھا نہیں۔'' شہزاد نے سوالیہ انداز میں اس کو دیکھا۔

''جبار کل سے غائب ہے ـــــ اور اس کی والدہ کی طبیعت سخت خراب ہے۔''

''اوہ ـــــ مجھے کچھ پتہ نہیں۔'' شہزاد نے کہا اور واپس مڑ گیا اور اُسامہ پھر جبار کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب کے دروازہ جبار کے کسی کزن نے کھولا تھا۔ اُسامہ اس کے ساتھ اندر آیا تو کافی مہمان وغیرہ نظر آئے۔ فرحینہ سے معلوم ہوا کہ ساری بہنیں امی کی بیماری کی وجہ سے آئی ہوئی ہیں۔ پھر اس نے جبار کا پوچھا تو اُسامہ نے کہا۔

''ابھی کچھ پتہ نہیں چلا۔ مگر وہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہوگا۔ یہ بتاؤ انکل کہاں ہیں؟''

''وہ بھی ابھی باہر گئے ہیں۔''

''اچھا، میں چلتا ہوں ـــــ میری طرف سے آنٹی کو پوچھنا۔''

''آپ خود پوچھ لیں۔''

''نہیں بھئی، مہمان آئے بیٹھے ہیں ـــــ تم پوچھ لینا۔'' پھر وہ باہر نکل آیا۔

رات گئے وہ گھر آیا اور تھکن سے چور بستر پر گر گیا مگر نیند آنکھوں سے غائب تھی۔ وہ سخت پریشان تھا کہ جبار گیا تو گیا کہاں؟ کل اس نے کہا تھا اب کچھ کام تم خود بھی دیکھو، میں جمال کے پرانے گھر سے جو لالو کھیت میں تھا اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

اب اُسامہ سوچ رہا تھا، لالو کھیت کراچی سے باہر تو نہ تھا۔ وہاں گیا ہوتا تو وہاں وہ رک نہ سکتا تھا ـــــ اب اگر خدانخواستہ اس کی امی کو کچھ ہو گیا تو پھر   اور شہزاد کہتا تھا میں نے گھر میں ایک ضروری کام کا کہہ دیا ہے۔ پھر اس کی امی ـــــ اُف، اس بار تو چھٹی آنا ہی عذاب بن گیا مگر ـــــ

اس عذاب میں جب لالہ رخ کا خیال آیا تو نجانے کب نیند بھی آگئی۔

صبح کو وہ ابھی سو رہا تھا جب فون کی بیل نے جاگنے پر مجبور کر دیا۔ اُسامہ نے لیٹے لیٹے ریسیور اٹھایا اور جبار کی آواز سن کر فوراً اٹھ بیٹھا۔

''تم ـــــ تم کہاں سے بول رہے ہو؟'' اُسامہ نے غصے بھرے لہجے میں کہا۔

''جمال کی صحبت کا ٹھیک ٹھیک اثر ہو رہا ہے تم پر۔'' جبار نے شوخی سے کہا۔

''میں پوچھتا ہوں بول کہاں سے رہے ہو؟'' اُسامہ نے غصے سے پوچھا۔

''جہاں سے سارے لوگ بولتے ہیں ـــــ یعنی منہ سے۔'' وہ شاید تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔

''جبار!'' اُسامہ نے تنبیہی لہجے میں پکارا۔

''اچھا، تمہارا مطلب اگر جگہ سے ہے تو اس وقت اپنے گھر سے بول رہا ہوں۔'' جبار نے ہنستے ہوئے کہا۔

''دو دن کہاں رہے؟''

''دو دن نہیں، ڈیڑھ دن کہو ـــــ پنڈ دادن خان گیا ہوا تھا۔''

''کیوں ـــــ؟'' اُسامہ نے پوچھا۔

''کام تھا پیارے۔''

''بتا کر نہیں جا سکتے تھے؟''

''بتایا تو تھا کہ میں جمال کے ماضی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش میں ہوں۔''

''وہ جو تم نے لالو کھیت کا کہا تھا۔''

''وہاں سے کچھ خاص معلوم نہ ہو سکا تھا۔''

''ہوں ـــــ پھر کیا معلوم کیا؟''

''بہت کچھ ـــــ سنسنی خیز انکشافات۔ تم حیران رہ جاؤ گے۔ لیکن یہ باتیں فون پر کرنے والی نہیں ہیں ـــــ تم سناؤ ڈاکٹر کی رپورٹ کیا رہی بلڈ اور یورین کے بارے میں؟''

''میں ادھر جا ہی نہیں سکا ـــــ کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی۔ پھر جب وقت ملا تو ہاسپٹل بند ہو چکا تھا۔''

''کلینک جاتے پیر دکھتے تھے تمہارے؟''

''کلینک کا مجھے معلوم ہی نہیں کہاں ہے۔'' اُسامہ نے مجبوری بتائی۔

''عقل استعمال کرتے تو ہاسپٹل سے ایڈریس مل سکتا تھا۔''

''خیر، اب میری طرف کب آ رہے ہو؟''

''تم کیوں نہیں آجاتے؟ امی کی طبیعت ٹھیک نہیں اور پھر باجیاں بھی آئی ہوئی ہیں۔ کچھ دوسرے مہمان بھی ہیں۔ تم ہی چلے آؤ۔''

''او کے   ابھی آتا ہوں۔ ناشتہ تمہارے ساتھ کروں گا۔''

''بس تو پھر چلے آؤ۔'' ڈاکٹر نے کہا اور فون بند کر دیا اور اُسامہ بھی جلدی سے اٹھ گیا۔

جبار نے اُس کا استقبال دروازے پر کیا اور سیدھا اپنے کمرے میں گیا۔ اُسامہ نے بیٹھتے ہی جبار کی امی کی طبیعت کا پوچھا۔

''بس یار کبھی یک دم اچھی ہو جاتی ہے اور کبھی زیادہ خراب۔ کل سے سخت خراب ہے'' فرحینہ کو ناشتہ لاتے دیکھ کر وہ چپ ہو گیا۔ فرحینہ نے اُسامہ کو سلام کیا پھر ناشتہ رکھ کر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی دونوں ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ فارغ ہوتے ہی جبار بولا۔

''اب سناؤ۔''

''میں یا تم؟ خبر سنانے کے لئے میرے پاس بھی بہت کچھ ہے۔''

یہ ہمہ اُسامہ نے جمال پر گولی چلانے، شہزاد کو سرزنش کرنے اور اس کے ناراض ہونے تک ساری بات بتا دی۔

''میرا خیال ہے شہزاد نے بہت سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھایا ہو گا انجام کو وہ خود بھی جانتا ہو گا۔ باقی اگر اُس نے فرخ کو اپنی ذمہ داری کہا ہے تو میں نے تمہیں پہلے ہی بتایا تھا وہ فرخ کے لئے بہت جذباتی ہو رہا ہے۔ اب تم ہی ضبط کرنا ورنہ ــــــ''

''میں کہاں تک صبط کروں ــــــ وہ مجھ سے سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتا۔ رات میں نے فرخ کو اندر جانے سے منع کیا مگر اس نے میری ضد میں اس کو اندر بھیج دیا۔ حالانکہ اس وقت ــــــ''

''بچے نہ بنو اُسامہ! وہ تمہارا دوست ہے ــــــ فرخ تمہاری دریافت تھی یا ہے، وہ جو کچھ بھی کرے گا تمہارے لئے کرے گا۔ فرخ کو بہن کہتا ہے تو یہ بات بھی اچھی طرح سمجھتا ہے کہ وہ تمہاری محبت ہے اور وہ تمہاری محبت کی حفاظت کے لئے وہاں موجود ہے۔''

''ٹھیک ہے ــــــ وہ جو چاہے کرے، میں اب اس کو نہیں روکوں گا۔ لیکن ایک بات تم میری کان کھول کر سن لو، جمال اور حور ایک دوسرے کے گھرے دشمن لگتے ہیں میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا وہ جس لہجے میں بات کرتی ہے وہ اداکاری ہرگز نہیں۔ اب بھی کہتا ہوں حور جمال کی ساتھی نہیں ہو سکتی۔''

''فضول باتیں نہ کرو ــــــ جمال ہی کی ساتھی ہے اور بہت گہری ساتھی۔''

''خیر، اس پر بحث بعد میں ہو گی ــــــ تم بتاؤ، لالوکھیت اور پنڈ دادن خان کیا لینے گئے تھے؟ اور اگر جانا ضروری ہی تھا تو بتا کر جاتے۔''

''بس یار ایک تو وقت کم تھا، دوسرے مجھے امید تھی کل صبح تک آ جاؤں گا مگر وہاں جس آدمی سے مجھے ملنا تھا وہ کہیں اور گیا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے دیر ہو گئی۔''

''اچھا یہ بتاؤ کیا پتہ چلا؟''

''بہت خاص ــــــ میں شہزاد کی معرفت جمال کی تصویر لے کر لالوکھیت گیا۔ سارا دن ضائع کرنے کے بعد مجھے اس جگہ کا پتہ چلا جہاں جمال اپنی خالہ اور کزن کے ساتھ رہتا تھا ــــــ وہاں سے کچھ خاص پتہ نہ چل سکا سوائے اس کے کہ وہ لوگ بہت پہلے مکان بیچ گئے تھے۔ تاہم جب میں واپس آ رہا تھا تو کزن کی والدہ کی ایک سہیلی مل گئی۔ اس نے بتایا جمال کی خالہ پنڈ دادن خان میں اپنے ایک رشتے دار کے پاس رہتی ہیں۔ کیونکہ جمال کے بعد ان کی بیٹی نے بھی اپنی پسند کی شادی کر لی تھی۔ وہیں سے پتہ حاصل کر کے میں سیدھا چلا گیا مگر جمال کی خالہ وہاں سے کہیں اور گئی ہوئی تھیں۔ خیر ان کی واپسی ہوئی تو میں نے بتایا۔ میں جمال کا دوست ہوں اور آپ سے ان کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں ــــــ انہوں نے کچھ بھی بتانے سے انکار کر دیا۔ جب میں نے ان کی بیٹی کنیز کا پوچھا تب بھی چپ رہیں۔ بہت پوچھنے پر انہوں نے اتنا ہی بتایا کہ وہ بھی شادی کر کے اپنا گھر بسا چکی ہے۔ خیر وہاں سے مایوس ہو کر جب میں اٹھ رہا تھا تو ان کے کمرے میں لگی ان کی بیٹی کی تصویر پر نظر پڑ گئی اور مجھے یقین نہ آیا کہ یہ ان کی بیٹی ہے۔ تاہم میں نے پوچھ ہی لیا اس تصویر کے بارے میں اور انہوں نے بتایا کہ یہ ان کی بیٹی اور داماد کی تصویر ہے ــــــ جانتے ہو وہ تصویر کس کی تھی؟'' جبار نے پوچھا۔

''نہیں ــــــ تم ہی بتا دو۔''

''وہ تصویر حور اور آفتاب کی تھی۔''

''نہیں ــــــ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟'' اُسامہ مارے حیرت کے اچھل پڑا۔

''یہ حقیقت ہے ــــــ کنیز ہی حور ہے۔ اور میرا خیال ہے جمال نے کوئی لمبا منصوبہ بنا کر خود گل سے اور کنیز کی شادی آفتاب سے کروائی ہو گی۔ اس لئے وہ دونوں ایک دوسرے کے رازدار ساتھی ہیں۔''

''لیکن جمال تو کہتا ہے کہ آفتاب نے اس کی مرضی کے خلاف اپنی پسند کی شادی کی تھی۔''

''سب بکواس ہے ــــــ یہ سب کچھ جمال کی مرضی سے ہوا ہو گا۔''

''لیکن اب تو وہ دونوں ایک دوسرے سے خفا نظر آتے ہیں۔''

''اُسامہ یار! ــــــ یہ ہو سکتا ہے کچھ اختلاف ہو گیا ہو۔ اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اب جمال اکیلے ہی سارا ہضم کرنا چاہتا ہو اور حور ــــــ''

''اچھا تو میں چلتا ہوں ــــــ تم ذرا شہزاد سے مل لینا۔''

''ٹھیک ہے ــــــ مل لوں گا۔ تم ڈاکٹر سے رپورٹ لے آنا۔ میرا آج ذرا گھر سے نکلنا مشکل ہے۔ امی نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے۔''

''کیوں ــــــ کیا بہت زیادہ بیمار ہیں؟''

''پتہ نہیں، سخت بیمار ہیں یا نہیں ــــــ بہرحال میرے لئے مشکل یہ ہے کہ انہوں نے میری شادی طے کر دی ہے۔''

''یں، شادی ــــــ کس سے؟'' اُسامہ نے حیرت سے پوچھا۔

''میری ماموں زاد سے۔''

''تمہیں پسند ہے کیا؟''

''خیر ناپسند والی تو اس میں کوئی بات نہیں۔''

''پھر مشکل کیا ہو گئی؟''

''مشکل یہ ہے کہ اس جمعہ کو میری شادی ہے۔ آج ہفتہ ہے یعنی چھ دن۔ امی سمجھتی ہیں پتہ نہیں وہ زندہ رہ سکیں نہ رہ سکیں۔ اس لئے میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔''

''تم سے پوچھا نہیں؟''

''نہیں ــــــ یہ فیصلہ کل میری عدم موجودگی میں ہوا ــــــ یہ تو مجھے بہت پہلے ہی سے علم تھا کہ امی حنا کو بہو بنانا چاہتی ہیں۔ مگر یوں اچانک ــــــ جب کہ جمال کی وجہ سے ہم لوگ پہلے ہی مصروف ہیں۔ شادی ہو گی تو میرے لئے ذرا مشکل ہو جائے گی۔''

''چھوڑو یار ــــــ ابھی جمال سے تمہارے لئے بات کی ہی نہیں اور نہ ہی اب کروں گا۔ تم آرام سے شادی کرو۔ کام میں اور شہزاد دیکھ لیں گے۔''

''آرام تو خیر نہیں، مگر یہ شادی تو اب کرنا ہو گی۔'' جبار نے کہا اور اُسامہ اجازت لے کر اٹھ گیا۔



اُسامہ گھر واپس آیا تو بھابی اور بھائی بھی آ چکے تھے اور خاصے ناراض تھے۔ اُسامہ نے بھتیجے بھتیجی کو پیار کرتے ہوئے پوچھا۔

''بھابی! آپ کیسے ہیں، ماموں جان؟''

''بہت شکر ہے، آ گیا تمہیں ان کا؟'' بھابی نے تلخی سے کہا۔ ''ایک فون کرنا تو تمہیں نصیب نہ ہوا اور تمہارے بھائی نے جب بھی فون کیا جواب ملا گھر پر نہیں ہیں ــــــ کہاں ہوتے ہو تم آج کل؟ خوب آوارہ گردی شروع کر رکھی ہے۔'' بھابی شاید سارے دنوں کا غبار نکالنے کے موڈ میں تھیں۔

''سوری بھابی جان! دراصل ایک بہت ضروری کام میں پھنسا ہوا ہوں۔''

''کون سا ضروری کام؟'' بھابی نے ناگواری سے پوچھا تو اُسامہ چپ چاپ اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا ــــــ کہتا بھی تو کیا۔ اب جمال اور فرخ کے بارے میں تو انہیں بتانے سے رہا۔ تاہم اس نے سوچا یہ غلطی مجھ سے ضرور ہوئی جو لاہور فون نہ کیا۔ کم از کم ماموں جان کی طبیعت کا پوچھنے کے لئے فون ضرور کرنا چاہئے تھا ــــــ مگر وقت ہی کہاں تھا میرے پاس ــــــ پہلے شہزاد کمینے نے جمال کو زخمی کر کے مسئلہ پیدا کر دیا، پھر جبار بغیر کچھ بتائے غائب ہو گیا۔ ورنہ شاید لاہور فون کر ہی لیتا ــــــ اور یہ کیا سوچ میں گالیاں داخل ہونے لگیں۔ لعنت ہو مجھ پر۔ یعنی میں بھی ــــــ جبار ٹھیک ہی کہتا ہے جمال کی صحبت کا اثر ہو رہا ہے اور یہ ہونا ہی تھا۔ وہ کمینہ سارا وقت تو گالیاں بکتا ہے۔ کبھی حور کو، کبھی آفتاب کو میں کیا بکواس سوچ رہا ہوں بھابی کی ناراضگی کیسے دور ہو گی؟ میرے خیال میں اصل غصہ تو منگنی نہ ہونے کا ہے۔ اگر میں چلا جاتا تو یہ لوگ بغیر منگنی کے آنے ہی نہ دیتے۔ اونہہ سب ہی کو اپنی پڑی ہے۔ اور یہ امی کیوں نہیں آئیں؟ وہ انہی الٹی پلٹی سوچوں میں گم کچھ دیر بیٹھا رہا پھر ڈاکٹر سے رپورٹ لینے چلا گیا۔

اور رپورٹ وہی تھی جو آفتاب کو پلائے جانے والے ٹانک کے بارے میں تھی۔ یعنی آفتاب بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ اس کو کوئی بیماری نہ تھی۔ اُسامہ ڈاکٹر سے ہی اُلجھ پڑا۔

''سر! بقول آپ کے اگر وہ بالکل ٹھیک ہیں تو پھر نیم مدہوشی کی حالت میں کیوں رہتے ہیں؟ چلتے پھرتے کیوں نہیں؟ بولتے کیوں نہیں؟''

"یہ بات واقعی سوچنے کی ہے مگر رپورٹ یہی ہے جو میں نے تم کو دی ہے۔"

"رپورٹ بدل بھی تو سکتی ہے۔" اُسامہ نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہوئی کہ رپورٹ بدل گئی ہو یہ سب کہانیوں میں ہوتا ہے۔" ڈاکٹر نے ناگواری سے کہا۔ "ویسے تم چاہو تو دوبارہ بلڈ اور یورین معائنہ کے لئے دے سکتے ہو۔ ویسے بہتر یہی ہوگا کہ تم اسے وقت نکال کر ہاسپٹل لاؤ تاکہ اس کی ای سی جی بھی ہو جائے اور الٹرا ساؤنڈ بھی تاکہ ہر چیز کھل کر سامنے آ جائے۔ پھر کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں رہے گی۔"

"جی میں کوشش کروں گا۔" اُسامہ نے کہا اور اجازت لے کر اُٹھ گیا۔ اب اس کا ارادہ جمال کے آفس جانے کا تھا۔

یہ آفس جانا ہی غضب ہوگیا جمال زخمی ہونے کی وجہ سے آفس نہ آیا تھا جبکہ حور اس کی جگہ موجود تھی۔ اُسامہ کو اس نے کچھ اچھی نظروں سے نہ دیکھا تھا شاید اس لئے کہ وہ جمال کا ساتھی تھا۔

"فرمایئے کیسے آنا ہوا؟" حور نے تلخ لہجے میں پوچھا تھا۔

"جمال صاحب کے بارے میں معلوم کرنا تھا زخمی تھے نا۔" اُسامہ نے جلدی سے کہا۔

"زخمی لوگ آفس نہیں آیا کرتے ویسے آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے وہ ابھی زندہ ہیں۔" حور نے زہرخند سے کہا۔

"شکریہ چلتا ہوں۔" اُسامہ نے کہا۔

"شوق سے جایئے۔" کہہ کر حور نے فائل پر نظریں جھکا لیں اور اُسامہ باہر نکل آیا۔

اب وہ بڑی تیزی سے آفتاب ہاؤس جا رہا تھا۔ جیسے ہی وہاں پہنچا اور چوکیدار کو اندر اطلاع کرنے کے لئے کہا تھا تو بولا۔

"صاحب نے آپ کے لئے اجازت دے چھوڑی ہے آپ جاؤ۔" اور اُسامہ گیٹ کی کھلی کھڑکی سے اندر داخل ہوگیا۔ جمال کے کمرے کا اس کو پتہ تھا مگر اس وقت وہ لان میں بیٹھا تھا۔ پاس اس کا بیٹا عرفان اور گل بھی تھے۔ اُسامہ ان کی طرف چلا آیا اور سلام کرتے ہوئے بیٹھ گیا۔

"ایک ضروری کام میں مصروف تھا اس لئے اب پہلے آفس گیا تھا۔ مگر وہاں تو مسز آفتاب بڑے انہماک سے کام دیکھ رہی تھیں۔"

"معلوم ہے وہ کتیا آج صبح سے آفس میں ہے۔" جمال نے نفرت آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ کا زخم اب کیسا ہے؟"

"ٹھیک ہی ہے صبح سے میں خود آفس جاؤں گا۔" پھر اس نے گل کو جانے کا اشارہ کیا۔ اور جب وہ بیٹے کی انگلی پکڑ کر چلی گئی تو اُسامہ سے کہنے لگا۔

"جانتے ہو مجھ پر آفتاب والے پستول سے گولی چلائی گئی ہے۔"

"کیا واقعی؟ پھر تو آپ سب کا شک حور پر درست ہے۔" اُسامہ نے دل ہی دل میں شہزاد کو ایک بار پھر برا بھلا کہتے ہوئے مصنوعی حیرت کا اظہار کیا۔

"ہاں یہ تو ہے۔ لیکن میں کچھ اور بھی سوچ رہا ہوں۔ یہ اکبر کیسا آدمی ہے؟" جمال نے رازداری سے پوچھا۔

"اکبر " اُسامہ نے چونکتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا جمال صاحب!"

"میں سمجھاتا ہوں جس وقت مجھ پر گولی چلائی گئی اس وقت حور گھر پر نہیں تھی۔ باقی ملازمین سرونٹ کوارٹر میں تھے۔ صرف اکبر آفتاب کے کمرے میں موجود تھا جو کے ڈرائنگ روم سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہے۔"

"لیکن جمال صاحب! اکبر کو بھلا کیا ضرورت تھی آپ پر گولی چلانے کی؟"

"یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو مگر یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اس نے حور کے کہنے پر گولی چلائی ہو۔" جمال نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ہوسکتا ہے آپ کا شک درست ہو۔ ویسے میرے خیال میں اکبر ایسی حماقت نہیں کرسکتا۔ وہ اپنی کھال میں مست رہنے والا آدمی ہے تاہم اگر آپ کو اس پر شک ہے تو میں ابھی اس کو بلا کر آپ کے سامنے ہی پوچھتا ہوں۔ اس نے مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔"

"تم اس سے پوچھو ضرور۔ مگر میرے سامنے نہیں۔" جمال نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے جیسے آپ کہیں۔" اُسامہ نے کہا تو جمال نے ملازمہ کو آواز دی کہ وہ اکبر کو بلا کر لائے۔ پھر اچانک کچھ دیر اُسامہ کو بغور دیکھنے کے بعد بولا۔

"اُسامہ! تم اس گھر میں کیا لینے آئے تھے مطلب کس لئے آئے تھے؟"

"آپ کو دیکھنے آیا تھا۔" اُسامہ نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"مجھے دیکھنے تو خیر اب آئے ہو ویسے تمہاری آمد کا اس گھر میں کیا مقصد تھا؟ تم بھول گئے ہو یا حور سے کوئی بہتر ڈیل ہو گئی ہے کہ بہت دنوں سے تم نے حور کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہا۔"

اُسامہ نے سوچا یہ تو واقعی مجھ سے غلطی ہوگئی۔ پھر بات نبھانے کی خاطر بولا۔

"جمال صاحب! آپ ہی کے کام میں اتنا مگن ہوں کہ اپنی ذات کا ہوش نہیں۔ ورنہ میں حور کے حصول کو بھولا نہیں ہوں۔ باقی رہی حور سے بہتر ڈیل کی بات تو میں کسی ایک ہی سے دوستی کرنے کا قائل نہیں ہوں۔"

"گڈ مجھے تمہاری یہ عادت اچھی لگی ہے۔" جمال نے کہا۔ اتنے میں دور سے شہزاد آتا ہوا دکھائی دیا تو جمال بولا۔

"یہاں کچھ مت پوچھنا اپنے ساتھ باہر لے جاؤ ہوسکتا ہے میرے سامنے وہ سچ نہ بولے۔"

"آؤ اکبر! مجھے تم سے ضروری کام ہے۔"

"کہاں؟" شہزاد نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"سمندر پر ذرا چلتے ہیں کھلے میں بات کریں گے۔"

"معاف کیجئے گا بیگم صاحبہ نے اطلاع دیئے بغیر میرے باہر جانے پر پابندی لگا رکھی ہے۔" شہزاد نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا اور اُسامہ سمجھ گیا کہ وہ اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتا۔ مگر وہ چپ رہا کہ جمال کے سامنے کہتا بھی تو کیا۔ مگر جمال خود ہی یہ بات سن کر مارے غصے کے بول پڑا۔

"کیا کہا حور نے منع کر رکھا ہے؟"

"جی صاحب انہوں نے اس دن بڑی سختی سے منع کیا تھا۔ جب ایک دن پہلے اُسامہ صاحب مجھے ساتھ لے گئے تھے۔"

"ہوں تو یہ بات ہے لیکن کیا تم بھول گئے جب میں نے تمہارا انتخاب کیا تھا تو کہا تھا کہ تم صرف میرے ملازم ہو، حور کے نہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے جی پر وہ بھی۔"

"پر وہ کچھ نہیں اب جاؤ۔ اُسامہ کے ساتھ حور سے میں خود بات کرلوں گا۔" جمال نے سخت لہجے میں کہا تو شہزاد اُسامہ کے ساتھ چل دیا۔ باہر آ کر وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے تو اُسامہ نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا جو بڑی لاپرواہی سے کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اُسامہ نے کوئی بات نہیں کی، خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتا رہا۔ پھر مطلوبہ جگہ پہنچتے ہوئے گاڑی روک کر بولا۔

"اب اترو گے بھی یا اٹھا کر اتارنا ہوگا؟"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں مجھے یہاں تک لانے کا سبب بتاؤ۔" شہزاد نے ناگواری سے اُسامہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اس کے تیور دیکھ کر اُسامہ کو غصہ تو بہت آیا مگر ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"جمال کو شک ہے کہ اس رات اس پر گولی تم نے چلائی ہے۔"

"شک کی بنیاد؟" شہزاد نے سامنے دیکھتے ہوئے یوں پوچھا جیسے اُسامہ سے نہیں کسی اور سے پوچھ رہا ہو۔

"وجہ آفتاب کا ریوالور ہے جس کی گولی اس کے بازو سے نکلی ہے اور ظاہر ہے آفتاب خود تو چلانے سے رہا۔ اور حور اُس دن گھر پر موجود نہیں تھی۔ ویسے اس کا خیال ہے کہ تم نے حور کے کہنے پر چلائی ہے۔ اب وہ مجھ سے کہتا ہے کہ میں تم سے پوچھوں کیا واقعی گولی تم نے چلائی ہے؟ اب مجھے بتاؤ میں اسے کیا کہوں؟"

"مجھے نہیں معلوم جو جی میں آئے کہہ دو۔ اور مجھے واپس چھوڑ آؤ۔" شہزاد نے بے دلی سے کہا۔

"کیا یہ کہہ دوں کہ گولی تم نے چلائی ہے؟" اُسامہ کو غصہ ہی تو آ گیا۔

"یہ تم بہتر سمجھتے ہو اب واپس چلو۔" اور اُسامہ نے گاڑی واپسی کے لئے موڑ دی اور کہا۔

"میرا خیال ہے وہ مجھ پر بھی شک کر رہا ہے۔ کہتا تھا کافی دنوں سے تم نے حور کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔"

"تو کہتے رہتے کسی نے منع کیا تھا کہنے سے؟" شہزاد نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

''تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے ۔۔۔ تاہم یہ بتا دوں کہ ڈاکٹر نے رپورٹ اوکے ہی دی ہے۔ کہتا ہے آفتاب کو کوئی بیماری نہیں اور یہ کہ وقت نکال کر اسے ہاسپٹل لانا ہوگا۔ پھر شاید ٹھیک سے کچھ پتہ چل سکے گا۔''

''دیکھوں گا۔'' شہزاد نے کہا تو اُسامہ نے جبار کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔

''وہ جمال کے سلسلے میں پنڈ دادن خان گیا ہوا تھا اور سب سے اہم انکشاف اس نے یہ کیا ہے کہ وہ جمال کی خالہ سے ملنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اور در اصل کنیز ہی حور ہے۔''

''حور ۔۔۔ فرخ کی بھابی؟'' شہزاد نے حیرانگی سے پوچھا۔

''ہاں، جمال کی کزن اور منگیتر ۔۔۔ کنیز ہی فرخ کی بھابی ہے۔''

''لگتا ہے بہت مبہ چکر ہے۔'' شہزاد نے کہا پھر چپ ہو گیا اور گھر آنے تک چپ ہی رہا۔ تاہم جب شہزاد گاڑی سے اتر رہا تھا تب اُسامہ نے کہا۔

''جبار کہہ رہا تھا کہ تمہارے ممی پاپا بہت پریشان ہیں ۔۔۔ تم کچھ بتا کر نہیں گئے کہ کہاں جا رہے ہو۔''

''ممی کی عادت ہے پریشان ہونے کی ۔۔۔ ویسے میں ان کو روز فون کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ اتر گیا۔

اُسامہ نے انجن بند کیا اور خود بھی اس کے پیچھے آیا۔ اونچے برآمدے میں حور بے تابی سے ٹہل رہی تھی۔ شہزاد کو دیکھ کر کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اُسامہ پر نظر پڑ گئی اور وہ کمرے میں چلی گئی۔ جب ملازمہ سے پوچھ کر جمال کے کمرے میں آیا تو وہ سخت غصے میں تھا اور کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اُسامہ سمجھ گیا کہ حور سے سامنا ہو چکا ہے مگر فائدہ۔ یہ سب ڈرامہ تھا۔ اُسامہ کو دیکھتے ہی جمال نے کہا۔

''کیا کچھ معلوم ہوا کبیر سے؟''

''کچھ خاص نہیں ۔۔۔ کہتا ہے وہ تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ ایسا آدمی ہے ہی نہیں۔''

''تمہارے خیال میں وہ سچ کہہ رہا ہے؟''

''جی ۔۔۔ سو فیصد سچ کہہ رہا تھا۔ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا وہ میرے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا۔'' اُسامہ نے صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔

''تو پھر وہ کون ہو سکتا ہے؟ ۔۔۔ خیر میرے آدمی معلوم کر ہی لیں گے۔ اس وقت مسئلہ حور کا ہے۔ وہ پھر بک بک کر کے گئی ہے کہ باہر جانے کے انتظامات مکمل کرو۔''

''پھر آپ نے کیا سوچا ہے؟''

''میں بھی آفتاب کو مارنا تو نہیں چاہتا مگر اب دیر کرنا فضول ہوگا ۔۔۔ مجھے اب یہ کام کر ہی دینا چاہئے۔ مگر کیسے؟'' وہ سوچنے والے انداز میں پوچھنے لگا۔ اُسامہ چپ ہی رہا تو جمال نے کہا۔

''اُسامہ! کیا تم حور کو حاصل کرنا نہیں چاہتے؟''

''حور کو جلد از جلد حاصل کرنا میری اولین خواہش ہے۔'' اُسامہ نے پورے جوش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''تو پھر کچھ سوچو تم ہی۔''

''کیا سوچوں ۔۔۔ آپ نے یہ تک تو بتایا نہیں کہ آفتاب کی یہ حالت آپ نے کس طریقے سے بنا رکھی ہے۔ تاہم آپ کی مدد اور حور کے حصول کے لئے میں ضرور کچھ کروں گا۔'' اُسامہ نے یہ سوچ کر کہا کہ اگر اس کو شہزاد یا اس پر کچھ شک ہے بھی تو زائل ہو جائے۔

''آفتاب کی حالت۔'' جمال نے کہا اور ہنس دیا۔

''لگتا ہے آپ آفتاب کے سلسلے میں مجھ پر اعتبار نہیں کرتے۔'' اُسامہ نے موقع دیکھ کر شکوہ بھی کر ڈالا۔

''یہ بات نہیں اُسامہ ۔۔۔ اعتبار تو میں کرتا ہوں مگر ہر بات کے لئے مناسب موقع کا انتظار بھی کرنا پڑتا ہے۔ اب دیکھو یہ وہی آفتاب ہے جس نے پہلی بار مجھے دیکھ کر یوں نظر انداز کیا تھا جیسے میں اس دنیا کی سب سے غیر اہم چیز ہوں۔ اب دیکھو وہ کس حالت میں ہے ۔۔۔ اپنے دشمنوں کو میں معاف نہیں کیا کرتا۔''

''کرنا بھی نہیں چاہئے۔'' اُسامہ نے اس کو خوش کرنے کے لئے کہا اور دل میں سوچا، کمینے انسان! تم دوستوں کو بھی معاف نہیں کرتے۔ ہاں، ملک نے تم سے دوستی ہی تو کی تھی۔ اس کا صلہ تم نے کون سی نیکی کی صورت میں دیا ۔۔۔ سانپ کی دوستی اس کی دشمنی سے بھی بری ہوتی ہے کہ انسان سانپ کو دشمن سمجھ کر احتیاط کرتا ہے ۔۔۔ مگر جو اس کو دوست بنا کر لاپرواہ ہوتا ہے وہ اسے زیادہ اچھے طریقے سے ڈستا ہے اور تم بھی انسان نہیں سانپ ہو ۔۔۔ سانپ کی اولاد سنپولیے۔''

''تمہارے خیالات بہت حد تک مجھ سے ملتے ہیں ۔۔۔ اس لئے میں تم پر اعتبار کر لیتا ہوں۔'' جمال نے گویا تعریف کی۔

''شکریہ ۔۔۔ مگر اس کے باوجود آفتاب کے بارے میں بتاتے ہوئے گھبراتے ہیں۔'' اُسامہ نے پھر شکوہ کیا۔

''ایسی بات نہیں ۔۔۔ خیر، اب بتاتا ہوں۔ شادی کے تھوڑے عرصے بعد ہی آفتاب اچانک بیمار پڑ گیا۔ ہم لوگ ہاسپٹل لے کر گئے تو انہوں نے آفتاب کو داخل کر لیا ۔۔۔ میں نے تمہیں شاید بتایا تھا نا کہ یہ شادی میری مرضی کے خلاف ہوئی تھی ۔۔۔ ہاں تو میں نے حور سے کہا تھا کہ وہ گھر چلی جائے، میں آفتاب کے پاس رہوں گا۔ مگر وہ نہ مانی۔ وہ آفتاب کو کیسے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ خیر دل سے تو میں بھی نہیں ہاسپٹل رہنا چاہتا تھا اس لئے گھر چلا آیا ۔۔۔ اگلی صبح میں اطمینان سے ناشتہ کرنے کے بعد ہاسپٹل آیا تو حور بہت پریشان تھی۔ مجھے دیکھتے ہی بولی۔

''انہوں نے آفتاب کو شوگر وارڈ میں منتقل کر دیا ہے ۔۔۔''

اصل میں اُسامہ! میں تمہیں یہ بتانا بھول گیا ہوں کہ حور نے کہا تھا وہ پرائیویٹ کمرے میں آفتاب کو نہیں رکھے گی۔ شاید وہ شک کرتی تھی کہ میں کہیں آفتاب کی جان نہ لے لوں۔ ہاں تو میں نے پوچھا۔

''کیا آفتاب کو شوگر ہے؟''

''ہاں ۔۔۔ ڈاکٹر کہتے ہیں آپریشن سے پہلے شوگر کنٹرول کرنا ہوگی۔'' حور نے بتایا تو میں اُس کے ساتھ وارڈ میں چلا آیا ۔۔۔ آفتاب نیم بے ہوشی کی حالت میں بستر پر پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں مگر وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ حور نے حیرت سے مجھے دیکھا اور کہا۔

''ابھی تو میں انہیں بالکل صحیح چھوڑ کر گئی تھی۔ پھر یہ حالت ۔۔۔''

میں نے آفتاب کو آواز دی مگر شاید وہ میری آواز سن ہی نہ رہا تھا ۔۔۔ وہ کبھی پائنتی کی طرف جاتا اور کبھی سرہانے کی طرف مگر آنکھیں بند ہی رکھتا۔ حور اس کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگی اور میں خود بھی ڈاکٹرز روم کی طرف بھاگا۔ مگر وہاں سے کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ وارڈ میں ڈاکٹر کم ہی جاتے ہیں اور ہاؤس جاب کرنے والے زیادہ۔ خیر میرے کہنے پر ایک ہاؤس جاب والا ڈاکٹر اٹھ کر آیا۔ آفتاب کو دیکھا اور بولا۔

''ٹیسٹ کرنے کے لئے بلڈ اور یورین فلاں لیبارٹری لے جاؤ۔''

اور پھر جب رپورٹ آئی تو ڈاکٹرز نے کہا ان کو شوگر تو بہت کم تھی مگر سسٹر نے جو انجکشن شوگر کنٹرول کرنے کو دیا تھا اس نے آفتاب کے اندر بہت کم کر دی ہے۔ آپ فکر نہ کریں، ابھی ایک انجکشن شوگر کی مقدار پوری رکھنے کا لگائیں گے تو یہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ ابھی سسٹر آتی ہیں۔

او ڈاکٹر کی بات سن کر میں حور کے پاس آیا جو پریشان آفتاب کے پاس بیٹھی تھی۔ میں نے ڈانٹ کر کہا۔

''یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے ۔۔۔ نہ تم پرائیویٹ کمرہ لینے سے انکار کرتیں نہ یہ ہوتا۔ اب ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کہ کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ نجانے کب تک آفتاب کی حالت ایسی ہی رہے۔''

حور یہ سن کر رونے لگی تو میں نے کہا۔

''اب بھی وقت کم ہے ۔۔۔ تم کہو تو آفتاب کو گھر لے جاتے ہیں۔ اور گھر پر اچھے سے اچھے ڈاکٹر کو بلوائیں گے ۔۔۔ یہاں تو اب آفتاب کا ٹھیک ہونا ناممکن ہے ۔۔۔ بہرحال میں اپنی مرضی کرنا نہیں چاہتا۔ جو تم کہو ویسا کر لیتے ہیں۔''

میں نے جال پھینکا اور حور شوہر کی زندگی کی خاطر میری بات مان گئی اور پھر نرس کے آنے سے پہلے ہی ہم آفتاب کو لے کر گھر آ گئے ۔۔۔ گھر پر میں نے بہت سارے ڈاکٹروں سے چیک اپ کروایا۔ وہ میرے ڈاکٹر تھے۔ جو میں کہتا وہی کرتے۔ وہ ہمیشہ آفتاب کی شوگر کم رکھتے۔ ایک نرس کا انتظام بھی میں نے کر دیا تھا۔ حور پریشان تھی کہ اتنے اچھے ڈاکٹرز آنے کے باوجود آفتاب اچھا کیوں نہیں ہوتا۔ اور میں کہتا۔

''خدا کی مرضی ۔۔۔ اب میں تو اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں۔'' اس کے بعد حور بھی بہت سارے ڈاکٹروں کو لائی مگر یہاں سے نکلتے ہی وہ میرے آدمی بن جاتے کہ روپے میں بہت کشش ہوتی ہے۔'' جمال خاموش ہو گیا۔

اُسامہ نے سوچا ۔۔۔ اچھا تو اصل یہ ہے۔ مگر وہ نرس نے زہر دینے والی بات کیسی تھی ۔۔۔ اوہ، پتہ نہیں کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ۔۔۔ جمال پورا سچ تو کبھی بولے گا ہی نہیں کہ ابھی تک اس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ حور ہی در اصل اس کی خالہ کی بیٹی کنیز ہے۔

''تم کس سوچ میں پڑ گئے؟'' جمال نے پوچھا۔

''کچھ خاص نہیں۔ اب چلتا ہوں۔''

''او کے۔ لیکن جو کام میں نے کہا ہے اس کا خیال رکھنا۔''

''جی ضرور۔'' اُسامہ نے کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ کوریڈور میں حور ٹہلیں لگا رہی تھی۔ اُسامہ کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے اور وہ فوراً اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اُسامہ نے سوچا کیا وہ ہماری باتیں سن رہی تھی؟ اگر ایسا ہے تو اسی لمحے اس نے ایک فیصلہ کیا اور ہمت کر کے حور کے پیچھے اس کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ حور بیڈ کے قریب کھڑی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر چونک کر مڑی اور اپنے سامنے کھڑے اُسامہ کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ مگر فوراً ہی غصے میں بھر گئی اور چیخ کر بولی۔

''تم بغیر اجازت میرے کمرے میں۔ تمہاری یہ جرأت۔''

''اپنے ہی کمرے میں جاتے ہوئے اجازت کون لیتا ہے؟'' اُسامہ نے اپنے لہجے میں محبت بھرتے ہوئے کہا۔

''اوہ تم۔۔۔ کمینے میرے ہی گھر میں مجھ سے اس لہجے میں بات کر رہے ہو۔۔۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔'' وہ اُسامہ پر جھپٹ پڑی تو اُسامہ نے اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لئے پھر آہستہ سے کہا۔

''تمہاری مجھ سے نفرت کی وجہ؟۔۔۔ کیا، کیا ہے میں نے جو تم مجھے جب بھی دیکھتی ہو نفرت اور حقارت سے منہ موڑ لیتی ہو۔''

''مجھے چھوڑ دو کمینے!'' حور چیخی۔

''نہیں۔ پہلے تم اپنی نفرت کی وجہ بتاؤ۔ میں دن رات تمہاری محبت کی آگ میں جل رہا ہوں۔ تمہیں پانے کے لئے ترستا ہوں اور تم۔۔۔'' اُسامہ نے ذبائی لہجے میں کہا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ اُسامہ نے حور کو چھوڑ دیا اور جلدی سے باہر نکلا۔ سامنے شہزاد کھڑا تھا۔ اُسامہ کو دیکھتے ہی واپس مڑتے ہوئے بولا۔

''تو رُخ دھڑی آ رہی تھی۔ میں نے روک دیا۔ ورنہ ابھی تمہاری یہ محبت تمہیں بہت مہنگی پڑتی۔''

''اوہ، سمجھ کرو شہزاد! یہ سب جمال کے اعتبار کے لئے۔۔۔'' اُسامہ نے شرمندہ لہجے میں کہا۔ یہ سوچ کر کہ وہ اس پر شک کرنے لگا تھا۔

''مجھے کیا معلوم جمال کے لئے کر رہے ہو یا اپنے لئے۔۔۔ بہر حال اگر یہ اداکاری تھی تو شاندار۔ اور اگر یہ حقیقت تھی تو اب میری بہن کے تم حق نہیں رہے۔ اس کا خیال دل سے نکال دینا۔'' شہزاد نے دل جلانے والی بات کہی۔

''شہزاد!'' اُسامہ نے غصے سے پکارا اور شہزاد جواب دیئے بغیر آفتاب کے کمرے میں گھس گیا۔ اُسامہ مارے غصے اور شرمندگی کے ماتھے پر آیا ہوا پسینہ صاف کرتے ہوئے گاڑی میں آ بیٹھا۔ اب وہ جبار کی طرف جا رہا تھا۔ مگر وہ نہ ملا تو وہ گھر چلا آیا۔ سب لوگ شاید سو رہے تھے۔ وہ اپنے کمرے میں آیا اور سوچنے لگا اب وقت آ گیا ہے کہ ہم آفتاب کے لئے کوئی فیصلہ کن قدم اٹھائیں۔ مگر کیسے؟

خیر۔۔۔ پہلے صبح ڈاکٹر سے مل کر بات کرتا ہوں۔ اگر مسئلہ صرف ایک انجکشن کا ہے تو پھر کوئی مسئلہ نہیں کل ہی آفتاب کو انجکشن دے کر ٹھیک کر دیں گے۔۔۔ تاہم آفتاب سے کہہ دیں گے کہ ابھی وہ خود کو ٹھیک ظاہر نہ کرے۔ ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن پہلے جبار سے بات کرنی ہو گی کہ شہزاد کمینہ۔۔۔ رہے گا۔۔۔ مگر وہ تو اسی قابل ہے کہ ایک گالی تو کیا، بہت ساری گالیاں اُس کی نذر کی جائیں۔ اور یہ رُخ بھی اب میری بجائے شہزاد کی بات زیادہ مانتی ہے۔ خیر دیکھوں گا۔

لیکن اگلے روز بجائے ڈاکٹر کے اُس کو علی الصبح بھیا جی کے کہنے پر لاہور جانا پڑا جہاں اماں نے اُسے بلایا تھا۔۔۔ اُس نے انکار کیا مگر بھیا نے ایک نہ مانی ٹکٹ اُس کے ہاتھ میں دیا اور خود ایئر پورٹ چھوڑنے آئے۔ اُسامہ ایئر پورٹ آنے تک یہی کہتا رہا۔

''بھائی جان! بہت مجبوری ہے۔۔۔ میں چلا گیا تو کام بہت خراب ہو جائے گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں بعد میں چلا جاؤں گا۔'' مگر وہ بولے۔

''مجھے بتاؤ، کیا کام ہے۔۔۔ میں خود کر دوں گا۔ دیکھو، بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہاں تمہاری بھابی ناراض ہیں اور وہاں امی۔۔۔ انہوں نے کہا تھا اگر میں نے تمہیں نہ بھیجا تو وہ بھی واپس کراچی نہیں آئیں گی۔ اس لئے مجبوری ہے۔''

''اچھا بھائی جان! وہ، میں ایک فون کر لوں؟'' اُسامہ نے سوچا جاتے جاتے کم از کم جبار کو تو بتا دے کہ وہ ڈاکٹرز سے مل کر ساری بات کرے گا۔ مگر بھائی جان نے اس کی بات سن کر کہا۔

''فون لاہور جا کر کر لینا۔۔۔ یا پھر مجھے بتا دو کیا کہنا ہے۔۔۔ میں کر دوں گا۔'' اُسامہ بغیر کچھ بتائے دانت پیستا ہوا جہاز کی طرف بڑھ گیا۔ دل ہی دل میں اُسے بھابی پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ جہاں کہیں خاندان کا کوئی لڑکا لائق نکلا، لوگ لگے قبضہ جمانے۔ اونہہ۔۔۔ اماں اور بھابی کی خواہش بھی کبھی پوری نہ ہو گی۔

ان ہی سوچوں میں گم سفر کٹ گیا۔ وہ لاہور ایئر پورٹ سے باہر آیا تو بھابی کا بھائی گاڑی لے کر کھڑا تھا۔ ساتھ اور کوئی نہ تھا۔ اُسامہ نے مصافحہ کیا اور گاڑی میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''کیا بھائی جان نے اطلاع کی تھی میرے آنے کی؟''

''ظاہر ہے۔۔۔ ورنہ ہمیں کیسے پتہ چلتا؟'' عدنان نے مسکرا کر کہا۔

''اب کیسے ہیں ماموں جان؟'' اُسامہ نے محض مروّت میں پوچھا۔

''اب تو کافی ٹھیک ہیں۔۔۔ آپ سنائیں، کتنی چھٹیاں باقی ہیں؟''

''تھوڑی ہی باقی ہوں گی۔'' اُسامہ نے کہا اور باہر دیکھنے لگا۔ پھر گھر آنے تک وہ چپ ہی رہا۔

گھر پہنچتے ہی ماں نے اُسے یوں گلے لگایا جیسے برسوں بعد ملا ہو۔ ماموں نے پیار کیا اور شاہانہ شرارت سے اُسے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ جبکہ چھوٹی کے بارے میں معلوم ہوا وہ کالج کی طرف سے اسلام آباد گئی ہوئی ہے۔ اُسامہ ماموں کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا۔ اُن کی طبیعت کا پوچھتا رہا اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا۔ تب دوپہر کے کھانے کے بعد ماں نے کہا۔

''اب تم آرام کرو بیٹا۔۔۔ پھر شام کو تجھ سے بات کروں گی۔''

''کیسی بات؟'' اُسامہ نے شاہانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو مسکراتی ہوئی اُسامہ کو بہت بری لگ رہی تھی۔

''ہے ایک بات۔۔۔ اب شام کو ہی بتاؤں گی۔'' اور اُسامہ اُٹھ گیا۔

''جاؤ شاہانہ بیٹی! اُسامہ کو کمرہ دکھاؤ۔'' اماں نے پیار سے کہا۔

''آیئے جناب!'' شاہانہ نے دروازے کی طرف ہاتھ کرتے ہوئے کہا اور اُسامہ ماں کو دیکھتے ہوئے باہر نکل گیا۔

''جناب یہ ہے آپ کا کمرہ۔۔۔'' شاہانہ نے کھلے دروازے سے داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''شکریہ۔۔۔'' اُسامہ نے یہ سوچ کر کہا کہ وہ چلی جائے گی مگر وہ جانے کے موڈ میں ہرگز نہ تھی۔ اُسامہ کے قریب آتے ہوئے بولی۔

''آپ تو بہت بے وفا نکلے۔''

''وہ کیسے؟'' اُسامہ نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

''وہ ایسے کہ یہاں سے جا کر نہ خط لکھا نہ فون کیا۔ جبکہ آپ وعدہ کر کے گئے تھے کہ آپ فون ضرور کریں گے۔ اب بتائیں فون کیوں نہیں کیا؟'' وہ یوں سوال کر رہی تھی جیسے رات دیر سے آنے پر بیوی شوہر سے پوچھ گچھ کرتی ہے۔ اُسامہ کو غصہ تو بہت آیا مگر ضبط کر گیا۔

''ارے آپ چپ ہیں۔ کچھ تو کہیں جناب!'' شاہانہ نے اچانک ہی اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

''شاہانہ۔'' اُسامہ نے اُس کے بازو ہٹاتے ہوئے گھور کر اس کو دیکھا۔

''بہت خفا لگتے ہو۔۔۔ حالانکہ یہ حق تو میرا تھا اُسامہ سعید صاحب!''

''پلیز جاؤ یہاں سے۔'' اُسامہ نے جوتوں سمیت بستر پر لیٹتے ہوئے کہا۔

''ڈرتے ہو۔۔۔ یہاں اس کمرے میں کوئی نہیں آئے گا۔'' وہ جھک کر اُسامہ کے بوٹ اتارتے ہوئے بولی۔

''یہ کیا کر رہی ہو؟'' اُسامہ اٹھ بیٹھا۔

''تمہارے جوتے اتارنے کی ریہرسل کر رہی ہوں کہ بعد میں بھی تو یہ کام مجھے خود ہی کرنا ہے۔'' شاہانہ نے ہنس کر کہا اور بوٹ اتار کر ایک طرف رکھ دیئے اور خود بھی اُسامہ کے قریب آ بیٹھی۔

''دیکھو، میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز مجھے تنہا چھوڑ دو۔'' اُسامہ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو یہی کہہ دیا۔

''او کے۔ جو حکم۔ ہم تو غلام ہیں۔'' کہتے ہوئے شاہانہ نہ صرف باہر چلی گئی بلکہ جاتے جاتے دروازہ بھی احتیاط سے بند کر گئی۔

''اُف۔ کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ لگتا ہے بھابی اور بھائی جان یہاں سے کوئی پروگرام طے کر کے ہی گئے ہیں۔ اور وہ پروگرام کیا ہو سکتا ہے؟'' شام تک یہی وہ سوچتا رہا مگر نیند نہ آئی۔

شام کی چائے پر وہ خود ہی اٹھ کر باہر آیا۔ سب ماموں کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ وہ بھی وہیں آ گیا۔ پھر چائے کے دوران بھی باتیں ہوتی رہیں مگر کوئی ایسی بات نہ ہوئی جو اُسامہ کو ناگوار گزرتی۔

اگلے روز وہ واپسی کے لئے تیار تھا مگر اجازت نہ ملی اور یہ اجازت پھر چار دن بعد ملی۔ اُسامہ پھر بھی خوش تھا چلو چار دن ضائع تو ہوئے مگر کوئی بات تو نہیں ہوئی لیکن جانے سے پہلے جب وہ سب ماموں کے کمرے میں بیٹھے تھے تب ماموں نے اچانک کہا۔

''اُسامہ! اپنا ہاتھ تو دکھانا۔''

''کیوں ـــــ؟'' کہتے ہوئے اُسامہ نے ممانی کو دیکھا۔

''ارے دکھاؤ تو سہی ـــــ'' انہوں نے کہا اور پھر خود ہی اُسامہ کا ہاتھ پکڑ کر انگوٹھی پہنا دی۔

''یہ ـــــ یہ کیا ہے؟'' اُسامہ نے پریشان ہو کر ماں کو دیکھا۔ جس بات کا ڈر تھا آخر وہی ہو گئی تھی۔

''یہ تمہاری منگنی کی انگوٹھی ہے ـــــ'' ماں کی بجائے ممانی نے کہا۔ ''تمہاری امی نے تو لاہور آتے ہی شاہانہ کو انگوٹھی پہنا دی تھی یہ کہہ کر کہ گھر کی بات ہے، دھوم دھام کرنے کی کیا ضرورت ہے ـــــ تمہارا انتظار تھا مگر تم نہ آئے تو علی سے کہا وہ جا کر تمہیں بھیج دے۔''

''ہوں ـــــ تو یہ سازش تھی۔'' اُسامہ نے دل ہی دل میں کھولتے ہوئے کہا مگر منہ سے چپ رہا۔ پیارے ماموں کے سامنے وہ کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا۔ بس خاموشی سے اٹھ کر باہر آیا تو شاہانہ نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مبارک ہو اُسامہ!''

''کس بات کی؟'' اُسامہ نے ناگواری سے اُسے دیکھا۔

''اُسامہ! تم ـــــ'' شاہانہ نے کچھ کہنا چاہا مگر وہ باہر نکل گیا جہاں عدنان گاڑی لئے تیار کھڑا تھا۔ پھر اماں بھی آ گئیں اور وہ ایئر پورٹ چلے آئے۔ عدنان ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اُسامہ کا جی چاہا کہ ماں سے بات کرے کہ یہ خواب آپ کا پورا نہیں ہو گا۔ مجھ سے اجازت لئے بغیر جو قدم آپ نے اٹھایا ہے اسے خود ہی بھگتیں گی۔ مگر ایئر پورٹ پر اور بھی بہت لوگ تھے اس لئے وہ چپ چاپ دانت پیستا رہا۔

کراچی ایئر پورٹ پر جبار اُس کا منتظر تھا۔ اماں کو سلام کیا اور اُسامہ سے کہا۔

''بڑے کمینے ہو ـــــ اچھی طرح جانتے تھے کہ میری شادی ہے، پھر بھی چلے گئے۔ یار! شہزاد تو ادھر ہی مصروف ہے۔ میرا کام تو تمہیں ہی کرنا تھا۔''

اُسامہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی امی یہ سن کر کہنے لگیں۔

''بیٹا! تمہاری شادی ہو رہی ہے؟''

''جی آنٹی۔'' جبار نے مسکرا کر کہا۔

''بہت اچھی بات ہے ـــــ میں نے بھی اُسامہ کی منگنی کر دی ہے۔'' امی نے خوشی سے بتایا حالانکہ اُسامہ کو خفا دیکھ رہی تھیں۔

''ارے کیا ـــــ اُسامہ کی منگنی ہو گئی؟'' جبار نے گاڑی آہستہ کرتے ہوئے دیکھا تو ہاتھ پر بھی نظر پڑ گئی جس میں انگوٹھی چمک رہی تھی ـــــ مگر اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ موڈ ٹھیک نہیں۔

''مبارک ہو اُسامہ!'' جبار نے تنگ کرنے کو کہا۔

''بکواس مت کرو۔'' اُسامہ نے آہستہ سے کہا۔

''ہاں تو آنٹی! پھر شادی کب کر رہی ہیں؟'' جبار نے اُسامہ کے گھورنے کا اثر لئے بغیر کہا۔

''بس بیٹا! اگلی بار جب یہ چھٹی آئے گا۔''

''اب کی بار کیوں نہیں؟''

''جبار! شانت ہو۔'' اُسامہ نے غصے سے کہا۔

''ارے تو کیا پہلے انسان نہیں ہوں؟'' جبار نے ہنس کر اس کو دیکھا پھر گاڑی روکتے ہوئے بولا۔

''آنٹی جی! گھر آ گیا ـــــ اُسامہ کو میں اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔'' پھر اماں کے اترنے کے بعد گاڑی بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''ہاں بھئی ـــــ کیسے ہوئی یہ منگنی؟''

''منہ بند رکھو ـــــ میں اس موضوع پر نہ بات کرنا چاہتا ہوں نہ سننا۔ یہ بتاؤ اس وقت کہاں جا رہے ہو؟''

''گھر ـــــ جہاں آج میری مہندی ہے۔'' جبار نے شرمانے کی کوشش کی۔

''اوہ ـــــ معاف کرنا، پہلے تو میں جانا ہی نہیں چاہتا تھا مگر جانا پڑا۔ وہاں سے جلدی آنا چاہتا تھا مگر ان لوگوں نے آنے نہ دیا۔''

''میں سب سمجھتا ہوں یار! فکر نہ کرو ـــــ میری بارات کل ہے۔ اس میں تو شامل ہو ہی جاؤ گے۔ ویسے میں نے تمہارے بھائی جان سے لاہور کا نمبر مانگا تھا مگر انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔''

''ہوں ـــــ ان کا خیال ہے جیسے منگنی کر دی ہے شادی بھی کر دیں گے۔ اونہہ ـــــ تم سناؤ، آفتاب کا اور شہزاد کا۔''

''سب ٹھیک ہے ـــــ شہزاد موقع نکال کر آفتاب کو ہاسپٹل لے گیا تھا اور اب آفتاب کی بیماری کا پتہ بھی چل چکا ہے۔ جناب اُس کی شوگر ہو رکھتا ہے۔'' جبار نے بتایا۔

''جناب نے خود بھی مجھے اس رات بتا دیا تھا جس کی صبح میں لاہور چلا گیا۔ خیر پھر کیا، کیا تم لوگوں نے ـــــ کیا آفتاب صحیح ہو گیا؟''

''نہیں ـــــ یہ لمبا سلسلہ ہے ـــــ اب میری شادی کے بعد اس کی تفصیل معلوم ہو گی۔'' جبار نے کہا اور گاڑی اپنے گھر کے باہر روک دی۔

جبار سے پہلے اُسامہ نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اُتر کر سیدھا اندر چلا آیا تو سامنے برآمدے سے اُترتی ہوئی فرحینہ سے سامنا ہو گیا۔ اُسامہ کو دیکھتے ہی فرحینہ نے پوچھا۔

''آپ کہاں چلے گئے تھے بھائی جان؟ ـــــ جبار بھائی کی شادی ہو رہی ہے اور سارا کام یونہی پڑا ہے ـــــ شہزاد بھائی کا بھی کچھ پتہ نہیں۔''

''مجھے معلوم تھا مُنّی! بس جانے کے لئے مجبور کر دیا گیا تھا ـــــ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ جبار کی شادی ہو اور میں غائب ہو جاتا۔ باقی رہا شہزاد تو اُس کا خود بھی پتہ نہیں۔ ابھی جبار آتا ہے تو پوچھتا ہوں۔'' اُسامہ نے پیار سے کہا۔ تب ہی جبار بھی اندر آ گیا۔ فرحینہ کو اُسامہ سے شکوہ کرتے دیکھ کر بولا۔

''یار! میں دولہا ہوں ـــــ مجھے تو اپنے کمرے میں بیٹھنا چاہئے جبکہ میں ہی ہر کام کے لئے اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ میں لگا ہوں۔ اب سارا کام تم سنبھالو ـــــ میں اپنے کمرے میں بیٹھ کر تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔''

''اصل بات تو یہ ہے کہ کمرے میں دُلہن مایوں بیٹھتی ہے، دُولہا نہیں ـــــ دوسرے شہزاد کو بلا لیتے۔ کیا وہ نہیں آئے گا؟'' اُسامہ نے فرحینہ کے سامنے ہی پوچھ لیا۔

''یار! کہا تو تھا میں نے ـــــ مگر اُس کی بھی اب اپنی ہی مجبوریاں ہیں۔ کہہ رہا تھا، پہلے سے تو نہیں البتہ کوشش کروں گا عین وقت پر ہی تمہاری خوشی میں شامل ہو سکوں ـــــ اب دیکھو، چھٹی ملتی ہے بیچارے کو یا ـــــ'' جبار فرحینہ کی وجہ سے پوری وضاحت نہ کر سکا تو ہنسنے لگا اور اُسامہ بھی مسکرا دیا۔

''کیا شہزاد بھائی کوئی جاب کر چکے ہیں؟'' فرحینہ نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں ـــــ آج کل تو جاب ہی کر رہا ہے وہ۔'' اُسامہ کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ تھی۔

''مگر ان کو جاب کی کیا ضرورت تھی ـــــ چھٹیاں تو آرام سے گزارتے۔ آخر کس چیز کی کمی ہے اُن کے ہاں۔ ایک ہی اولاد ہیں ـــــ آخر یہ سب کچھ اُن کا ہی تو ہے۔'' فرحینہ کہہ رہی تھی۔

''ایسے لوگوں کی قسمت میں آرام کہاں ـــــ سنا ہے والد صاحب نے اُس کا خرچ اُٹھانے سے انکار کر دیا ہے۔ اس لئے شہزاد نے پیسوں کی کمی پوری کرنے کے لئے جاب کر لی۔'' جبار نے مسکرا کر بات مکمل کی۔

''مگر جاب تو تھی اُن کی ـــــ اور انکل تو ان کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔ اور آپ خرچ کی بات کرتے ہیں۔'' فرحینہ نے جرح کی۔

''فرحینہ! شہزاد کی ممی کا جھوٹا تو نہیں کھا لیا؟'' اُسامہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''کیا مطلب؟'' فرحینہ نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

''تم ہی ان کے انداز میں جرح کر رہی ہو ـــــ ارے بابا! یہ مسئلہ شہزاد جانے یا اُس کے والد صاحب ـــــ مجھ سے کیوں وضاحتیں طلب کر رہی ہو؟'' یہ کہہ کر اُسامہ جبار کے والد کی طرف بڑھ گیا۔

مہمانوں کے بیٹھنے کا انتظام لان میں کیا گیا تھا اور کھانے کا انتظام باہر روڈ پر راستہ بند کر کے کیا گیا تھا۔ کیونکہ جلدی کی وجہ سے میرج ہال کا بندوبست نہ ہو سکا تھا۔ گرچہ شادی جلدی میں ہو رہی تھی مگر پوری دھوم دھام سے ہو رہی تھی۔ پوری کوٹھی برقی قمقموں سے جگمگا رہی تھی اور یہ سارا کام عدنان، اُسامہ کے آنے سے پہلے کر چکا تھا۔

آج مہندی کی وجہ سے جبار کے دوسرے کزنز بھی آ چکے تھے اور مختلف کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ جبکہ ان سارے کاموں کی نگرانی وہ خود کر رہا تھا تاکہ کوئی کمی نہ رہ

جائے۔ مہمانوں کے بیٹھنے کے لئے کئے گئے انتظامات کو آخری بار دیکھ کر وہ باہر آیا تو کھانا بھی تیار ہو چکا تھا۔ لیکن ابھی تک جبار کے سسرالی تو کیا ان کے ذاتی مہمانوں کی آمد بھی شروع نہ ہوئی تھی۔ اُسامہ دیگوں کے پاس کھڑے جبار کے کزن سے باتوں میں لگ گیا۔ لب کرنے کو فی الحال کوئی کم نہ تھا۔ وہ باتیں کر رہے تھے کہ جبار اندر سے آتے ہوئے بولا۔

''تم پھر سے بولے گھر نہیں جاؤ گے؟''

''کوئی خاص ضرورت تو نہیں۔'' اُسامہ نے لاپرواہی سے کہا۔

''یار ضرورت تو ہے میری شادی ہے۔''

''سمجھا کرو جبار ابھی میں گھر جانا نہیں چاہتا۔ جب بھی گھر گیا مجھے بھابی بھیا سے منگنی ختم کرنے کی بات کرنا ہو گی۔ اور میری اس بات کے بعد وہاں ایک ہنگامہ ہو جائے گا جس کے بعد میرا موڈ درست نہیں رہ سکتا۔ اس لئے فی الحال میرا نہ جانا ہی بہتر ہے۔ ویسے بھی میں نے یہ کپڑے صبح ہی پہنے تھے۔ اور پھر میں کوئی لڑکی تو ہوں نہیں جس کا تیار ہونا بہت ضروری ہے۔'' اُسامہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوکے ـــــ جیسے تمہاری مرضی۔'' جبار نے کہا۔ تب ہی مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی۔ جبار، اُسامہ کے قریب ہی کھڑا تھا جب اچانک اُسامہ نے کہا۔

''یار جبار! اگر تمہاری اس خوشی کے موقع پر شہزاد نہ آیا تو کیا خاک مزہ آئے گا۔''

''بات تو سچ ہے ـــــ اگر وہ یہاں ہوتا تو ایک ہنگامہ ہوتا۔ زبان تو اُس کی رُکتی ہی نہیں ـــــ ہر وقت چلتی ہے۔ میں تو اُس کی کمی پہلے دن سے ہی محسوس کر رہا ہوں۔ مگر خیر ہے جو کچھ وہ کر رہا ہے وہ بھی بہت ضروری ہے۔ ورنہ اس کی موجودگی اور زبان درازی اس رونق میں اور بھی اضافہ کرتی۔''

''اس کے باوجود وہ ہم میں سب سے زیادہ ذہین ہے۔'' اُسامہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس میں کیا شک ہے'' جبار نے کہا۔ پھر فریحہ کی آواز پر اندر چلا گیا۔ اُسامہ وہیں کھڑا شہزاد کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ نجانے کب تک سوچ میں گم رہتا کہ جبار کے سسرال مہندی لے کر آ گئے ـــــ پھر تو ناچ گانے کا ایک ہنگامہ شروع ہو گیا۔ مگر اُسامہ اندر نہ گیا۔ وہ باہر کھانے والا حصہ دیکھ رہا تھا کہ جبار کا کزن عدنان بلانے آیا۔

''اسامہ! جبار تمہیں بلا رہا ہے ـــــ بیچارہ بہت مشکل میں ہے۔'' اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''یار! میں اس کی یہ مشکل آسان نہیں کر سکتا۔ شہزاد ہوتا تو پھر کوئی مشکل نہ ہوتی۔''

''پھر بھی، آپ اندر تو چلیں۔'' عدنان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسامہ اندر آیا تو ہنگامہ کچھ تھم چکا تھا اور لڑکیاں جبار کو گھیرے کھڑی تھیں۔ اگرچہ جبار کے کزن بھی اس کے پاس موجود تھے جو لڑکیوں کو ترکی بہ ترکی جواب دے رہے تھے۔ اسامہ مسکراتا ہوا جبار کے قریب آیا تو جبار نے پریشانی سے کہا۔

''بڑے بے مروت ہو ـــــ میں یہاں تمہاری مدد کا منتظر تھا اور تم ـــــ''

''میں کیا کر لیتا ـــــ ویسے تمہارے کزن تو ہیں یہاں۔'' اسامہ نے ہنس کر کہا۔

''یہی تو خرابی ہے ـــــ وہ سب آپس میں ایک دوسرے کو جانتے ہیں ـــــ سارے رشتے دار جو ہوئے۔ اپنے کزنز سے بھلا کون لڑکی ڈرتی ہے ـــــ کاش اس وقت شہزاد ہوتا تو میری جان یوں عذاب میں نہ ہوتی۔ یہ لڑکیاں ـــــ یار! ان کی زبان نہیں تھکتی ـــــ خاص کر اس قسم کی تقریب میں تو لگتا ہے بولنے کا ریکارڈ قائم کر رہی ہوں۔''

''پوچھ کر دیکھو۔'' اسامہ نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا ـــــ؟'' جبار کا دھیان پتہ نہیں کہاں تھا کہ پوچھنے لگا۔ اُسامہ جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ سامنے مین گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے شہزاد پر نظر پڑ گئی اور اسامہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ کچھ عرصہ سے اسامہ اسے عام سے حلیے میں دیکھ رہا تھا۔ بکھرے بال، شکن آلود ملگجے کپڑے، پاؤں میں ربڑ کا جوتا ـــــ اس حلیے میں وہ ملازم ہی لگا کرتا تھا۔ مگر آج اس وقت شہزاد نے بے داغ، سفید جدید تراش کا تھری پیس سوٹ پہن رکھا تھا۔ پاؤں میں قیمتی بوٹ اور سلیقے سے بنائے گئے بالوں میں وہ بہت شاندار لگ رہا تھا۔ اسامہ محبت سے اُس کو دیکھتا رہ گیا۔ اس کی نظروں میں پیار ہی پیار تھا جو چھوٹے بھائی کو دیکھ کر بڑے بھائی کی آنکھوں میں آ جاتا ہے۔

اچانک اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب اس نے شہزاد کے بازو کے ساتھ لگی لالہ رُخ کو دیکھا ـــــ لباس شاید دونوں نے مشورہ کر کے پہنا تھا۔ کیونکہ وہ سفید ٹشو کے سادہ سوٹ میں ہلکے زیور اور مناسب میک اپ میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اُس کو دیکھ کر اُسامہ کو یوں لگا جیسے سارے دنوں کی کوفت جاتی رہی ہو۔ وہ اُن کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں ان کے قریب آ گئے۔ انہوں نے بھی اُسامہ کو دیکھ لیا تھا۔

جبار شہزاد کو اچانک سامنے پا کر کھل اٹھا۔ شہزاد نے شرارت بھرے انداز میں بھنویں اچکا کر جبار کا حال پوچھا پھر جواب کا انتظار کئے بغیر باوقار انداز میں چلتا ہوا اپنی مما کی طرف بڑھ گیا جبکہ لالہ رُخ اُسامہ کو دیکھ کر اس کے پاس رک گئی اور آہستہ سے سلام کیا۔

''کیسی ہو لالہ رُخ؟'' اُسامہ نے سلام کا جواب دینے کے بعد محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ٹھیک ہوں۔'' وہ نجانے کیوں شرما رہی تھی۔ اسامہ آفتاب اور جمال کا پوچھنا چاہتا تھا اور یہ بھی کہ یہاں تو شہزاد کی آمد مشکوک سمجھی جا رہی تھی جبکہ اب تم بھی ساتھ کیسے آ گئیں۔ مگر اسامہ کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی شہزاد اپنی مما کے ساتھ ان کے قریب چلا آیا تھا۔ ایک سرسری نظر اُسامہ پر ڈالی اور کہا۔

''مما! میں نے آپ کو فون پر بتایا تھا نا کہ مجھے ایک ننھی سی بہن مل گئی ہے ـــــ یہی ہے میری وہ بہن اور آپ کی بیٹی لالہ رُخ ـــــ اور لالہ رُخ! یہ میری پیاری سی مما ہیں۔''

لالہ رُخ نے دبے سے سلام کیا تو بیگم اشرف نے کھینچ کر اُسے اپنے گلے سے لگا کر پیار کیا تو لالہ رُخ کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ یہ دیکھ کر شہزاد نے کہا۔

''ارے لالہ رُخ! مما کے ملنے پر لوگ خوش ہوتے ہیں یا روتے ہیں؟ ـــــ چپ کرو۔'' وہ خواہ مخواہ بھائیوں والا رعب دکھاتے ہوئے بولا۔

''خبردار شہزاد جو میری بیٹی سے کچھ کہا۔'' بیگم اشرف نے شہزاد کو مصنوعی غصے سے ڈانٹا تو لالہ رُخ مسکرانے لگی۔

''یہ ہوئی نا بات۔'' لالہ رُخ کو مسکراتا دیکھ کر شہزاد نے بھی مسکرا کر کہا۔ تب ہی پیچھے سے آتی ہوئی فریحہ نے کہا۔

''شہزاد بھائی! آپ کہاں چھپے گئے تھے؟''

شہزاد چونک کر مڑا اور پھر حیرت سے فریحہ کو دیکھنے لگا۔

''کیا بات ہے ـــــ پہچانا نہیں؟'' فریحہ نے ہنس کر پوچھا۔

''شاید ـــــ'' ب کے شہزاد بھی ہنس دیا۔

''یہ کون ہے؟'' فریحہ نے لالہ رُخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''یہ ـــــ'' شہزاد مسکرایا۔ ''تمہاری نئی سہیلی اور میری بہن لالہ رُخ۔ اور لالہ رُخ! یہ جبار کی چھوٹی بہن فریحہ۔ اب تم اس سے باتیں کرو۔'' پھر وہ جبار کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اسامہ کو نظر انداز کر دیا جیسے اُسے دیکھا ہی نہ ہو۔

لالہ رُخ، فریحہ سے باتوں میں لگ گئی۔ اچانک فریحہ کسی کے بلانے پر دوسری طرف گئی تو لالہ رُخ پھر اُسامہ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''آپ اچانک کہاں چلے گئے تھے بغیر کچھ بتائے؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

اسامہ کے جواب دینے سے پہلے ہی شہزاد جو جبار سے باتوں میں مصروف تھا مگر کان شاید اُن کی باتوں کی طرف ہی لگا رکھے تھے، پلٹ کر بولا۔

''یہ منگنی کروانے گئے تھے ـــــ تم نے اُن کے ہاتھ میں یہ انگوٹھی نہیں دیکھی؟''

''م ـــ منگنی؟'' لالہ رُخ نے بات ادھوری چھوڑ کر پہلے اُسامہ کو دیکھا اور پھر اس کے ہاتھ میں پہنی ہوئی انگوٹھی کو اور ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

اسامہ نے گھور کر شہزاد کو دیکھا تو وہ مسکراتا ہوا پھر جبار کی طرف متوجہ ہو گیا اور اُسامہ کا سارا پیار جو ابھی کچھ دیر پہلے اُسے دیکھ کر آیا تھا یک دم غصے میں بدل گیا۔ کمینہ ہر وقت میرا دل جلانے کے چکر میں رہتا ہے ـــــ اور یہ جبار ذلیل آتے ہی میری منگنی کا قصہ سنانے بیٹھ گیا جیسے وقت کی اہم خبر یہی تو تھی۔

اسامہ نے لالہ رُخ کو دیکھا۔ وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ کچھ دیر پہلے والی خوشی اس کے چہرے سے مفقود ہو چکی تھی۔

''لالہ رُخ ـــــ'' اُسامہ نے پکارا۔

''جی ـــــ'' اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تو اُسامہ چونک پڑا۔ اُس کی آنکھوں میں نمی تھی۔

''لالہ رُخ! کیا بات ہے؟'' اسامہ نے یہ بات نجانے کیوں پوچھی تھی۔

وہ کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ نظریں جھکائے کھڑی رہی۔ اُس کی یہ کیفیت دیکھ کر بس اچانک ہی اُسامہ کے اندر باہر ایک خوشی سی پھیل گئی۔ اُس کی یہ حالت کیا یہ بتانے کے لئے کافی نہ تھی کہ وہ بھی اس سے محبت کرنے لگی ہے۔

اُسامہ تو پہلی نظر دیکھتے ہی اُس کی محبت کا اسیر ہو گیا تھا مگر جمال کے غلط رویے کی وجہ سے اُس نے اپنی محبت کو اپنے دل میں چھپا لیا تھا۔ لیکن اب لالہ رُخ کی حالت دیکھ کر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لوگ ٹھیک کہتے ہیں، محبت کی آگ دونوں طرف برابر لگتی ہے۔ اس کا ثبوت اس وقت لالہ رُخ کی صورت میں اس کے سامنے

تھا۔ اگر اُس کو اُسامہ سے محبت نہ ہوتی تو اس کے منگنی شدہ ہونے پر اُس کو افسردہ ہونے کی کیا ضرورت تھی۔

''بہت خوش ہو منگنی کروا کر۔'' شہزاد نے پھر دل جلانے کی کوشش کی۔ اُسامہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس ہلکے ہلکے مسکراتا رہا شہزاد کو چڑانے کے لئے۔

''ویسے تو ہمارے مذہب میں سونا حرام ہے مردوں کے لئے۔ مگر منگنی کی وڈیو بنانے کے لئے انگوٹھی پہن کر لوگ اسی طرح اتراتے ہیں۔'' وہ واقعی چڑ گیا۔

''تم یوں کباب ہو رہے ہو کہو تو تمہارے لئے بھی آنٹی سے بات کروں؟'' اُسامہ نے فرخ کو بغور دیکھتے ہوئے بات شہزاد سے کی۔

''شادی نیکی تا زندگی نہیں کرتے۔'' شہزاد نے نجانے کس خیال میں کہا، پھر فرخ کو دیکھا اور فرخ کی کیفیت اس سے چھپی نہ رہ سکی۔

''ادھر میرے پاس آؤ فرخ!'' شہزاد نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''کس لئے مزید کچھ اور؟'' اُسامہ نے اُس کو فرخ کی طرف متوجہ دیکھ کر پوچھا۔

''تم واقعی خبیث ہو۔'' شہزاد نے دانت پیستے ہوئے اس کو دیکھا۔ اُسامہ اُس کو کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ جبار کے والد نے بلایا اور کھانا لگوانے کی ہدایت کی۔ اُن کی بات سن کر وہ سب کچھ بھول کر باہر نکل گیا۔ شہزاد، جبار کی سسرالی لڑکیوں سے سوال و جواب کرنے لگا تھا۔ فرخ بھی اُس کے قریب ہی کھڑی تھی۔

فرخ سے اُسامہ کا دوبارہ سامنا شامیانے کے اندر ہوا تھا جہاں کھانا کھلایا جا رہا تھا۔ فرخ فرحینہ کے ساتھ آئی تھی مگر شاید وہ کھانے سے انکاری تھی کیونکہ فرحینہ بڑے اصرار سے کھلا رہی تھی۔ اُسامہ اُن کے قریب چلا آیا۔ ایک نظر فرخ کے چہرے پر ڈالی جو سنبھل چکی تھی مگر چہرے پر اب بھی وہ تازگی نہ تھی جو شہزاد کے ساتھ آتے وقت تھی۔ اُسامہ کے دل میں آیا ابھی اس زبردستی والی منگنی کے بارے میں صاف صاف بتا کر اُس کا موڈ درست کر دے۔

مگر دوسرے ہی لمحے اُس کا دل سنگ اُٹھا۔ شہزاد کا خیال آتے ہی اس نے سوچا جس نے یہ غلط فہمی پیدا کی ہے وہی اس کو دور کرے گا تو بات ہوگی۔ وہ خود فرخ کو کچھ نہیں بتائے گا۔ دیکھتا ہوں کب تک نہیں بتاتا۔

''اُسامہ بھائی! یہ فرخ کھا ہی نہیں رہی۔'' فرحینہ نے اُسامہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا بات ہے بھئی؟'' اُسامہ نے فرخ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔''

''پھر کھا کیوں نہیں رہی ہو ــــــ بھوک نہیں یا کھا کر آئی ہو؟''

''بھو ... بھوک نہیں۔'' اس نے پھر آہستگی سے کہا۔

''بھوک نہیں ہے یا بڑے بھائی کے بغیر کھانا نہیں چاہتی ہو؟'' نجانے کیسے اُس کے لہجے میں طنز شامل ہو گیا۔ حالانکہ فرخ کا بھلا شہزاد کی فاتو بکواس سے کیا تعلق۔ اس نے خود کو سرزنش کرتے ہوئے فرخ کو دیکھا۔ وہ حیرانی سے اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''چلو فرخ! کھانا کھاؤ ــــــ بے شک کم ہی سہی۔'' اُسامہ نے کہا بلکہ خود پلیٹ میں ڈال کر جب فرخ کو دے رہا تھا تب اچانک وہ خبیث چلا آیا۔ مگر غنیمت ہو کچھ کہنے کی بجائے مسکراتا ہوا پاس سے گزر گیا اور وہ خود بھی فرخ سے الگ ہٹ گیا۔

جبار کے سسرال جس طرح ہلا گلا کرتے آئے تھے اسی طرح لوٹ گئے اور اب اِدھر سے جانے کی تیاریاں ہونے لگی تھیں۔ اُسامہ باہر کھڑا جبار کے کزن عدنان سے باتیں کر رہا تھا جب شہزاد فرخ کے ساتھ باہر نکلا۔ ہمراہ جبار بھی تھا۔ وہ تینوں شہزاد کے گھر کے گیٹ کی طرف گئے جہاں شہزاد کا ڈرائیور رشید اسی کے کہنے پر گاڑی لئے کھڑا تھا۔ اُن کے بیٹھتے ہی گاڑی چل دی۔ جبار اُسامہ کی طرف آیا تو اُسامہ نے پوچھا۔

''یہ لوگ ابھی سے کیوں چلے گئے؟''

''کہتے تھے زیادہ رُکنا ٹھیک نہیں۔''

''آئے کیسے تھے؟''

''جب اور حور کو بے ہوش کرنے کے بعد ــــــ ویسے وہ سونے کے لئے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ مگر احتیاطاً شہزاد نے یہ کام بھی دکھا دیا۔ ورنہ ڈرائیور کو وہ پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ فلاں وقت پر فلاں جگہ گاڑی لے کر آ جانا ــــــ یوں گھر کے پچھلے حصے سے یہ لوگ نکل آئے کہ گیٹ پر تو جب کا وفادار چوکیدار موجود تھا۔'' جبار بات ختم کر کے اندر جانے لگا تو اُسامہ نے کہا۔

''مجھے سونے کی جگہ بتا دو ــــــ نیند آ رہی ہے۔ دو بج رہے ہیں۔'' حالانکہ فرخ کے جانے کے بعد وہ خود بھی ان ہنگاموں سے دور ہونا چاہتا تھا۔

''میرا کمرہ حاضر ہے ــــــ ویسے ادھر تو شور ہوگا۔ تم شہزاد کے گھر چلے جاؤ۔ آرام سے سو سکو گے۔'' جبار نے کہا۔

''اور شہزاد کی ممی کی باتیں؟'' اس نے ڈرتے ہوئے کہا۔ ''وہ کہیں یہ نہ پوچھیں کہ شہزاد آج کل کہاں ہوتا ہے؟ ــــــ رہائش کا تمہیں تو بتایا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔''

''یار! وہ ابھی ادھر ہی ہیں۔'' جبار ہنسنے لگا تو اُسامہ شہزاد کے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ گھر میں ملازموں کے علاوہ کوئی بھی نہ تھا۔ اُسامہ سیدھا شہزاد کے کمرے میں آیا۔ شب پر جانے سے پہلے بھی وہ کبھی کبھار یہاں رہ جاتا تھا تو شہزاد کے کمرے میں سوتا تھا اس لئے وہ لائٹ آن کئے بغیر بیڈ کی طرف آیا اور جوتے اتار کر بستر پر گر گیا۔ تھکن اس قدر زیادہ تھی کہ لیٹتے ہی سو گیا۔

صبح ملازم کی دستک سن کر آنکھ کھلی تو پتہ چلا دس بج رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُسامہ جلدی سے اُٹھ بیٹھا۔ بیڈ کے پاس رکھی شہزاد کی چپل پہن کر وہ باتھ روم میں چلا گیا۔ نہا کر کمرے میں آیا اور وارڈ روب کھول کر ایک نظر شہزاد کے سوٹوں پر ڈالی، پھر گرے کلر کا شلوار سوٹ نکال کر وارڈ روب کو بند کر دیا۔ سوٹ بدل کر وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا جب ملازم نے اندر آتے ہوئے کہا۔

''بیگم صاحبہ ناشتے پر آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔''

اُسامہ نے سوچا ضرور شہزاد اور فرخ کے بارے میں پوچھیں گی۔ اب پتہ نہیں شہزاد نے فرخ کے بارے میں کیا بتایا ہوگا۔ کچھ غلط نہ بول دوں۔ اُفوہ، کیا کروں ــــــ وہ سٹڈی ٹیبل والی کرسی پر بیٹھ گیا اور ملازم سے کہا۔

''تم چلو، میں آتا ہوں۔''

ملازم ''جی اچھا'' کہہ کر باہر نکل گیا۔ تب اچانک اُسامہ کی نظر میز پر کھلے پڑے لیٹر پیڈ پر پڑی اور وہ چونک گیا۔ کیا یہ سب شہزاد نے لکھا ہے؟ ــــــ ظاہر ہے اسی نے لکھا ہوگا۔ کمرہ بھی اس کا تھا اور لکھائی بھی اسی کی تھی مگر حیرت کی بات ــــــ اُسامہ نے ایک بار پھر پڑھا۔

''لطف دوراں ہے لطف جنت بھی
ہائے کیا چیز ہے محبت بھی''

اس کے نیچے لکھا تھا۔

''کاش! میں تمہیں بتا سکتا کہ تمہارے بغیر میری زندگی کا مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے۔ تم تو میری زندگی کا حاصل ہو۔ میری پہلی خواہش ہو میں ہر وقت تمہیں اپنے قریب محسوس کرنے کے باوجود چپ رہنے پر مجبور ہوں حالانکہ ــــــ

''تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ڈیئر!''

آگے پتہ نہیں کیا لکھ کر اُسے مٹا دیا تھا۔ اُسامہ کے لئے بڑی حیرت کی بات تھی کہ شہزاد بھی کسی سے محبت کرتا تھا۔ مگر وہ ہستی تھی کون جس کے سامنے شہزاد کو اظہار کی جرأت نہ تھی۔ ارے ــــــ یہ شہزاد کتنا کمینہ ہے ــــــ چپکے چپکے دوستوں کو بتائے بغیر محبت کر رہا تھا۔ حالانکہ ہم نے کبھی کوئی بات ایک دوسرے سے نہ چھپائی تھی۔

''اچھا ــــــ ذرا جبار کی شادی ہو لے، پھر خبر لوں گا۔'' اُسامہ نے سوچا۔ تب ہی ملازم پھر آ گیا اور وہ بھی اُٹھ گیا۔ ناشتے کی میز پر اشرف صاحب بھی موجود تھے۔ وہ ان دونوں کو سلام کرتے ہوئے بیٹھ گیا تو بیگم اشرف نے کہا۔

''جانتے ہو آج بہت دنوں بعد اس کرسی پر کوئی بیٹھا ہے یہ شہزاد کی ہے۔ جب سے وہ گیا ہے تب سے ہم دونوں اکیلے ہی ناشتہ کر رہے ہیں۔''

''جی'' اُسامہ نے سلائس پر مکھن لگاتے ہوئے کہا۔

''اس بار تو وہ چھٹیوں میں بھی گھر نہیں بیٹھا ہمارے پاس نہیں رہا۔ نجانے ایسا کون سا کام آ پڑا ہے اُس کو۔'' بیگم اشرف کی آواز بھرا گئی تو اُسامہ نے سوچا فرخ کے ہاں شہزاد کی ڈیوٹی لگا کر اُس نے اُس کے مما پاپا کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ یہ کام اُسے خود کرنا چاہیے تھا۔

مگر وہ کیسے کر سکتا تھا؟ اُسے تو جمال اچھی طرح جانتا تھا۔ اور رہا جبار تو اُس کے لئے آفس میں جاب کا سوچا تھا مگر اب شادی کے بعد وہ کہاں جاب کر سکے گا جبکہ اُس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی اُسامہ ناشتہ کرنے کے ساتھ ساتھ سوچ بھی رہا تھا۔

''تمہیں کچھ معلوم ہے وہ کہاں ہوتا ہے؟'' بیگم اشرف نے پوچھا۔

''جی آنٹی جی نہیں مجھے بھی کچھ نہیں بتایا اُس نے۔ مجھے بھی نہیں بتایا۔'' اُسامہ نے جلدی سے کہا۔

''اچھا کہتا تھا آج پھر آئے گا۔ اور ڈرائیور کو بھی اُس نے جگہ بتانے سے منع کر دیا ہے۔'' بیگم اشرف نے کہا۔

ذہین تو وہ ہمیشہ سے ہی ہے۔ اُسامہ نے سوچا اور ناشتہ ختم کر کے اُٹھ گیا۔ اُسے حیرت تھی کہ اس کے جسم پر شہزاد کا سوٹ دیکھنے کے باوجود انہوں نے اس بارے میں کوئی بات نہ کی تھی۔

وہ جبار کے گھر آیا تو وہاں شاید سب ابھی اُٹھے ہی تھے۔ کیونکہ شور بہت تھا۔ جبار نے اُسے دیکھا تو جلدی سے اُس کی طرف آیا اور ناشتے کا پوچھا تو اُسامہ نے کہا وہ کر چکا ہے۔ پھر پوچھا۔

''کوئی کام تو نہیں اس وقت؟''

''نہیں ــــــ مگر تم کہیں جا رہے ہو؟''

''ہاں ــــــ جمال کی طرف۔ ذرا بائیک کی چابی دینا۔''

جیسے ہی جبار نے چابی دی وہ باہر آ گیا۔ ٹھیک دس منٹ بعد وہ آفتاب ہاؤس کے باہر موجود تھا۔ چوکیدار نے اُسے دیکھتے ہی اندر اطلاع بھجوائی اور وہ ملازم کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد ملازم واپس آیا اور بتایا۔

''صاحب آپ کا ڈرائنگ روم میں انتظار کر رہے ہیں۔''

بات ختم ہونے سے پہلے ہی وہ گھر میں داخل ہو گیا۔ جب وہ برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا تو اچانک ہی راہداری کا دروازہ کھول کر حور باہر نکلی اور اُسامہ پر نظر پڑتے ہی جہاں تھی وہیں رک گئی۔ اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ اُس رات کی بدتمیزی کے بعد وہ آج اُس کے سامنے آئی تھی۔ اُسامہ نے کن انکھیوں سے آس پاس نظر دوڑانے کے بعد مسکرا کر اس کو دیکھا اور عاشقانہ انداز میں سیٹی بجائی۔

''تم کمینے! پھر آ گئے ــــــ تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی؟'' حور غرائی۔

''جب تک جمال صاحب ادھر ہیں تب تک تو آنا جانا لگا رہے گا ــــــ تم سناؤ تم کیسی ہو؟ میں تو تمہاری جدائی میں بہت بے تاب ہوں۔ نجانے آفتاب کب مرے گا اور کب تم ــــــ''

''بکواس بند کرو۔''

''یہ بکواس نہیں ــــــ کاش تم میری محبت ــــــ'' اس نے پھر کہنے کی کوشش کی۔

''کمینے!'' حور اُسے مارنے کو لپکی تو اس نے دونوں ہاتھ تھام کر مصنوعی سرد لہجے میں کہا۔

''آج نہیں تو کل وہ مر ہی جائے گا ــــــ تم ابھی جوان ہو، خوبصورت ہو۔ میں بھی جوان ہوں ــــــ پھر کیوں نہ ہم دونوں ــــــ''

''بکواس بند کرو ارے کوئی ہے؟'' وہ زور سے چیخی اور اُسامہ نے گھبرا کر اس کے ہاتھ چھوڑ دیئے اور ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔ پیچھے اُس نے لالہ رخ اور شہزاد کی آواز سنی تھی۔ وہ دونوں حور سے پوچھ رہے تھے۔ ''کیا ہوا؟''

جمال نے اُسے دیکھا اور مسکرا کر پاس قریب آنے کا اشارہ کیا۔ وہ کھڑکی کے قریب کھڑا تھا اور شاید اُسامہ کی ساری بیہودہ حرکتیں دیکھ چکا تھا۔ اُسامہ کھڑکی کے قریب آیا تو حور ابھی تک وہیں کھڑی تھی اور اب رو بھی رہی تھی۔ لالہ رخ اور شہزاد اب بھی قریب کھڑے پوچھ رہے تھے۔

''کیا ہوا ــــــ؟''

''کچھ نہیں۔'' حور نے غصے سے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ شہزاد اور لالہ رخ نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر وہ بھی چلے گئے۔ تب جمال نے اُسامہ کی طرف غور سے دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ تھی۔ پھر صوفے کی طرف دیکھتے ہوئے اُس نے اُسامہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پوچھا۔

''یہ کیا حرکت کی تھی تم نے؟ ــــــ میں کھڑا دیکھ رہا تھا۔ ویسے حور کو روتے دیکھ کر مجھے بہت سکون ملا ہے۔''

''بس کیا بتاؤں ــــــ اُس کو دیکھ کر دل بے قابو ہو گیا تھا۔ کافر حسین بھی تو بہت ہے۔ کاش آفتاب جلدی ہی مر سکتا۔'' اُس نے دعائیہ انداز میں کہا۔

''یہاں ایسی بکواس نہ کرو ــــــ یہ بتاؤ اتنے دن کہاں رہے ــــــ آئے کیوں نہیں؟''

''بس ہو گیا ہو اتھا اور کچھ ایسا اچانک گیا تھا کہ کسی کو بتانا بھی بھول گیا۔'' اُسامہ نے مسکرا کر کہا۔

''کیا بیٹے؟'' جمال نے پوچھا۔

''منگنی کروانے۔'' اُسامہ نے انگوٹھی والا ہاتھ سامنے کیا۔

''ارے مبارک ہو ــــــ کون ہے وہ اور کیا نام ہے اس کا؟''

''میری کزن ہے شاہانہ۔ مجھ سے بہت محبت کرتی ہے۔''

''اونہہ، محبت ــــــ کیا تم بھی اس سے محبت کرتے ہو؟'' جمال نے منہ بنا کر پوچھا۔

''فی الحال تو نہیں۔'' اُسامہ نے آنکھ دبائی، پھر سنجیدگی سے کہا۔ ''مگر شادی کے بعد صرف اُسی سے محبت کروں گا۔ آپ کی طرح نہیں کروں گا۔'' اُسامہ نے اس پر طنز کیا، پھر ہنس کر کہا۔ ''فی الحال تو حور سے محبت کر رہا ہوں ــــــ مگر اس کا حصول کچھ مشکل ہی نظر آتا ہے۔ اُس رات بھی جب میں نے اپنی محبت کا اظہار کیا، وہ اسی طرح خفا ہوئی تھی۔ پتہ نہیں وہ کبھی رضامند بھی ہو گی یا نہیں۔'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''تم چاہو تو اُس کا حصول آسان ہو سکتا ہے ــــــ بس آفتاب کو ختم کرنے کا طریقہ تم سوچ لو اور ذرا جلدی سوچو کہ وہ مجھے باہر جانے کے لئے مجبور کرنے لگی ہے۔ ابھی تو میں نے کہہ دیا ہے کہ کاغذات تیار کروا رہا ہوں۔ مگر کب تک؟'' جمال نے سوچتے ہوئے کہا۔

''سوچ تو رہا ہوں ــــــ مگر ابھی تک کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ ابھی تو بس ویسے ہی آپ سے ملنے چلا آیا تھا۔ دو چار دن ایک دوست کی شادی کی وجہ سے مصروف ہوں۔ اس کے بعد سنجیدگی سے اس کا حل بھی سوچوں گا۔ آپ بھی فارغ نہ بیٹھئے ــــــ خود بھی کچھ سوچئے۔ ویسے کیا میں اس وقت اکبر سے مل سکتا ہوں؟''

''اکبر سے ملنے پر کوئی پابندی نہیں ــــــ چلو، میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ وہاں آفتاب کو بھی دیکھ لینا۔''

جمال اٹھا تو اُسامہ بھی اٹھ گیا۔ وہ دونوں آفتاب کے کمرے میں آئے تو فرخ بھی وہیں تھی ــــــ اُسامہ کو دیکھتے ہی شہزاد کھڑا ہو گیا اور جلدی سے ''صاحب جی! سلام۔'' کہا۔ اُسامہ دل میں اس کی سابقہ حرکتوں سے جلا ہوا تھا، اُس نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کچھ خدمت بھی کرتے ہو اپنے صاحب کی یا ہر وقت یونہی پاس ہی بیٹھے رہتے ہو ملازم کا اصل کام اپنے مالک کی خوشنودی ہوتا ہے۔ تم کیسے ملازم ہو، جب بھی میں آتا ہوں تم یونہی بیٹھے ہوتے ہو۔''

''صاحب جی! آپ کی مہربانی سے میرا صاحب چونکہ یونہی پڑا رہتا ہے اس لئے میں بھی یونہی بیٹھا رہتا ہوں ــــــ آپ مالک کو اُٹھنے پر مجبور کریں، میں خود بخود اٹھنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔'' وہ بھی ایک نمبر کا خبیث تھا۔ ترکی بہ ترکی جواب دے ہی دیا۔ جمال نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

''شکریہ اُسامہ'' اور اُسامہ جب اُس کے ساتھ باہر آ رہا تھا تو پیچھے سے شہزاد نے آہستہ سے کہا۔

''تم کسی دن اپنی ان بیہودہ حرکتوں سے جوتے کھاؤ گے ــــــ آج حور کو چھیڑنے کی کیا ضرورت تھی؟''

اُسامہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ جمال کے ساتھ باہر نکل آیا تاہم اس نے دیکھا جمال جتنی دیر بھی کمرے میں رہا کھوئی کھوئی نظروں سے فرخ کو دیکھتا رہا ــــــ جبکہ فرخ سمٹنے یا ڈرنے کی بجائے لاپرواہی سے بیٹھی پیر ہلاتی رہی تھی۔ باہر نکلتے ہی اُسامہ نے جمال سے کہا۔

''تم نے دیکھا اُسامہ؟''

''کیا؟'' اس نے جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے پوچھا

''فرخ کو اُس کی لاپرواہی کو۔ یہ وہ فرخ ہے جو میری طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کا بھی حوصلہ نہ رکھتی تھی جو میری موجودگی کا احساس ہوتے ہی سہم جایا کرتی تھی۔ وہی فرخ اب مجھے کوئی اہمیت نہیں دیتی۔ تم نے دیکھا، اُس نے مجھے سلام تک نہیں کیا۔ اور پھر وہ کتنی لاپرواہی سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے پاؤں ہلاتی رہی۔ یہ جرأت اُسے پہلے نہیں تھی۔''

''لگتا ہے جرأت حور نے اس کو دی ہے۔'' اُسامہ نے جلدی سے کہا۔

''اونہہ حور اُس کی یہ مجال نہیں ہو سکتی۔ اور پھر حور پہلے بھی تو یہیں ہوتی تھی۔ تب فرخ ایسی نہ تھی۔

''پھر ب کیسے ہو گئی؟'' اُسامہ نے پوچھا۔

''یہی تو میں جاننے کی کوششیں کر رہا ہوں جانتے ہو میرے ہزار بار کہنے پر وہ ایک بار ہلکا سا مسکرائی بھی نہ تھی اور آج کل خوب قہقہے لگا کر ہنستی ہے مگر یہ ہنسی میرے لئے نہیں ہوتی۔ بلکہ مجھے تو اپنے لئے اس ہنسی میں طنز محسوس ہوتا ہے۔ اور اب میں یہ چویشن زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتا اب میں لالہ رخ کو تا ر رہوں گا کہ ابھی میں تنا زندہ بھی نہیں ہوا کہ ایک چھوٹی سی مٹی سی چڑیا مجھے چڑا سکے یا نظر انداز کر سکے۔''

''جمال صاحب! یہاں آپ کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتے۔ حور آپ کو گھر سے نکال دے گی۔'' اُسامہ نے یہ جاننے کے باوجود بھی کہ حور اُس کی ساتھی ہے، حور ہی کے حوالے سے بات کی۔ حالانکہ لالہ رخ کو یہ ساری جرأتیں تو شہزاد نے دی تھیں۔ ایک بھائی کی موجودگی میں بہن خوفزدہ نہیں ہو سکتی تھی۔ جبکہ بھائی بھی شہزاد جیسا کمینہ ہو۔

''حور کی کیا ہمت ہے ہو سکتا ہے سب آفتاب کے ساتھ ساتھ اُس کا پتا بھی کاٹنا پڑے اب مجھے انجام کی پروا نہیں بس میں لالہ رخ کو حاصل کرنا چاہتا ہوں اُس کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ کتنی بھی بہادر بن جائے میرا مقابلہ نہیں کر سکتی۔'' جمال دانت پیستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''چھوڑیے جمال صاحب! آپ تو زیادہ ہی سیریس ہو گئے ــــــ پہلے آفتاب کا سوچ لیں، تب پھر بعد میں لالہ رخ کا انجام بھی کر دیجئے گا۔''

''ہو سکتا ہے لالہ رخ کا انجام آفتاب سے پہلے ہو جائے۔'' جمال نے کہا تو اُسامہ کا خون کھولنے لگا۔ مگر اُسے ضبط کرنا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اجازت لے کر چلا گیا۔ جمال کے منہ سے مزید ایسی باتیں سنتا تو ضبط نہ کر پاتا۔ اب اُسے اور بھی فکر ہو گئی تھی۔ اُس نے سوچا، جبار سے بات کرے گا۔ وہ شہزاد کو سمجھائے گا۔ کیونکہ اُسامہ کو یقین تھا کہ لالہ رخ یہ سب کچھ اسی کے کہنے پر کر رہی تھی جبکہ ابھی اُس کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

آفتاب ہاؤس سے نکل کر وہ سید عطا طارق روڈ آیا تا کہ جبار اور اُس کی دلہن کے لئے گفٹ لے سکے اور خود اپنے لئے بھی ایک آدھ سوٹ خرید لے۔ کیونکہ گھر جانے کا اُس کا موڈ نہ تھا۔

رات کو بارات جانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں جب شہزاد آیا۔ اُس نے سیاہ ڈنر سوٹ پہن رکھا تھا جبکہ لالہ رخ فیروزی سادہ سوٹ پر ہلکا سا کامدار دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی۔ اُن کو دیکھتے ہی فرحینہ لالہ رخ کی طرف بڑھی جبکہ شہزاد سیدھا جبار کی طرف آیا۔ مووی بن رہی تھی۔ وہ کچھ دیر کھڑا مووی بنوا تا رہا، پھر پنڈال کی طرف بڑھ گیا۔ فرحینہ کے بعد لالہ رخ، بیگم شرف سے مل رہی تھی۔ پھر نجانے کیا بات ہوئی وہ زور سے ہنس پڑی۔ اُسامہ نے حیران ہو کر اُسے دیکھا۔ تب ہی اُس کی نظر اُس پر پڑ گئی اور وہ تیزی سے اس کے قریب آئی اور مسکرا کر اُسے سلام کیا۔

''بہت دیر کر دی آنے میں۔'' اُسامہ نے بغور اُس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا جس پر کل والی افسردگی دور دور تک نظر نہ آ رہی تھی

''وہ جان بھائی آج دیر سے آئے تھے اور ان کے آنے سے پہلے تو ہم نکل ہی نہ سکتے تھے۔ بس یہی وجہ ہے دیر کی۔'' وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی اور بار بار اُسامہ کی منگنی کی انگوٹھی کو بھی دیکھ رہی تھی۔ اُسامہ سمجھ گیا شہزاد نے بات صاف کر دی ہے۔ وہ دل ہی دل میں مسکرایا مگر بظاہر چپ چاپ کھڑا رہا۔ جب تک جبار نے آواز دے کر کہا۔

''یار! بارات روانہ ہونے والی ہے ــــــ کچھ خیال کرو ــــــ اس مووی میں تم دونوں نخرہ دکھانے کی بجائے ذرا ایک بار میرے ساتھ بیٹھ کر، کھڑے ہو کر مووی تو بنوا تا کہ مووی دیکھنے کے بعد معلوم ہو ہم تینوں ہی یہاں موجود تھے۔''

جبار کی بات پر اُسامہ ہی نہیں، شہزاد بھی مسکراتا ہوا چلا آیا اور پھر وہ دونوں باڈی گارڈز کی طرح اُس کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔

جبار کی دلہن کو گفٹ اُسامہ نے ولیمے والے روز دیا تھا۔ کیونکہ بارات کی واپسی رات گئے ہوئی تھی اور واپس آتے ہی وہ کوئی کام نہ پا کر شہزاد کی طرف سونے چلا گیا۔ پھر ولیمے والی رات جب وہ فارغ ہوا تو جبار رسم کے مطابق اپنے سسرال جا چکا تھا جبکہ لالہ رخ اور شہزاد آئے ہی تھوڑی دیر کے لئے تھے اور پھر چلے گئے تھے۔ وجہ وہ معلوم نہ کر سکا تھا کہ کام میں بے حد مصروف تھا۔

لیکن جب رات گئے تین دن بعد اپنے گھر میں داخل ہوا تو سب بے خبر سو رہے تھے۔ دروازہ بھی ملازم نے کھولا تھا۔ وہ آرام سے اپنے کمرے میں آیا اور لباس بدل کر سونے کی تیاری کرنے لگا۔

صبح جب وہ اٹھا تو بھائی جان آفس جا چکے تھے اور دونوں بچے سکول۔ گھر میں صرف بھابی اور امی تھیں ــــــ اُسے دیکھتے ہی بھابی مسکرائیں اور انگوٹھی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''منگنی کروا کر آتے ہی کہاں غائب ہو گئے تھے؟''

''امی کو معلوم تھا میرے دوست جبار کی شادی تھی مجھے وہاں کا سارا کام دیکھنا تھا۔ فرصت کہاں ملی گھر آنے کی۔''

''فون کر کے اطلاع تو کر ہی سکتے تھے اپنے نہ آنے کی۔''

''ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی میں نے۔'' یہ کہہ کر اُسامہ نے انگوٹھی اُتار کر بھابی کے سامنے رکھ دی۔

بھابی نے حیران ہو کر انگوٹھی کو دیکھا اور پوچھا۔

''اُتار کیوں دی ــــــ خیریت؟''

''اس لئے کہ سونا مردوں کے لئے حرام ہے۔'' اُسامہ نے کہا۔

''تو پھر وہاں کہتے، وہ لوگ ڈائمنڈ کی پہنا دیتے۔'' بھابی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''امی ــــــ!'' اُسامہ نے بھابی کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے آپ کو منع بھی کیا تھا کہ میں ابھی شادی کرنا نہیں چاہتا۔ اس کے باوجود آپ نے یہ سب کیوں کیا؟''

''ارے منگنی ہی تو کی ہے ــــــ شادی تو جب کہے گا تب ہی ہو گی۔'' امی نے بھابی کے ہاتھ سے انگوٹھی لیتے ہوئے کہا۔

''امی! آپ میری بات کو ٹھیک سے سمجھی ہی نہیں ــــــ مجھے ابھی نہ منگنی کرنی ہے نہ شادی۔''

''لیکن اب تو منگنی ہو گئی۔'' بھابی مسکرائیں۔

''نہیں بھابی جان! یہ منگنی ہوئی نہیں، زبردستی کی گئی ہے۔ اس لئے میں اس کو ختم کرتا ہوں ــــــ وہاں میں ماموں کی وجہ سے بلکہ اُن کی بیماری کی وجہ سے چپ رہا لیکن اب یہ انگوٹھی آپ سنبھال کر رکھیں۔ جب اُن میں سے کوئی یہاں آئے گا تو واپس کر دیجئے گا۔''

''اُسامہ ــــــ! بیٹا تُو کیا بک رہا ہے؟'' امی نے غصے سے کہا۔ بھابی بھی حیرت سے اُسے دیکھ رہی تھیں۔ لیکن اب اُسے کسی کی پروا نہیں تھی۔ اب جب یہ بات صاف ہو گئی تھی کہ لالہ رخ بھی اُس سے محبت کرتی ہے تو ایسے میں شاہانہ سے شادی ناممکن سی بات تھی۔ اور اگر لالہ رخ نہ بھی اُسامہ کے راستے میں آئی ہوتی تب بھی شاہانہ سے شادی نہ کرتا کہ اُسے اس کی عادتیں پسند نہیں تھیں۔

''ارے بولتا کیوں نہیں ــــــ اب چپ کیوں ہے؟ ــــــ کیوں منگنی ختم کرنا چاہتا ہے؟ ــــــ کیوں مجھے بھائی کی نظروں میں ذلیل کرنا چاہتا ہے؟'' امی کہہ رہی تھیں۔ مارے غصے کے ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ غصہ تو بھابی کے چہرے پر بھی تھا مگر وہ چپ تھیں۔ شاید یہ سوچ کر کہ جب ماں بات کر رہی ہے تو انہیں کیا ضرورت ہے بولنے کی۔

''امی! میں کسی اور کو پسند کرتا ہوں ــــــ اس لئے شاہانہ سے شادی نہیں کر سکتا۔'' بالآخر اُسے کہنا پڑا۔

''کون ہے وہ؟'' امی نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

''ابھی نہیں ــــــ لیکن جلد ہی وقت آنے پر بتاؤں گا۔''

''کیسا وقت؟'' امی نے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''مناسب وقت ــــــ'' اُسامہ نے کہا اور مزید بحث سے بچنے کے لئے گھر سے باہر چلا گیا۔

جبار اپنے سسرال میں تھا اور شہزاد سے اُس کی بات چیت بند تھی۔ وہ ابھی تک ناراض تھا۔ وجہ نجانے کیا تھی۔ وہ کیا چاہتا تھا؟ باقی بچا جمال، اُس کے پاس وہ جانا نہیں چاہتا تھا ــــــ یہی وجہ تھی وہ سید عطا سمندر پر آیا اور آفتاب کے بارے میں سوچنے لگا۔ جمال اُس کی شوگر کم رکھتا تھا۔ اب ڈاکٹر پوری کر دیں گے تو یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس کے بعد جمال کا کیا کرنا ہو گا؟ ظاہر ہے وہ دونوں کتنا بھی ایک دوسرے کا خود کو دشمن ظاہر کریں ان کا پروگرام تو ایک ہی تھا خیر اُس کا کام تو آفتاب کی جان بچانا تھا۔ وہ ٹھیک ہو جائے تو وہ اُس کو جمال اور حور کے بارے میں صاف صاف بتا دے گا۔ پھر وہ جو بھی فیصلہ کرے۔ فی الحال جمال کے خلاف کوئی بھی قدم نہیں اٹھایا جا سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا جبکہ قانون ثبوت مانگتا ہے اور کیا گل اور آفتاب جو پسند کی شادی میں دھوکا کھا چکے ہیں، کیا اس بات کو مان لیں گے کہ لالہ رخ بھی پسند کی شادی

''اوہ یہ میں کیا قبل از وقت سوچ رہا ہوں۔ مجھے تو بھائی جان کے بارے میں سوچنا چاہئے'' امی، بھابی کی باتوں کو اہمیت نہ دیتے ہوئے وہ گھر سے باہر آ گیا تھا مگر بھائی جان سے کیسے بچا جائے ''کیا مصیبت ہے؟ یہ چھٹیاں بھی ختم ہونے میں نہیں آ رہیں۔ ابھی چند روز مزید گھر والوں کے ساتھ گزارنا ہوں گے اور

باتیں سننا ہوں گی۔ کیا بکواس ہے، بندہ اپنی زندگی کا اہم فیصلہ بھی خود نہیں کرسکتا۔ خیر، دیکھتا ہوں بھائی جان کیا کہتے ہیں۔ مگر میں اُن کو کہنے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔ میں رات گئے گھر جایا کروں گا اور صبح بھائی جان کے آفس جانے کے بعد اُٹھا کروں گا۔'

اور پھر اُسامہ نے یہی کیا تھا۔ سارا دن اِدھر اُدھر آوارہ گردی کی اور رات گئے جب گھر میں داخل ہوا تو سب سو چکے تھے۔ کھانا وہ باہر سے ہی کھا کر آیا تھا اس لئے خود بھی مسکراتا ہوا سونے کی تیاری کرنے لگا۔

صبح ابھی وہ سو رہا تھا جب ملازم نے دروازے پر دستک دی اور اُس نے اس کو ڈانٹ کر بھگا دیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر دستک ہوئی۔ اُس نے پھر نوکر کو ڈانٹنا چاہا تھا کہ بھائی جان نے آواز دی۔

''اُسامہ! اُٹھ جاؤ۔ میں ناشتے پر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔''

''آپ میرا انتظار نہ کریں بھائی جان! میں بعد میں ناشتہ کرلوں گا۔'' اُس نے سب کچھ جاننے کے باوجود انجان بنتے ہوئے کہا۔

''بکواس مت کرو، فوراً اُٹھ جاؤ۔'' بھائی جان نے غصے بھرے لہجے میں کہا تو وہ سمجھ گیا کہ بھابی اور امی اپنا کام کرچکی ہیں اور اب اُسے بھی اٹھنا ہوگا۔

''آپ چلیں بھائی جان! میں ابھی تیار ہو کر آتا ہوں۔'' اُسے کہنا پڑا۔

''سیدھا ناشتے کی میز پر آنا۔ بھاگ نہ جانا۔'' کہہ کر بھائی جان چلے گئے۔ مجبوراً اُس کو اٹھنا پڑا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آیا تو بھابی، بھائی جان سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ اُسے دیکھ کر چپ ہوگئیں۔ وہ بھی چپ چاپ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اور اخبار اپنے سامنے پھیلا کر پڑھنے کی بجائے اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ بھائی جان کچھ کہیں۔

''پہلے ناشتہ کرو، بات بعد میں ہوگی۔'' بھائی جان نے اُسے اخبار پڑھتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

اس نے اخبار ایک طرف رکھ دیا اور ناشتہ کرنے لگا۔ ناشتے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ بھائی جان نے کہا۔

''یہ کیا خرافات پھیلا رکھی ہے تم نے؟''

''میں سمجھا نہیں بھائی جان؟'' اُسامہ نے ایک بار پھر اخبار کھولتے ہوئے دانستہ اُن کو دیکھنے سے گریز کیا۔

''منگنی کی انگوٹھی کیوں اُتار دی تم نے؟'' بھائی جان نے یوں کہا جیسے وجہ اُس کے منہ سے سننا چاہتے ہوں۔

''اس لئے کہ مجھے یہ منگنی پسند نہیں تھی۔ آپ سب نے مجھے بتائے بغیر زبردستی کی تھی۔''

''فضول باتیں مت کرو اُسامہ! یہ......'' بھائی جان نجانے کیا کہنا چاہتے تھے کہ اُس نے ان کی بات کاٹ کر کہا۔

''بھائی جان! میں نے آپ سب سے پہلے ہی کہا تھا کہ میں ابھی منگنی، شادی نہیں کرنا چاہتا۔ اس کے باوجود آپ نے مجھے دھوکے سے لاہور بھیج دیا۔''

''وہ اس لئے کہ ہم نے سوچا منگنی بھی ہو جائے، شادی جب تم کہو گے تب ہوگی۔ مگر اب تم ایک نئی کہانی سنا رہے ہو۔ کون ہے وہ لڑکی جس کی وجہ سے تم شادی سے انکار کر رہے ہو؟''

''ابھی میں اس کے بارے میں بتانا نہیں چاہتا۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ خشک ہوگیا۔

''مگر میں ابھی سننا چاہتا ہوں۔'' بھائی جان نے غصے سے کہا۔

''بھائی جان! میں مجبور ہوں۔''

''اور ہم بھی مجبور ہیں۔ تمہیں اگر شاہانہ سے شادی نہیں کرنا تھی تو سیدھی طرح کہتے کہ میں یہاں شادی کرنا نہیں چاہتا۔ اس طرح امی، ماموں کو سمجھا سکتی تھیں کہ وہ مجبور ہیں، اُسامہ نے اپنے لئے خود لڑکی دیکھ لی ہے۔ مگر اب ''وہ رُکے گھور کر اُسے دیکھا اور غرّا کر کہا۔ ''اب یہ ناممکن ہے امی، ماموں سے انکار نہیں کر سکتیں۔ اب تمہیں شاہانہ سے ہی شادی کرنا ہوگی۔ بھول جاؤ اُس لڑکی کو۔ یہ منگنی ختم نہیں ہوسکتی۔ یہ لو انگوٹھی اور اس کو پہن لو سیدھی طرح ورنہ ''انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''آپ زیادتی کر رہے ہیں بھائی جان! شادی مجھے کرنا ہے اور اپنی پسند ''

''بکواس بند کرو اور انگوٹھی پہن لو۔'' بھائی جان دہاڑے۔

''اچھی بات ہے انگوٹھی پہن لیتا ہوں مگر شادی شاہانہ سے ہرگز نہیں کروں گا۔ کیونکہ مجھے ''

''فالتو باتیں مت کرو شادی بھی تمہاری شاہانہ سے ہوگی۔ وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ اور مجھے امید ہے شادی کے بعد تم اپنی حماقت کو بھول جاؤ گے۔''

''اونہہ اچھی طرح جانتا ہوں وہ کتنی اچھی ہے۔'' اُسامہ نے انگوٹھی پہنتے ہوئے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور میز سے اُٹھ گیا۔

''اب کہاں جا رہے ہو؟ چھٹیاں ختم ہونے میں آگئی ہیں مگر تمہارے قدم گھر میں نہیں ٹکتے کہاں رہتے ہو سارا دن؟''

''ضروری کام ہے۔'' اس نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ مارے غصے کے اُس کا برا حال تھا مگر یہ غصہ وہ بھائی جان پر نہیں نکال سکتا تھا کہ ابو کی وفات کے بعد وہی تھے جنہوں نے تعلیم مکمل کی اور گھر کو بھی سنبھالا اور معاشرے میں اُسے ایک مقام دلایا، اپنی محنت سے۔ تاہم یہ تو زیادتی تھی کہ وہ بڑے ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔ کو کہ اس سے غلطی ہوئی تھی۔ اُسے پہلے ہی دن اُن کو بتا دینا چاہئے تھا کہ میں کسی کی محبت میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ مگر جب اُسے لالہ رُخ کے بارے میں معلوم نہ تھا کہ وہ اُس کے بارے میں کیا خیالات رکھتی ہے لیکن اب تو ساری بات کھل چکی تھی۔ اب جب اُسے یقین ہوگیا تھا کہ وہ بھی اس سے محبت کرتی ہے پیار کرنے لگی ہے تو ایسے میں شاہانہ سے شادی ناممکن تھی۔ مگر بھائی جان کے سامنے انکار بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو وہ شہزاد کی طرف چلا آیا۔ چوکیدار نے بتایا۔

''آفتاب صاحب کی طبیعت اچانک ہی کچھ خراب ہوگئی ہے وہ سب لوگ ہاسپٹل گئے ہیں۔''

یہ سن کر اُسامہ بھی گھبرا گیا کہ کہیں شہزاد سے پھر کوئی غلطی نہ ہوگئی ہو اُس نے ہاسپٹل کا نام معلوم کیا اور روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچا تو آفتاب ایمرجنسی میں تھا جبکہ لالہ رُخ باہر کوریڈور میں کھڑی رو رہی تھی۔ شہزاد نجانے کہاں تھا۔ گھر کا کوئی اور فرد بھی پاس نہیں تھا۔

''لالہ رُخ! کیا ہوا؟'' اُسامہ نے اُس کے پاس جاتے ہی پوچھا۔

''بھائی جان'' وہ روتے ہوئے صرف یہی کہہ سکی۔

''کیا ہوا بھائی جان کو اور شہزاد کہاں ہے؟'' اُس نے پھر پوچھا۔

''وہ انجکشن لینے گئے ہیں۔'' لالہ رُخ اتنا کہہ کر پھر چپ ہوگئی۔

''یہ سب ہوا کیسے کچھ بتاؤ تو سہی۔''

''ڈاکٹر گھر آیا تھا۔ شہزاد بھائی ہی اُس کو لائے تھے۔ اُس نے بھائی جان کو انجکشن دیا۔ انجکشن دینے کے کچھ ہی دیر بعد بھائی ہوش میں آگئے۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا، کچھ دیر دیکھتے رہے پھر پتہ نہیں کیا ہوا، اُن کے چہرے پر تکلیف کے آثار پیدا ہوئے اور پھر وہ چیخنے چلانے لگے۔ ہم گھبرا گئے۔ شہزاد بھائی نے کہا۔ ''ڈاکٹر صاحب! کیا ہو رہا ہے؟'' تو ڈاکٹر نے کہا۔ ''شوگر کی مسلسل کمی کی وجہ سے ان کے اعصاب کمزور ہوگئے ہیں۔ اور اب میرا خیال ہے شوگر برابر ہونے کا بھی کچھ خاص اثر نہیں ہو رہا۔'' چونکہ بھائی جان نے اُٹھنے کی کوشش کی اور گر کر بے ہوش ہوگئے تو ہم ڈاکٹر کے کہنے پر ہاسپٹل لے آئے مگر ابھی تک بھائی جان کو ہوش نہیں آیا۔'' لالہ رُخ نے روتے ہوئے ساری کہانی سنادی۔

اُسامہ چپ چاپ اس نئی حالت پر سوچنے لگا، پھر پوچھا۔

''تمہاری بھابی اور جمال کو نہیں معلوم آفتاب کو یہاں لانے کے بارے میں؟''

''نہیں بھابی آج آفس گئی ہیں۔ دوپہر تک وہیں رہیں گی اور باجی اپنے کمرے میں تھیں اس لئے ہم نے اُن کو بھی نہیں بتایا۔''

چونکہ ایمرجنسی کا دروازہ کھلا اور نرس نے انجکشن کا پوچھا اور لالہ رُخ کے جواب دینے سے پہلے ہی شہزاد بھاگتا ہوا کوریڈور میں داخل ہوا۔ انجکشن نرس کو دیئے اور پھر حیرت سے اُسامہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم یہاں کیسے؟'' اس وقت وہ ساری ناراضگی بھول گیا۔

''آفتاب ہاؤس گیا تو چوکیدار نے بتایا۔'' اُس نے کہا۔

''ہوں میں نے تمہارے گھر فون کیا تھا۔ معلوم ہوا تم ناشتے کے فوراً بعد گھر سے نکل گئے ہو۔ پھر جبار کو فون کیا، معلوم ہوا آج آئے گا سسرال سے۔'' شہزاد چپ ہوگیا۔ کچھ دیر سوچتا رہا پھر کہا۔ ''آج تو غضب ہوگیا لالہ رُخ نے کہا تھا کہ کبھی کبھار جب جمال کو دستخط کی ضرورت پیش آتی ہے تو بھائی جان صحیح ہو جاتے ہیں۔ پھر باتیں بھی کرتے ہیں اور بس کہیں سے میں مار کھا گیا۔ میں نے سوچا وہ یہ سب شوگر برابر کرنے کے بعد کرتا ہوگا میرے خیال میں آفتاب کی بیماری صرف شوگر کی کمی پوری ہو جانے پر ختم ہو جائے گی۔ سو میں نے انکل سے بات کی۔ انہوں نے ڈاکٹر کو میرے ساتھ بھیج دیا اور انجکشن لگتے ہی آفتاب ہوش میں آگیا مگر بعد میں

حالت زیادہ خراب ہو گئی۔ وہ تو شکر ہے جمال اور حور گھر پر نہیں تھے ورنہ پتہ نہیں کیا ہو جاتا۔“

”لیکن اُن کو ملازموں سے تو پتہ چل جائے گا۔“ اُسامہ نے بغور شہزادکو دیکھتے ہوئے کہا جو فرخ سے زیادہ پریشان لگ رہا تھا۔

”ملازموں کو تو پتہ ہی نہیں۔ اور چوکیدار کو میں نے کسی کو بھی بتانے سے منع کر دیا تھا۔“

”لیکن مجھے تو اُس نے بتا دیا۔“

”تمہارا اُس سے میں نے خود کہا تھا کہ اگر اُسامہ صاحب آئیں تو اُن کو بتا دینا۔ اب دیکھو کیا ہوتا ہے؟“ وہ ایک بار پھر فرخ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

”اس بے وقوف کو دیکھتے ہو۔ بجائے دُعا کرنے کے روئے جا رہی ہے۔“ پھر فرخ کو پیار سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ”کچھ نہیں ہو گا آفتاب کو جب تک میں زندہ ہوں، وہ بھی زندہ رہے گا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ اب چپ کرو۔“ پھر وہ خود بھی چپ ہو کر کھلتے دروازے کو دیکھنے لگا اور جیسے ہی اُس کے ڈاکٹر نکل کر باہر آئے۔ شہزاد نے جلدی سے آگے بڑھ کر پوچھا۔

”انکل اب کیسے ہیں آفتاب بھائی؟“

”اب تو ٹھیک ہے ـــــ تم اس کو لے جا سکتے ہو اور شام کو مجھ سے گھر پر آ کر ملنا۔“

”انکل ہو سکتا ہے میں نہ آ سکوں مگر یہ اُسامہ ضرور آئے گا۔“ شہزاد نے جلدی سے کہا۔

”اوکے ـــــ جو بھی آ جائے۔“ کہہ کر انکل آگے بڑھ گئے۔ جبکہ وہ سب اسٹریچر پر باہر آتے ہوئے آفتاب کو دیکھنے لگے۔ وہ پھر بے ہوش تھا۔ تا ہم ساتھ آتے ہوئے ڈاکٹر نے کہا۔

”چند گھنٹوں بعد ہوش میں آ جائیں گے۔“

آفتاب کو لے کر وہ گھر پہنچے تو حور اور جمال میں سے کوئی بھی ابھی واپس نہ آیا تھا۔ آفتاب کو اُس کے کمرے میں پہنچا کر اُسامہ نے شہزاد سے کہا۔

”تمہیں اب بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے ـــــ چوکیدار کو ایک بار پھر سمجھا دینا۔ وہ جمال کا خاص آدمی ہے۔“

”وہ جمال کا آدمی ضرور ہے مگر خاص نہیں۔ ویسے وہ میرا دوست بھی بن چکا ہے اور وہ کسی کو کچھ بھی نہیں بتائے گا۔“

”پھر بھی ـــــ احتیاط ضروری ہے۔“

”تم فکر نہ کرو ـــــ میں ایک بار پھر اُسے سمجھا دوں گا۔“

”اچھا تو پھر میں چلتا ہوں ـــــ مگر یاد رکھنا، آفتاب کو ایک لمحہ بھی اکیلا نہ چھوڑنا۔ جمال بھی اب اس کہانی کا اختتام چاہتا ہے ـــــ وہ کسی بھی وقت کوئی بھی خطرناک قدم اٹھا سکتا ہے۔ یہ بات وہ خود مجھ سے کہہ چکا ہے۔“

”اس کی طرف سے بے فکر رہو ـــــ اس کو میں سنبھال لوں گا۔“ شہزاد نے کہا اور اُسامہ باہر چلا آیا۔ جب میں گیٹ سے باہر نکل رہا تھا تب ہی حور کی گاڑی رکی۔ مگر وہ اس کو نظر انداز کرتا ہوا موٹر بائیک پر بیٹھ گیا۔

رات کو وہ ڈاکٹر کے گھر گیا اور اس نے جو کچھ بتایا وہ اُسے مزید پریشان کرنے کے لئے کافی تھا۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ آفتاب کی تمام رپورٹیں دیکھنے کے بعد جو کچھ سے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ

”آفتاب اگر اسی حالت میں رہا تو بمشکل دو ڈھائی سال ہی زندہ رہ پائے گا ـــــ باقی اگر تم لوگ شوگر کی کمی پوری بھی کرتے ہو تو پھر وہ مزید کچھ عرصہ زندہ تو رہے گا مگر معذور ہو کر ـــــ وہ چل پھر نہیں سکے گا۔ اگر شوگر کی زیادتی ہڈیوں کے لئے تباہ کن ہے تو اس کی کمی سے بھی یہی صورت حال پیدا ہوتی ہے۔“

”کوئی ایسا طریقہ ڈاکٹر صاحب کہ آفتاب بالکل صحیح ہو جائے۔“ اُسامہ نے پوچھا۔

”ہے۔ اگر آپ پندرہ روز کے اندر اندر آفتاب کو علاج کے لئے لندن لے جائیں تو وہاں بہت اچھے طریقے سے علاج ہو سکتا ہے۔ یہاں نہیں۔ یہاں ہم آفتاب کو بچا تو لیں گے مگر ہو سکتا ہے وہ چل نہ سکے۔“

”اوکے ـــــ ہم پوری کوشش کریں گے۔“ اُسامہ نے کہا اور اٹھ گیا۔

ڈاکٹر کے گھر سے باہر آ کر اُسامہ نے پہلے جبار کو فون کیا۔ وہ سسرال سے واپس آ چکا تھا۔ فون اُس نے خود ریسیو کیا تو اُسامہ نے کہا۔

”فوراً چلے آؤ۔“

”مگر کہاں؟“ جبار نے پوچھا۔

اُسامہ نے کچھ دیر سوچا۔ صبح ناشتے کے بعد کچھ کھا نہیں سکا تھا اس لئے کہا۔

”طارق روڈ پر چلے آؤ ـــــ وہاں، جہاں لاہوری چرغہ ملتا ہے۔“ اور فون بند کر کے شہزاد کے نمبر ملائے۔ وہاں شہزاد بھی شاید ڈاکٹر کی رپورٹ کا منتظر تھا۔ فون اٹھاتے ہی پوچھا۔

”کیا کہا ڈاکٹر نے؟“

”بہت کچھ ـــــ اگر سننا چاہتے ہو تو طارق روڈ پہنچ جاؤ، جہاں لاہوری چرغہ ملتا ہے۔“

”اچھا، اچھا ـــــ میں کوشش کرتا ہوں۔“ کہہ کر شہزاد نے فون بند کر دیا اور اُسامہ بھی ریسیور رکھ کر بوتھ سے باہر نکل آیا۔

پھر جب وہ طارق روڈ پہنچا تو، ہوٹل چرغہ والوں نے جو کرسیاں باہر لگوا رکھی تھیں اُن میں سے ایک پر جبار بیٹھا تھا اور سامنے شام کا اخبار پھیلا رکھا تھا۔ شاید وقت گزارنے کے لئے یا پھر عادت سے مجبور ہو کر۔ عادت بھی تو تھی پڑھنے کی اُسے۔ اُسامہ نے موٹر سائیکل دوسرے روڈ کے کنارے کھڑی کی اور جبار کی طرف آیا۔ جبار نے چونک کر اُسے دیکھا پھر مسکرا دیا۔ اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

”اور سناؤ ـــــ کیا حال چال ہیں تمہارے؟“

”کیا مطلب؟“ جبار نے چونک کر پوچھا۔

”بھئی سسرال سے ہو کر آ رہے ہو۔ اسی لئے پوچھ رہا ہوں۔“

”سب ٹھیک ہے ـــــ تم سناؤ، آفتاب کیسا ہے؟ اور اب کیا پروگرام ہے؟ ڈیوٹی پر حاضر ہونے کا لیٹر تو آج مل گیا ہے۔“

”کیا ـــــ ڈیوٹی جوائن کرنے کا لیٹر مل گیا؟“

”ہاں ـــــ شام کو میں گھر آیا تو پتہ چلا دوپہر میں آیا تھا۔ تمہیں نہیں ملا تھا؟“ جبار پوچھ رہا تھا۔

”میں سارا دن گھر سے باہر رہا ہوں۔“ اُس نے طویل سانس لے کر بتایا۔

”کیوں باہر رہے ـــــ کوئی خاص کام؟“ جبار نے پھر اخبار پر نظر جما دی۔

”وہی، آفتاب کا مسئلہ۔“ کہہ کر اُس نے پوری بات بتا دی۔

”تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے ـــــ تم نے بتایا تو تھا کہ حور کہتی ہے آفتاب کو علاج کے لئے باہر لے جائے گی۔“

”ہاں ـــــ بتایا تو تھا۔ اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے وہ جمال کی کزن اور ساتھی ہے ـــــ اُن کا پروگرام نجانے کیا ہے۔ ہو سکتا ہے راستے میں آفتاب کو ختم کرنے کا پروگرام ہو۔ خیر، اب حور آفتاب کو لے کر جائے یا نہ جائے مگر میں ضرور لے کر جاؤں گا۔ مجھے تو فرخ سے کیا ہوا وعدہ نبھانا ہے۔“ اُسامہ نے بات ختم کی ہی تھی کہ لڑکا آرڈر لینے آ گیا۔ اُس نے تین آدمیوں کا کہہ کر جبار کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

”کیا تم بھی ڈیوٹی پر چلے جاؤ گے یا مزید چھٹیاں لو گے؟“

”ابھی کچھ سوچا نہیں ـــــ ویسے تم اپنے بارے میں بتاؤ۔“

”میں تو اس زندگی سے تنگ آ چکا ہوں ـــــ میرے لئے تو یہ خبر بڑی خوشی کی ہے کہ چھٹیاں ختم ہو گئیں۔ کیونکہ گھر والے میرے ساتھ زبردستی کرنے پر تیار بیٹھے ہیں بھائی جان کہتے ہیں کہ کچھ بھی ہو جائے مجھے شادی شاہانہ سے کرنی ہو گی۔ خیر اب میرا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ جاتے ہوئے انگوٹھی اُتار کر رکھ جاؤں گا اور لکھ جاؤں گا کہ اب کبھی واپس نہیں آؤں گا۔“

”کہاں سے واپس نہیں آؤ گے؟“ شہزاد اچانک ہی قریب آتے ہوئے بولا۔

”کچھ نہیں ـــــ تم آفتاب کا سناؤ۔ اب اُس کی طبیعت کیسی ہے ـــــ کیفیت کیسی ہے؟“

”سب ٹھیک ہے ـــــ ویسی ہی ہے جیسی پہلے تھی۔ میرا مطلب ہے جیسے پہلے ہوتا تھا۔“

”ہوں ـــــ جب میں آ رہا تھا تو حور بھی آفس سے واپس آ گئی تھی۔“

''ہاں ۔۔۔۔۔۔ وہ آفتاب کو ایک نظر ہی دیکھتی ہے، پھر اپنے کمرے میں چلی جاتی ہے۔ تم یہ بتاؤ ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟''

اُسامہ نے اُس کو بھی سب کچھ بتا دیا جو ابھی کچھ دیر پہلے جبار کو بتایا تھا اور ساتھ یہ خبر بھی دی کہ ڈیوٹی پر حاضر ہونے کا لیٹر آ گیا ہے۔

''یہ تو بہت اچھا ہوا۔'' شہزاد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر بولا۔ ''اب وقت آ گیا ہے کہ اب ہم کھل کر آفتاب کے لئے کچھ کر سکیں ۔۔۔۔۔۔ تم کسی بھی طرح جمال کو اس بات پر آمادہ کرو کہ وہ آفتاب کو باہر لے جائے۔ اور یہ سفر بحری جہاز پر کیا جائے۔''

''ارے میں بھی یہی سوچ رہا ہوں ۔۔۔۔۔۔ میں جمال سے کہہ دوں گا کہ وہ حور کو بتا دے کہ ہم آفتاب کو لے کر باہر جا رہے ہیں علاج کے لئے۔''

اور پھر سارا پروگرام طے کر لیا جو اُسامہ کو جمال سے طے کرنا تھا۔ اور پھر کھانا کھانے کے بعد وہ وہاں سے اٹھ گئے۔

اُسامہ گھر آیا تو اس کے کمرے میں وہ لیٹر رکھا تھا جو ڈیوٹی پر حاضر ہونے کا تھا۔ شاید بھابی وغیرہ میں سے کوئی بڑی احتیاط سے سائیڈ ٹیبل پر رکھ گیا تھا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے پڑھا۔ پندرہ دن بعد اُسے شپ لے کر برطانیہ جانا تھا۔ اور پھر جمال سے ملنے کا پروگرام سوچتے ہوئے وہ سو گیا۔

اگلے روز ناشتے سے فارغ ہوتے ہی وہ سیدھا جمال کے آفس جا پہنچا۔ جمال اُسے دیکھ کر مسکرایا، پھر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''خیریت ۔۔۔۔۔۔ اس وقت آئے ہو؟''

''خیریت کہاں جمال صاحب؟ ۔۔۔۔۔۔ ٹھیک پندرہ دن بعد مجھے ڈیوٹی پر حاضر ہونا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟'' اُس نے اُداس لہجے میں کہا۔

''مطلب ۔۔۔۔۔۔ کھل کر کہو۔'' جمال نے سامنے رکھی فائل بند کرتے ہوئے اُسے دیکھا۔

''آپ نے کہا تھا کہ آفتاب کو ختم کرنے کا طریقہ میں ہی سوچوں تو طریقہ تو میں نے سوچ لیا ہے۔ اب پتہ نہیں آپ کو پسند آتا ہے یا ۔۔۔۔۔۔'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر جمال کو دیکھنے لگا۔

''کیا پروگرام ہے تمہارا ۔۔۔۔۔۔ پہلے بتاؤ تو سہی۔'' جمال پوچھنے لگا۔

''پروگرام ایسا ہے کہ آفتاب کی موت کا شک کوئی بھی آپ پر نہ کر سکے گا۔ بس آپ کو ہمت سے کام لینا پڑے گا۔''

''میری ہمت کو کیا ابھی تم نے دیکھا نہیں؟'' جمال نے ہنس کر کہا۔

''دیکھا تو ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ حور کے کہنے کے مطابق آفتاب کو علاج کے لئے باہر لے جانے کی تیاری کریں۔''

''پھر۔'' جمال نے پیپر ویٹ اچھالتے ہوئے اُسے غور سے دیکھا۔

''پھر یہ کہ آپ یہ سفر ہوائی جہاز کی بجائے شپ پر کریں گے اور موقع دیکھ کر آپ آفتاب کو سمندر برد کر دیجئے گا ۔۔۔۔۔۔ میرے خیال میں یہ بہت آسان طریقہ ہے۔''

''لیکن حور جانتی ہے وہ چل پھر نہیں سکتا۔ اس لئے ظاہر ہے وہ سمجھ جائے گی کہ کسی نے خود آفتاب کو اٹھا کر ۔۔۔۔۔۔''

''حور کی فکر چھوڑ کر آپ اپنی بات کریں ۔۔۔۔۔۔ اگر یہ کام آپ کر سکتے ہیں تو میں بطور شپ کیپٹن یہ گواہی دے سکتا ہوں کہ آفتاب کو میں نے اپنی آنکھوں سے عرشے پر سے سمندر میں کودتے دیکھا ہے۔'' اُسامہ نے اُس کو حوصلہ دیا۔

''ارے اگر یہ گواہی دے سکتے ہو تو پھر میں یہ سب ضرور کروں گا ۔۔۔۔۔۔ لیکن اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو گئی تو تمہیں خود ہی سنبھالنا ہو گی۔''

''آپ فکر ہی نہ کریں ۔۔۔۔۔۔ شپ پر ساری صورت حال میں سنبھال لوں گا۔ مگر ۔۔۔۔۔۔''

''مگر کیا؟'' جمال نے جلدی سے پوچھا۔

''مگر یہ کہ پھر حور سے میں جو بھی سلوک کروں، آپ بیچ میں نہیں بولیں گے۔'' اُسامہ نے اپنی بے تابی ظاہر کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے بولنے کی ۔۔۔۔۔۔ میرا راستہ تو فرخ کے لئے صاف ہو جائے گا۔'' جمال نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

''یہ بات تو ہے ۔۔۔۔۔۔ لیکن کل کا آپ کیا کریں گے؟'' میں نے مزید معلومات حاصل کرنے کی خاطر کہا۔

''تمہیں شاید معلوم نہیں، میں اس کو زہر دے رہا ہوں۔ تھوڑا تھوڑا۔ وہ بھی ختم ہونے والی ہے ۔۔۔۔۔۔ تم نے اُس کی رنگت نہیں دیکھی، زرد زرد سی۔''

''اوہ ۔۔۔۔۔۔ دیکھی تو ہے۔ مگر معلوم نہیں تھا کہ زردی کی وجہ یہ ہو سکتی ہے۔ خیر، اب آپ کاغذات کی تیاری شروع کروا دیں۔ دیر نہیں ہونی چاہئے۔''

''کاغذات تو ایک دن میں تیار ہو جائیں گے۔ تم ٹکٹ حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ایک میرا اور دو حور، آفتاب کے لئے۔''

''کیا مطلب؟ باقی لوگ نہیں جائیں گے؟'' اُسامہ نے حیرت سے پوچھا۔

''باقی لوگوں کے جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟''

''جیسے آپ کی مرضی۔ ویسے میرے خیال میں سب ہی چلتے تا کہ حور آپ پر شک نہ کر سکتی۔ باقی جیسے آپ کہیں۔''

''ٹھیک ہے ۔۔۔۔۔۔ سب ہی چلیں گے۔'' جمال نے کہا اور پھر اچھی طرح پروگرام سیٹ کرنے کے بعد اُسامہ اجازت لے کر چلا آیا۔

شام کو اُسامہ شہزاد اور جبار کے ساتھ سمندر پر موجود تھا اور جمال کا پروگرام بتا رہا تھا۔ شہزاد نے سارا پروگرام سن کر کہا۔

''اب ایک بات میری بھی سن لو ۔۔۔۔۔۔ روانگی سے پہلے پولیس کا ایک دستہ طلب کر لینا یہ کہہ کر کہ یہاں کسی کی جان کو خطرہ ہے اور ساتھ خود تمہاری جان کو بھی۔''

''کیا مطلب؟'' اُسامہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''مطلب صاف ہے ۔۔۔۔۔۔ میں چاہتا ہوں جمال والا کھیل پاکستان ہی کی سمندری حدود میں ختم ہو جائے تا کہ آگے کا سفر سکون سے طے ہو سکے ۔۔۔۔۔۔ بس یہ خیال رہے کہ جب جمال، آفتاب کو اُٹھا کر اوپر لے جائے تب حور کیا کرتی ہے یا کہاں ہو گی یہ ضرور خیال رکھنا۔ کیونکہ مجھے لگتا ہے وہ اور جمال ایک دوسرے کو جانتے ضرور ہیں ۔۔۔۔۔۔ مگر شاید اب ایک دوسرے کے دشمن بن چکے ہیں۔''

''تمہارا خیال صحیح ہے ۔۔۔۔۔۔ میں تو پہلے ہی کہتا تھا۔ اور اس دشمنی کی وجہ یہ ہے کہ جمال سارے مال پر اپنا قبضہ چاہتا ہے اور حور بھی۔ جس کی وجہ سے دونوں ہی ایک دوسرے سے متنفر ہو چکے ہیں۔''

''خیر ۔۔۔۔۔۔ اب دونوں کا کھیل ختم ہونے والا ہے۔'' جبار نے کہا تو شہزاد بولا۔

''اب مسئلہ یہ ہے کہ میں کیا کروں ۔۔۔۔۔۔ مجھے تو جمال اچھی طرح جانتا ہے۔ بلکہ روز دیکھتا ہے۔ شپ پر مجھے دیکھ کر وہ کیا سوچے گا؟''

''یار تم سروے ریکارڈ والے حصے سے کم ہی نکلنا۔ اور پھر جمال زیادہ تر اپنے کیبن میں ہی رہے گا۔ کیونکہ اُس کا بچہ اور گل بھی اُسی کیبن میں ہوں گے ۔۔۔۔۔۔ پھر بھی تم تھوڑی احتیاط کر لینا۔ صرف ایک دو دن کی بات ہو گی۔ بلکہ میری کوشش ہو گی جلدی ہم جمال سے نجات پا لیں تا کہ باقی سفر خوشگوار ہو جائے۔''

''یار اسامہ! دیکھا تو جمال نے مجھے بھی ہے۔ جاب بھی نکی اور شکل بھی دکھا دی، یہ اچھی رہی۔'' جبار نے ہنستے ہوئے کہا۔

''یار! اس نے تمہیں صرف ایک نظر دیکھا ہے ۔۔۔۔۔۔ تم تو صرف چشمہ لگا کر کام نکال سکتے ہو۔ اصل مسئلہ تو میرا ہے۔''

''تمہارا ۔۔۔۔۔۔؟'' شہزاد نے حیران ہو کر اُسامہ کو دیکھا۔

''تمہارے بارے میں تو جمال کو پتہ ہے کہ تم شپ کے کیپٹن ہو ۔۔۔۔۔۔ پھر کیا مسئلہ رہ جاتا ہے تمہارا؟''

''مسئلہ یہ ہے کہ میں فرخ کو بے خبر رکھنا چاہتا ہوں اپنی موجودگی سے۔ اُسے صرف تمہارے یا جبار کے بارے میں معلوم ہو گا۔ میں اپنے بارے میں کہہ دوں گا کہ میں ساتھ نہیں جا رہا۔ جب جمال والا کھیل ختم ہو جائے گا تب میں فرخ کے سامنے آ جاؤں گا۔ اصل میں، میں اچانک سامنے آ کر اُسے سرپرائز دینا چاہتا ہوں۔''

''یعنی وہ حماقت جو تم جیسے عاشق اکثر کرتے ہیں۔ اس کا فائدہ؟'' شہزاد نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''نقصان بھی کوئی نہیں ۔۔۔۔۔۔ بس میں ابھی فرخ کے سامنے نہیں جانا چاہتا۔''

''ٹھیک ہے ۔۔۔۔۔۔ تمہارا یہ کام بھی ہو جائے گا۔ اور اب کام شروع کر دو۔''

''وہ تو خیر کر دوں گا۔ جبار! تم نے بتایا نہیں، تم چلو گے؟''

''ہاں ۔۔۔۔۔۔ اب تو جانا ہی پڑے گا تم لوگوں کی مدد کے لئے۔'' جبار نے کہا۔

''بھابی بھی ساتھ چلے گی؟'' شہزاد نے مسکرا کر پوچھا۔ جبار چپ رہا تو شہزاد نے ہنس کر کہا۔

''یار! تمہاری بھی موت ہو جائے گا۔ اور اُسامہ کی تو میرج شاید باہر ہی کرنا پڑے۔ یہاں تو اس کے گھر والے اجازت نہیں دیں گے۔''

''اور خود اپنے بارے میں کیا کہتے ہو؟'' اُسامہ نے مسکرا کر پوچھا۔

''اپنے بارے میں کچھ کہنے کی حالات اجازت نہیں دیتے۔'' اُس نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' جبار نے پوچھا۔

''مطلب یہ کہ جوان اور غیرت مند بھائی پہلے بہن کے فرض کو ادا کرتے ہیں بعد میں اپنے بارے میں سوچتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ میں بھی پہلے فرخ کے فرض سے سبکدوش ہو

جاؤں پھر اپنے بارے میں بھی سوچوں گا۔" وہ اُسامہ کو آنکھ مار کر مسکرا دیا۔

"کوئی لڑکی نظر میں ہے؟" اُسامہ نے اچانک نوٹ بک پر لکھی اُس کی تحریر کو یاد کرتے ہوئے کہا۔

"یار! تم کیا باتیں لے کر بیٹھ گئے ہو؟ جبار! تم نے بتایا نہیں بھابی ساتھ چل رہی ہیں یا نہیں؟" شہزاد نے اُسامہ کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" جبار نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں۔ کیوں نہیں؟" شہزاد نے ہی پوچھا۔

"امی بیمار ہیں اور فرحینہ کے بی اے کے پیپر ہونے والے ہیں۔ امی اور گھر کو حنا کے علاوہ کون سنبھالے گا؟ ویسے بھی وہ کسی اور دفعہ چلی جائے گی۔ ابھی جانا ضروری تو نہیں۔"

"یہ بات تو ٹھیک ہے۔" شہزاد نے کہا اور سب اٹھ گئے۔

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سارے انتظامات مکمل ہوگئے۔ سفر سے ایک روز پہلے اُسامہ شہزاد کی مدد سے لڑخ کو سمندر پر لے آیا اور تمام حالات بتانے کے بعد کہا۔

"لڑخ! تم فکر نہ کرنا ـــــ اب یہ پریشانی چند روز کی ہے۔ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"لیکن آپ خود کیوں نہیں ساتھ چل رہے؟" اُس نے شک بھری نظر اُس کی انگوٹھی پر ڈال کر پوچھا۔

"بھئی میری کچھ مجبوری ہے ـــــ اور میرے ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ شہزاد اور جبار تو ہوں گے تمہارے ساتھ۔"

"مگر۔ مگر۔ ...." لڑخ نے اُسے دیکھا اور اُداسی سے کہا۔ "آپ کی بات تو الگ ہی ہے ـــــ آپ بھی...... پلیز آپ بھی ساتھ چلیں۔"

"مجبوری ہے لڑخ! میں نہیں جا سکتا ـــــ لیکن واپسی پر تمہیں ضرور ملوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔" اُسامہ نے مسکرا کر کہا۔

"پتہ نہیں، میری واپسی ہوگی بھی یا ـــــ" بات ادھوری چھوڑ کر وہ رونے لگی۔ پھر اچانک اُس نے اُسامہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اُس نے حیران ہو کر اُسے دیکھا۔

"آپ۔ آپ پلیز۔" اُس نے ہاتھ پکڑے پکڑے کہا۔

"ہاں ـــــ کہو، ہو ـــــ کیا بات ہے؟" اُسامہ نے اُس کے ہاتھ پر محبت سے اپنا دوسرا ہاتھ رکھ دیا۔ دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔

"کچھ نہیں ـــــ مجھے واپس چھوڑ آئیں۔" لڑخ نے اُس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ وہ خود بھی چپ چاپ اسٹیئرنگ کے سامنے آ بیٹھا۔ راستے میں لڑخ نے کوئی بات نہ کی۔ بس آنسو ضبط کرتی رہی اور جب اُسامہ نے گھر کے سامنے گاڑی روکی تو وہ خدا حافظ کہے بغیر خدا حافظ کہے بھاگ کر اندر چلی گئی اور اُسامہ نے اس کی کیفیت پر مسکراتے ہوئے گاڑی موڑ دی۔

اسی رات اس نے انگوٹھی اُتاری اور ایک خط امی کے نام لکھ کر بندرگاہ آ گیا۔ اس نے لکھا تھا۔

"میں شبانہ سے شادی نہیں کر سکتا۔ انگوٹھی واپس بھیج دیجئے گا۔ اور میری واپسی کا انتظار مت کیجئے گا۔ ہو سکتا ہے میں کبھی لوٹ کر نہ آ سکوں۔ بھابی اور بھائی جان سے کہئے گا مجھے معاف کر دیں۔"

اور اب وہ سفر شروع ہو چکا تھا جس کا سب کو انتظار تھا۔ جمال کو آفتاب کی موت کے حوالے سے اور اُسامہ کو لڑخ سے کیا ہوا وعدہ نبھانے کے حوالے سے۔

سفر شروع ہوئے تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ اُسامہ ابھی تک کنٹرول روم میں ہی تھا۔ جبار بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ البتہ شہزاد جس کو جبار نے سفر پر روانہ ہونے سے ایک دن پہلے چھٹی دے کر رخصت کر دیا تھا ابھی کچھ دیر پہلے ہی اپنے کیبن میں گیا تھا۔

شہزاد کے جانے کے بعد وہ اپنے پروگرام پر ڈسکس کرتے رہے تھے۔ اس دوران میں جبار ایک دو چکر فارغ والی سائیڈ کے لگا آیا تھا اور اُس نے بتایا کہ جمال ابھی تک اپنے کیبن میں ہے اور ایک بار بھی باہر نہیں نکلا۔ جب کہ لڑخ اپنے کیبن کی بجائے حور اور آفتاب کے کیبن میں تھی۔

جمال نے تین کیبن حاصل کئے تھے ـــــ ایک اپنے اور گل کے لئے، دوسرا حور اور آفتاب کے لئے اور تیسرا لڑخ کے لئے۔ اور اُسامہ نے اس پر کوئی اعتراض بھی نہ کیا تھا کہ یہ مناسب بات تھی۔ جمال بہت خوش تھا۔ شاید اس لئے کہ اس سفر میں آفتاب کو ختم کرنے کا اُس کا پروگرام مکمل ہو جاتا۔

سفر صبح چھ بجے شروع ہوا تھا اور اب دوپہر کے کھانے کا وقت قریب تھا۔ شہزاد نے بتایا تھا ناشتہ اُن سب لوگوں نے اپنے کیبن میں کیا تھا۔ صرف لڑخ ناشتے کے لئے ہال میں آئی تھی جہاں سے شہزاد اُسے اپنے کیبن میں لے گیا تھا اور ان دونوں نے وہیں اکٹھے ناشتہ کیا تھا۔ جب کہ جبار نے اُسامہ کے ساتھ کنٹرول روم میں ناشتہ کیا تھا اور جبار نے ہی اُسے یہ اطلاع بھی دی تھی کہ شہزاد نے خاکروب کو تاکید کی تھی کہ وہ صفائی کے بہانے کیبن نمبر سات کا خیال رکھے جو کہ لڑخ کا تھا ـــــ اور یہ ایک اچھی بات تھی کہ جمال پر عتبار نہ کیا جا سکتا تھا۔

جب کہ اُسامہ خود ایک بار بھی باہر نہ گیا تھا۔ بس لڑخ کے بارے میں سوچتا رہا۔ رات کو جانے وہ کیا کہتے کہتے چپ ہوگئی تھی۔ اُس کے تصور میں اُس کا بھیگا ہوا چہرہ آ رہا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ چاہتا تو رات بڑی آسانی سے لڑخ کے سامنے اظہارِ محبت کر سکتا تھا۔ مگر فی الحال محض اُس کو تنگ کرنے کے لئے وہ اپنی محبت چھپا گیا تھا۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا جمال والا کھیل ختم ہونے کے بعد جب وہ اچانک لڑخ کے سامنے آئے تو پھر وہ حیرانی سے اُسے دیکھے گی۔ تب وہ اُس کو بتائے گا۔

"لڑخ! لو، میں نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا ـــــ اب تم بتاؤ مجھے اس کا کیا انعام دوگی؟" اور جب اُس کی آنکھوں میں پھیلی شرارت دیکھ کر لڑخ خود ہی سمجھ جائے گی کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اور جب وہ سمجھ جائے گی تو وہ اُس کو اپنی بے تابیوں اور بے قراریوں سے آگاہ کرے گا اور اُس کی باتوں کے جواب میں لڑخ کیا کہے گی ـــــ شاید کچھ نہیں۔ وہ تو شرما جائے گی۔ اور اس وقت کا سوچ کر اس کے لب بے اختیار مسکرا دیئے۔

"کیا سوچ رہے ہو یار! جو مسکرانے بھی لگے؟" کیپٹن جاوید نے پوچھا۔

"کچھ خاص نہیں ـــــ" اُسامہ نے کن انکھیوں سے جبار کو دیکھتے ہوئے کہا جو اُسے ہی دیکھ رہا تھا بڑے معنی خیز انداز میں۔

"بات ہی مسکرانے کی ہے۔" وہ اٹھ کر اُسامہ کے قریب آتے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب ـــــ کہیں منگنی وغیرہ تو نہیں ہوگئی؟" جاوید نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بالکل ـــــ" جبار نے شرارت سے اُسے دیکھا۔

"اوہ ـــــ منگیتر یاد آ رہی ہوگی۔" جاوید نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یار! ایسی کوئی بات نہیں۔ تم جبار کی بات ٹھیک طریقے سے سمجھے نہیں ـــــ یہ خود شادی کر کے آیا ہے اس لئے دوسروں کی منگنی کے خواب دیکھنے لگا ہے۔" اُسامہ نے ہنس کر کہا۔

"اچھا واقعی ـــــ کمال ہے یار! ہمیں بلایا تک نہیں۔" جاوید نے شکوہ بھی کر ڈالا۔

"وہ دراصل یہ سب بہت جلدی میں ہوا۔" کہتے ہوئے جبار نے پوری بات بتا دی۔

"اچھا، اچھا ـــــ یہ بات تھی ـــــ پھر تو شکوہ فضول ہے۔ پھر یہ بتاؤ بھابی کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟"

"وہی مسئلہ یار! والدہ کی طبیعت کی وجہ سے وہ ساتھ نہیں جا رہی ـــــ ویسے میں سچ کہہ رہا ہوں، منگنی اُسامہ کی بھی ہوگئی ہے۔" جبار نے پھر شرارت کی۔ مگر اُسامہ کوئی وضاحت کئے بغیر شیشے سے باہر پانی کی بل کھاتی لہروں کو دیکھتا رہا اور لڑخ کے بارے میں سوچتا رہا۔ صرف ایک رات کی بات تھی۔ پھر سارا مسئلہ ٹھیک ہو جانا تھا اور ایک بار پھر لڑخ کی قربت کے خیال سے اُس کے لب مسکرانے لگے ـــــ یہ محبت بھی کیا روگ ہے۔ لگ جائے تو پھر کبھی انسان تنہا نہیں رہتا۔ خیالات اور احساسات اُس کو تنہا رہنے ہی نہیں دیتے۔ ساتھی ساتھ ہو یا نہ ہو، یادیں ہر دم ساتھ نبھاتی ہیں ـــــ یہی حال آج کل اُسامہ کا ہو رہا تھا۔

دن معمول کے مطابق گزر گیا تھا۔ جمال اُسامہ سے ملنے آیا تھا۔ سہ پہر کی چائے اُس کے ساتھ پی تھی اور چونکہ دوسرے لوگ بھی موجود تھے اس لئے وہ کوئی خاص بات کئے بغیر اُسے اپنے کیبن میں آنے کی دعوت دے کر چلا گیا تھا۔ اُس نے اُس کے کیبن میں جانے سے یہ سوچ کر معذرت کر لی تھی کہ اگر اچانک لڑخ آ گئی تو کام خراب ہو جائے گا۔ تب جمال نے آنکھوں میں خونی چمک بھر کر کہا تھا۔

"صبح سے اب تک تو آئی نہیں۔ اور نہ ہی اب وہ آئے گی۔ وہ بہت بدل گئی ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تو تھا خیر تھوڑا وقت رہ گیا ہے اُس کے لڑنے میں۔ پھر دیکھتا ہوں کیسے لڑتی ہے۔" کہتے ہوئے وہ چلا گیا تھا۔

تب سے اب تک اُسامہ گہری سوچ میں گم تھا۔ اگرچہ سارا پروگرام انہوں نے بڑے غور و خوض کے بعد شروع کیا تھا مگر جمال جیسے شیطان آدمی سے پھر بھی خوف ہی آ رہا تھا۔ اور اب رات ہو رہی تھی۔

پورے چاند کی رات تھی۔ چاروں طرف پھیلی ہوئی چاندنی کی وجہ سے ہر طرف شفاف اُجالا پھیلا ہوا تھا۔ سمندر کا پانی جو دن کی روشنی میں پُر سکون تھا، اب بپھر رہا تھا پورے چاند کو دیکھ کر۔ خاص کر پورے چاند کی راتوں میں نجانے کیوں لہریں اتنی بے تاب ہو جاتی ہیں۔ اُس وقت بھی پانی کی بڑی بڑی لہریں شپ سے زور آزمائی میں مصروف تھیں۔ ایسے میں اکثر جہازوں کے لنگر ڈال دیئے جاتے تھے۔ اُسامہ کا خیال تھا جہاز روک دیا جائے۔ جب کہ جاوید کا خیال تھا چلتے رہنا چاہئے۔

اور وہ بہرحال سب سے سینئر تھا۔ وہ کیپٹن تھا اور اُسامہ وائس کیپٹن۔ دونوں اسی موضوع پر بات کر رہے تھے۔ جب کہ شہزاد ہر طرف سے لاپرواہ جبار سے باتوں میں مصروف تھا۔ کبھی کبھی وہ میز پر پھیلے نقشے پر نظر ڈالتا، پھر ہیڈ فون سر پر چڑھا کر ایک دو باتیں سروے ریکارڈ شعبے کے خالد ضیاء سے کرتا جو اُسے زیرِ سطح سمندر کی کیفیت سے آگاہ کرتا اور بات کرنے کے بعد وہ سب اوکے کہہ کر ہیڈ فون اتار کر پھر جبار سے مصروفِ گفتگو ہو جاتا۔ جب کہ باہر سمندر میں طوفان زور پکڑ رہا تھا۔

چاندنی رات میں سمندر کا شور معمولی بات تھی۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ سمندری موسم اور طوفان کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کب آجائے۔ ابھی موسم پُرسکون ہے تو چند لمحوں بعد طوفان کی آمد ہو سکتی ہے جو لاکھ تدبیروں کے باوجود رُک نہیں سکتا۔

''میرے خیال میں شپ کو روک ہی دینا چاہیے'' ابھی یہ الفاظ جاوید کے منہ میں ہی تھے کہ اچانک خاکروب بھاگتا ہوا کنٹرول روم میں داخل ہوا اور گھبرائے ہوئے لہجے میں شہزاد سے کہا۔

''سر! کیبن نمبر سات میں گڑبڑ ہے۔''

''کیا مطلب ــــــ ؟'' شہزاد فوراً کھڑا ہو گیا۔ جب کہ اُسامہ اور جبار بھی خاکروب کو دیکھنے لگے تھے کہ بھلا کیا گڑبڑ ہو سکتی ہے''

''مطلب ــــــ سر کیبن نمبر چھ والے صاحب ابھی کچھ دیر پہلے کیبن نمبر سات میں گئے تھے اور دروازہ بند کر لیا۔ اس سے پہلے وہ کافی دیر کوریڈور میں ٹہلتے رہے تھے۔ ان کے اندر جاتے ہی میں نے کان لگا کر سنا۔ لڑکی اُن کو باہر نکل جانے کا کہہ رہی تھی مگر وہ نجانے کیسی بری بری باتیں کر رہے تھے اور دھمکیاں بھی دے رہے تھے لڑکی کو۔''

''اوہ ــــــ اس کمینے کی یہ مجال۔'' شہزاد باہر کی طرف بھاگا تو اُسامہ نے لپک کر پکڑ لیا۔

''شہزاد پلیز! کھیل مت بگاڑو۔''

''کیا مطلب؟'' شہزاد نے سرد لہجے میں کہتے ہوئے اُسامہ کی طرف دیکھا۔

''دیکھو، ابھی تمہارا وہاں جانا ٹھیک نہیں۔ آج رات وہ فرخ کو کچھ نہیں کہے گا۔ کیونکہ آج تو اُسے آفتاب کا قصہ ختم کرنا ہے اور پھر ''

''بکواس مت کرو۔ اس کی بات کا مجھے یقین اور بھروسہ نہیں۔ وہ شیطان ہے۔ میں جمال پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔'' شہزاد نے بگڑ کر کہا۔

''پھر بھی شہزاد! اگر تم اس وقت چلے گئے تو جانتے ہو؟''

''اوہ اُسامہ! چھوڑو مجھے ورنہ ــــــ '' شہزاد زور زور سے چلایا تو جبار نے کہا۔

''اُسامہ! وقت ضائع مت کرو ــــــ کہیں ایسا نہ ہو بعد میں پچھتانے کا بھی موقع نہ ملے۔ اس لئے میرا خیال ہے اُسے جانے دو۔''

''دیکھو، میں خود چلا جاتا ہوں۔ پلیز جبار! اس کو پکڑو اور میرے پیچھے مت آنے دینا۔'' جاوید جو حیران حیران سب کچھ سن رہا تھا، پوچھنے لگا۔

''پورا قصہ کیا ہے؟'' مگر اُسامہ اُس کو جواب دینے کی بجائے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ کیبن کی دوسری چابی اُس کے پاس تھی۔ اس نے لاک کھولا اور دروازہ کھول کر جیسے ہی اندر داخل ہوا، خون کھول اُٹھا۔

جمال نے ایک ہاتھ فرخ کے منہ پر رکھا ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ سے بال پکڑ رکھے تھے۔ فرخ کا چہرہ مارے تکلیف کے سرخ ہو رہا تھا۔ جمال نے حیران ہو کر اُسامہ کو دیکھا اور اسی حیرانی میں فرخ کو چھوڑ دیا ــــــ جمال کی گرفت سے نکلتے ہی وہ تیزی سے اُسامہ کی طرف آئی اور بے ساختہ اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ اُسامہ کے بازو بھی بے ساختہ اس کے گرد حمائل ہونے کو اُٹھے مگر دوسرے ہی لمحے سامنے کھڑے جمال کو دیکھ کر گر گئے۔

''اُسامہ! تم اور یہاں؟'' جمال سرد اور سخت لہجے میں بولا۔

''جی مجبوری ہے۔'' اس نے خود سے لپٹی فرخ پر ایک نظر ڈالی مگر اس کو الگ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی اور نہ ہی چپ کروانے کی۔

''کیسی مجبوری؟'' جمال غرایا اور فرخ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''جمال صاحب! غصے میں آنے سے پہلے میری بات سن لیں۔'' اس نے اس کا ہاتھ پرے ہٹاتے ہوئے خود بھی سخت لہجے میں کہا۔

''کیسی بات ــــــ جو بات بھی سنانا چاہتے ہو صبح سنانا۔ اس وقت میں کچھ بھی سننے کے موڈ میں نہیں۔'' جمال نے سرد لہجے میں کہا۔

''بات تو خیر آپ کو سننا ہی پڑے گی ورنہ کھیل بگڑ جائے گا ــــــ کیا آپ کو معلوم نہیں آج کی رات آپ کو کون سا کام کرنا ہے؟'' اُسامہ نے نرم لہجے میں سمجھانے کی کوشش کی۔

''اوہ ــــــ اُسامہ! تم نہیں سمجھ سکتے میں کس آگ میں جل رہا ہوں۔ یہ وہ لڑکی ہے جس کی آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، اب میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتی ہے۔ اور میں یہ جرأت زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتا۔ اب میں اس چڑیا کو اس کی بھائی کی زندگی میں بے آبرو کرنا چاہتا ہوں ــــــ میں اس کو بتانا چاہتا ہوں کہ جمال، جمال ہے ــــــ وہ کسی کے ڈرپا دھمکی میں آنے والا نہیں۔ تم چلے جاؤ۔''

''پلیز جمال صاحب! ابھی نہیں۔ ابھی تو ......''

مگر جمال نے اس کی بات کاٹ دی۔

''دیکھو اُسامہ! جب میں تمہارے اور حور کے راستے میں نہیں آتا اور نہ ہی آؤں گا، پھر کیوں تم میرا وقت برباد کر رہے ہو ــــــ ایک رات کی دیر ہونے سے کوئی قیامت نہیں آجائے گی۔ آج نہیں تو کل آفتاب کا قصہ تمام ہو جائے گا۔ مگر یہ لمحے مجھے بخش دو کہ میں اندر کی آگ پہلے بجھانا چاہتا ہوں۔'' وہ پھر فرخ کی طرف دیکھنے لگا۔

''میں بھی آپ کے رستے میں نہیں آؤں گا ــــــ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔ لیکن پہلے آپ کو آفتاب والا کام ہی کرنا ہوگا۔ بعد میں پروگرام کے مطابق ہم بچے ہوئے حصے کی بات کریں گے۔ لیکن ابھی ......''

''کیا ــــــ ؟'' روتی ہوئی فرخ نے سر اُٹھا کر حیرت سے اُسامہ کو دیکھا اور خود الگ ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ جب کہ جمال کہہ رہا تھا۔

''جاؤ اُسامہ ــــــ میرا وقت برباد نہ کرو۔ مجھے اس کو بتانے دو کہ میں اب بھی جو چاہوں کر سکتا ہوں ــــــ اور سنو، آفتاب زندہ لاش کی طرح پڑا ہے ــــــ اس شپ پر تمہارا کنٹرول ہے پیارے! جاؤ تم بھی حور کے پاس اور عیش کرو۔''

''جمال صاحب! سمجھنے کی کوشش کریں۔'' اُسامہ نے ضبط کی کوشش کی۔ ''یہ کام بعد میں بھی ہو سکتا ہے، پلیز۔ اس وقت سمندر میں طوفان کی وجہ سے میں بہت بزی ہوں اور یہ آفتاب کو ختم کرنے کا بھی اچھا موقع ہے ــــــ کوئی آپ پر شک نہ کر سکے گا۔ میں خود آپ کا ساتھ دوں گا۔'' وہ نرم طریقے سے جمال کو سمجھانے میں مصروف تھا۔ یہ سوچے بغیر کہ اس کی باتوں کا فرخ پر کیا اثر ہو رہا ہوگا۔

''آپ ــــــ '' فرخ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اُسے دیکھا۔ ''آپ بھی دوسرے مردوں جیسے نکلے۔ سارے مرد ایک سے ہوتے ہیں کیا؟'' اس کی آواز مارے رنج کے پھٹ گئی۔

''کیا مطلب؟'' جمال نے چونکتے ہوئے اُسامہ کو دیکھا تو اُس نے بظاہر ہنس کر کہا۔

''شاید میری آمد کو یہ بچی اپنے لئے کوئی مدد سمجھی تھی۔ بے وقوف، سارے مرد ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔''

''ہاں ــــــ سارے مرد ایک سے ہوتے ہیں۔'' جمال نے کہتے ہوئے لپک کر اُس کو اپنی طرف کھینچا تو اُسامہ جلدی سے آگے بڑھا۔

''ابھی نہیں جمال صاحب! ابھی اس کو چھوڑ دیں اور میری بات ......'' اُسامہ نے فرخ کو دیکھتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی جو حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھ رہی تھی۔

''تم ہٹ جاؤ اُسامہ!'' جمال نے سخت لہجے میں کہا اور پھر فرخ کی طرف بڑھا۔

''بچاؤ ــــــ '' فرخ پوری قوت سے چلائی۔ جمال اُس کی طرف جھکا تو اُسامہ برداشت نہ کر سکا اور ایک زور کا مُکا جمال کے منہ پر دے مارا اور وہ فرخ کو بھول کر اُسے دیکھنے لگا۔ شاید اُس کو اُسامہ سے اس بات کی توقع نہ تھی۔ حالانکہ فرخ کا اُسے دیکھتے ہی اُس سے لپٹ جانا جمال کو شک میں ڈالنے کے لئے کافی تھا مگر وہ شاید اب سمجھا تھا۔ پھر جیسے اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔

''اُسامہ تم ــــــ تم ...'' وہ غرایا اور فرخ خود کو چھڑا کر بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔ تاہم جاتے جاتے اُس نے جن نظروں سے اُسامہ کی طرف دیکھا تھا ان میں نجانے کیا کچھ تھا۔ وہ تڑپ اٹھا مگر پھر فوراً ہی اُس کو بھول کر جمال کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''تم نے مجھ سے غداری کی ہے اُسامہ! ــــــ '' وہ اُس کی طرف بڑھا تو اس نے جو فرخ کے باہر جانے کی وجہ سے خود کو سنبھال چکا تھا، آہستہ سے جمال کے ہاتھ پکڑے اور کہا۔

''سمجھا کریں جمال صاحب! ابھی ان باتوں کا وقت ــــــ ''

''بیٹے ــــــ کتے ــــــ مجھے دھوکا دینے کی کوشش مت کرو ــــــ فرخ کا مجھے چھوڑ کر تمہارے سینے سے لگنا کیا مجھے یہ بتانے کے لئے کافی نہیں کہ تم نے ڈبل گیم کھیلی ہے ــــــ لیکن اس کا انجام شاید تمہیں معلوم نہیں ــــــ میں لوگوں کو معاف نہیں کرتا۔ یہ بات میں نے تمہیں شاید پہلے بھی بتائی تھی۔''

''خو مخواہ شک نہ کریں جمال صاحب! وہ تو مجھے اپنا مددگار سمجھ کر مجھ سے لپٹ گئی تھی ورنہ ''

جب تک باہر شور ہوا تو وہ دونوں جلدی سے باہر آئے۔ حور چیخ رہی تھی۔

''ارے کوئی ہے جو اُس کو بچائے۔''

''کس کو ؟'' شہزاد جو دوسری طرف سے بھاگتا ہوا آیا تھا، پوچھنے لگا۔ جمال نے چونک کر پہلے اُس کو دیکھا اور پھر اُسامہ کی طرف مڑا ہی تھا کہ حور نے چیخ کر کہا۔

''فرخ کو بچاؤ اُس نے سمندر میں چھلانگ لگادی ہے۔''

''کیا ؟'' وہ سب یک ساتھ چیخے۔

''اُسامہ! میں آپ کیبن سے فرخ کی چیخ سن کر باہر نکلی تو فرخ اپنے کیبن سے بھاگتی ہوئی باہر آئی اور اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھتی وہ بھاگتی ہوئی اس طرف گئی اور قبل اس کے کہ میں اُسے پکڑتی، اُس نے سمندر میں چھلانگ لگادی۔''

حور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اُسامہ کو یوں لگا جیسے کائنات گھوم گئی ہو ___ وہ سب عرشے پر آئے تو سمندری طوفان پورے زور پر تھا۔ شہزاد نے اُسامہ کو دیکھا اور غرایا۔

''یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے ___ صرف تمہاری وجہ سے۔''

''لائف بوٹ نکالو۔'' اُسامہ نے چیخ کر جبار سے کہا۔

''ساری کارروائی فضول ہوگی اُسامہ! اس طوفان میں وہ نجانے اب تک کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہوگی۔'' جاوید جس کو جبار نے شاید سب کچھ بتادیا تھا اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

''لیکن ہمیں ایک کوشش تو کرنی ہی چاہئے۔'' اُسامہ نے تیزی سے کہا۔

''او کے ___ تمہیں مطمئن کرنے کے لئے یہ بھی کردیتے ہیں۔ مگر بہت مشکل ہے۔'' جاوید نے یہ کہہ کر دوسری طرف کھڑے جبار سے آہستہ آہستہ کچھ بات کی۔ اُسامہ سن نہ سکا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ وہ تو سمندر کو گھور رہا تھا۔ اُس کی خونی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔

جاوید کے کہنے پر سرچ لائٹ سمندر پر ڈالی گئی اور لائف بوٹ میں کامران سمندری طوفان کی پرواہ کئے بغیر پانی میں اُتر گیا ___ مگر بہت تلاش کے باوجود نتیجہ وہی رہا جو جاوید نے پہلے کہا تھا ___ فرخ کو نہ ملنا تھا نہ ملی۔ ایسے طوفان میں وہ مل ہی نہ سکتی تھی۔ آخر کارروائی سے مایوس ہوکر اُسامہ سب کچھ بھول کر پیچھے آیا جہاں پولیس جمال کو پکڑ چکی تھی۔ وہ غصے میں کھولتے ہوئے اُس کی جانب بڑھا۔

''کمینے! آخر تم نے اس کو مار کر ہی دم لیا نا۔'' پولیس والے نے جلدی سے آگے بڑھ کر اُسامہ کو پکڑ لیا اور جمال نے کہا۔

''میں نے یا تم نے ___ ؟ اُسامہ! اس کی جان تم نے لی ہے۔ تم اُس کی عزت پر ہاتھ ڈالنا چاہتے تھے اور میں مدد کو پہنچا تو وہ...... ''

''او، ذلیل انسان! تم کیا سمجھتے ہو اس طرح جھوٹ بول کر ___ '' مارے غصے کے وہ کھول اٹھا۔

''جھوٹ میں نہیں، تم بول رہے ہو ___ حقیقت میں تم ایک عیاش آدمی ہو۔ تمہاری وجہ سے پہلے امبر کی جان گئی اور اب ___ '' جمال نجانے اور کیا کہتا کہ حور بول پڑی۔

''انسپکٹر صاحب! یہ دونوں ہی مجرم ہیں ___ پکڑے جانے پر ایک دوسرے پر الزام رکھ رہے ہیں۔ آپ ان دونوں کو گرفتار کرلیجئے۔''

حور نے ان دونوں کو گھورتے ہوئے کہا تو اُسامہ چونک پڑا، پھر گل کی طرف دیکھا جو ایک طرف اپنے بیٹے کے ساتھ کھڑی حیرت سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اُسامہ کے قریب آئی۔

''کیا ہوا اُسامہ! بولو، کیا ہوا؟ اور فرخ کہاں ہے؟'' وہ اُسامہ سے پوچھ رہی تھی۔ شاید وہ ابھی ابھی اپنے کیبن سے باہر آئی تھی اور صورت حال سے بے خبر تھی۔ اُسامہ نے شروع سے کہانی سنانے کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

''آپ شاید یقین نہ کریں لیکن یہ سچ ہے کہ وہ پہلی بار مجھے کلفٹن سے پرے سمندر کے ویران حصے میں خودکشی کرتے ہوئے ملی تھی۔'' کہتے ہوئے اُسامہ نے ساری کہانی سنادی، پھر حور کی طرف دیکھ کر بولا۔

''یہ جمال کی ساتھی ہے۔ اس کی سابقہ منگیتر اور کزن "کنیز" ___ ان دونوں نے مل کر یہ سازش کی۔ جمال نے گل سے شادی کی اور کنیز کی آفتاب سے کروادی۔ مقصد ظاہر ہے دولت کا حصول ہی تھا جو کہ ان دونوں کے پاس نہ تھی۔''

اُسامہ کی بات پر جمال نے چونک کر اُسے دیکھا اور کہا۔

''زیادہ بکواس نہ کرو اُسامہ ___ تم لوگ مجھے بغیر ثبوت کے مجرم ثابت نہیں کرسکتے ___ آفتاب کی بیماری کی ذمہ دار کنیز تھی اور تم جو آفتاب کی موت کا انتظار کررہے تھے کہ راستہ صاف ہونے کے بعد حور سے شادی کرسکو۔''

''بکواس مت کرو ___ تم دونوں مجرم ہو۔'' حور نے اُسامہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

''بغیر ثبوت کے تم لوگ مجھے مجرم ثابت نہیں کرسکتے ___ کیا ثبوت ہے تمہارے پاس اس بات کا کہ آفتاب کو میں ختم کرا رہا تھا۔'' جمال ذرا سا بھی خوفزدہ نہ تھا۔

''ثبوت ___ جمال! تم ثبوت کی بات کرتے ہو، میں گواہ ہوں اس بات کی کہ تم نے پہلے میرے ماں باپ کو ختم کیا، پھر آفتاب کو ختم کرنے کا پروگرام بنایا۔ میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی چپ رہی کہ شاید اللہ کچھ سبب بنادے اور میرے بھائی کی جان بچ جائے ___ مگر مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تم فرخ پر بھی نظر رکھتے ہو ___ اگر مجھے یہ سب معلوم ہوتا تو میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے ماردیتی۔''

پھر وہ اُسامہ کی طرف مڑی۔

''مجھے معلوم تھا تم جو کچھ آفتاب اور فرخ کے لئے کررہے تھے۔ فرخ نے مجھے ایک ایک بات بتادی ___ مگر افسوس، جمال جیسے گھٹیا اور کمینے شخص نے اس بچی کو بھی نہ بخشا۔ فرخ تمہاری بہت تعریف کرتی تھی مگر اب وہ بھی ''

''آپا! آپ نہیں جانتیں۔ یہ اُسامہ بھی جمال کا ہی ساتھی ہے۔ یہ ہمارا ہمدرد نہیں ہوسکتا۔'' حور نے گل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''تمہارے اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟'' جبار نے آگے بڑھ کر سخت لہجے میں کہا تو حور بولی۔

''یہ سچ ہے کہ جمال میری خالہ کا بیٹا ہے اور بچپن میں ہی میری اماں نے سوچ لیا تھا کہ وہ میری شادی جمال سے کریں گی اور جمال بھی رضامند تھا۔ تاہم جمال ایک آوارہ مزاج نوجوان تھا ___ ہماری شادی سے چند دن پہلے اُس کو گل ملی تو اُس نے گل سے شادی کرنے کا پروگرام بنالیا اور پھر گل کے بعد وہ مجھے دھوکے میں رکھ کر مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر ہمیں بروقت پتہ چل گیا اور ہم اس کے دھوکے میں نہ آئے۔ مگر یہ روز مجھ پر دباؤ ڈالنے آتا تھا کہ مجھ سے شادی کرو ورنہ انجام بہت برا ہوگا۔ تنگ آکر ہم نے وہ گھر چھوڑ دیا۔

گھر چھوڑنے کے بعد ماں کی سانس بھی ختم ہوگئی تو پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے مجھے نوکری کے لئے نکلنا پڑا اور یہ بھی اتفاق تھا کہ اشتہار پڑھ کر میں جس کمپنی میں گئی وہ آفتاب کی تھی۔ وہاں پہلے ہی دن جب میں انٹرویو دے رہی تھی آفتاب کے ساتھ جمال کو دیکھ لیا۔ پھر جمال تو آفتاب سے ہاتھ ملا کر چلا گیا اور میں نے وہاں پر کھڑے چپڑاسی سے پوچھا۔

''یہ کون تھا؟''

اُس نے بتایا، یہ فیکٹری کے مالک کے بہنوئی ہیں۔

اس انٹرویو میں مجھے جاب تو نہ مل سکی کہ میری تعلیم میٹرک تھی۔ میں مایوس سی باہر گیٹ پر کھڑی ہوگئی اور جب آفتاب کی گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی تو میں راستے میں کھڑی ہوگئی۔ آفتاب نے جو اس وقت خود گاڑی ڈرائیو کررہے تھے گاڑی روک کر کھڑکی سے سر نکال کر پوچھا۔

''کیا بات ہے؟''

''تب میں نے روتے ہوئے بتایا۔'' چند روز ہوئے میری ماں مرگئی ہے اور اب میرا کوئی سہارا نہیں۔''

''مجھ سے کیا چاہتی ہو؟'' آفتاب نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا تھا۔ اُن کو شاید جلدی تھی۔

''صرف نوکری پہلے تو ماں سلائی وغیرہ کرکے ''

''اچھا، اچھا ''آفتاب نے میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی کہا۔ ''کل آجانا، پھر کچھ سوچوں گا۔ اب راستہ چھوڑ دو۔'' پھر وہ گاڑی بڑھا لے گئے۔

دوسرے دن میں پھر گئی۔ آفتاب نے مجھے اپنے آفس میں بلایا، کچھ دیر مجھے دیکھتے رہے، پھر پوچھا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''کنیز۔''میں نے صدمے سے کہا۔

''حور یوں نہیں؟'' اچانک آفتاب نے کہا کہ میں بہت خوبصورت تھی۔

''جی۔'' میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے ان کو دیکھا۔

''بھی کام کیا کرو گی تم؟ تعلیم تمہاری میٹرک ہے۔ مجھے وہ سیکرٹری چاہئے جو انگریزی بھی بول اور لکھ سکے۔ مگر تم ''

''مجھے کوئی چھوٹا موٹا کام '' میں نے کہنا چاہا۔ آفتاب نے مجھے روک دیا، پھر اچانک کہا۔

''تم شادی کیوں نہیں کر لیتیں؟ اکیلی لڑکی ہو کہاں رہو گی۔ جب کہ تمہارا کوئی اور سہارا بھی نہیں۔''

''جی کون کرے گا مجھ سے شادی۔'' میں نے مایوسی سے کہا۔

''میں۔'' آفتاب کے منہ سے نکلنے والے ان لفظوں نے مجھے حیران کردیا۔ وہ کہہ رہے تھے۔

''رات بھر میں تمہارے بارے میں سوچتا رہا ہوں ــــــ گو کہ فی الحال میرا شادی کا پروگرام نہیں تھا لیکن اگر کر لوں تو کیا حرج ہے؟''

اور میں مارے حیرت کے کچھ بول ہی نہ سکی۔ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے ــــــ؟ میں حیران تھی۔ پھر میں نے سوچا، ہو سکتا ہے وہ بڑا آدمی ہے، مجھے بے سہارا دیکھ کر مجھ سے کوئی کھیل کھیلنا چاہتا ہو کہ ایسا ہی میری ماں کے ساتھ ہوا تھا۔ مگر جمال سے انتقام لینے کے لئے میں سب کچھ بھول گئی۔ یہ بھی کہ آفتاب بعد میں چاہے چھوڑ ہی دے۔

تاہم یہ سوچنے کے باوجود میں انکار نہ کر سکی اور میں نے کہا۔

''مجھے سوچنے کے لئے وقت دیجئے۔'' اماں سے اجازت بھی تو لینا تھی۔

''کیوں ــــــ اکیلی ہو تو ابھی سوچ کر بتا دو۔ ہاں یا ناں میں جواب دے سکتی ہو۔''

اور میں نے ہاں کر دی۔ یہ بہت بڑا رسک تھا جو میں نے لیا تھا۔ مگر قسمت شاید مجھ پر مہربان تھی۔ اماں نے مجھے بہت سمجھایا مگر میں نے ایک نہ مانی۔ اور یوں میری شادی آفتاب سے ہو گئی۔ بالکل افسانوی انداز میں ــــــ ورنہ بھلا ایسا بھی کبھی ہوا ہے جیسا میرے ساتھ ہوا تھا۔

جمال نے مہندی سے دو روز پہلے مجھے دیکھا تھا۔ بہت غرایا۔ مگر مجھے پرواہ نہیں تھی۔ اب میں اُس کی دھمکیوں میں آنے والی نہ تھی۔ میں قدرت کی طرف سے ملے اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی تاہم شادی کے بعد ایک دن جمال نے کہا۔

''پچھلے دنوں کو بھول جاؤ ــــــ اب جب خدا نے تمہیں بھی اچھا شوہر دے دیا ہے تو اس کو کبھی یہ مت بتانا کہ ہم دونوں رشتہ دار ہیں۔''

''بے فکر رہو ــــــ بتانا ہوتا تو پہلے ہی بتا دیتی۔''

''میں نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا اس کے لئے معافی چاہتا ہوں ــــــ امید ہے تم مجھے معاف کر دو گی اور اب ہم اچھے دوستوں کی طرح رہیں گے۔''

اور میں نے اس کو معاف کر دیا۔ اس نے بھی اپنا رویہ بہت حد تک مجھ سے ٹھیک رکھا اور میں جمال پر پھر سے اعتبار کرنے لگی۔ مگر یہ تو سانپ کی اولاد تھا پھر ڈسے کیسے نہ دیتا ــــــ شادی کے بعد اس نے بڑی نرمی سے فرخ کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت مانگی تو میں نے دے دی۔ حالانکہ آفتاب یہ نہیں چاہتے تھے ورنہ تو مجھے معلوم ہی نہ تھا کہ یہ فرخ پر بری نظر رکھتا ہے ــــــ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں کبھی فرخ کو ادھر نہ رہنے دیتی۔ اور آفتاب کی بیماری کا ذمہ دار بھی یہی ہے۔ اس بات کا پتہ تو مجھے اب چلا ہے۔ ذلیل باپ کی ذلیل اولاد ــــــ صلہ دینا تو اس کی سرشت میں ہی نہیں۔ اور یہ شخص اُسامہ بھی اس کا ساتھی ہے ــــــ میرا یقین کریں، میں اسامہ کو بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔''

''سر سر '' خاکروب ایک بار پھر بھاگتا ہوا آیا۔'' وہ بی بی جی کے ساتھ بچہ بھی تھا، انہوں نے بھی بچے کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگائی ہے ــــــ میں نے خود ان کو بچانے کی کوشش کی مگر بچا نہ سکا۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو ــــــ میرا بیٹا نہیں مر سکتا۔'' جمال نے ادھر بھاگنے کی کوشش کی تو اُسامہ نے کہا۔

''تمہاری سزا تو بہت لمبی ہے جمال دین! اب تم جیل کے علاوہ اور کہیں نہیں جا سکتے۔''

''بکواس مت کرو ــــــ اس کو دیکھو ــــــ میرا بیٹا، میری ایک ہی اولاد ــــــ'' جمال نے تڑپ کر خود کو چھڑانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔

پھر اسامہ تو وہیں کھڑا رہا، جبار کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ اُدھر گیا۔ اور پھر واپس چلا آیا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ جمال زور زور سے چلا رہا تھا مگر پولیس اس کو گھسیٹتی ہوئی لے گئی تو اسامہ گل کے کیبن میں آیا۔ وہ خالی تھا۔ تاہم میز پر پیپر ویٹ کے نیچے ایک خط اس نے کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا۔

''میں اچھی طرح جانتی تھی کہ میرا شوہر میرے بھائی کو آہستہ آہستہ زہر دے کر ختم کر رہا ہے کہ مجھ سے اس نے زہر کا ہی کہا تھا۔ مگر میں چپ رہی کیونکہ جمال نے مجھے چپ رہنے کا کہا تھا ــــــ اُس نے کہا تھا اگر میں نے کسی کو کچھ بتایا تو وہ نہ صرف آفتاب کو وقت سے پہلے ختم کر دے گا بلکہ اپنا بیٹا بھی مجھ سے چھین لے گا اور اپنے بیٹے کی محبت میں، بھائی کو بھول گئی یہ سوچ کر کہ اگر اللہ کو منظور ہو گا تو اس کی جان ضرور بچ جائے گی۔ دو محبتوں میں سے مجھے صرف ایک کا ہی انتخاب کرنا تھا اور ماں ہونے کے ناطے میں نے بیٹے کی محبت کا انتخاب کیا۔ مگر فرخ کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہ تھا۔

اب جب مجھے معلوم ہوا ہے تو میں جمال کو سزا دینے کے لئے اپنے ساتھ اپنے بیٹے کو بھی لے جا رہی ہوں ــــــ میں نہیں چاہتی جمال کا بیٹا کل کسی دوسری گل کی بربادی کا سبب بنے۔ اور آفتاب کی جان انشاء اللہ بچ جائے گی۔ کیونکہ اس کی جان لینے کا خواہش مند شیطان جمال پکڑا جا چکا ہے۔ اور کچھ لکھنا نہیں چاہتی اور نہ ہی سمجھ میں آ رہا ہے ...... بدنصیب گل۔''

اسامہ نے وہ خط بھی پولیس کے حوالے کر دیا۔

جب وہ ایک دوسرے پر الزام رکھ رہے تھے تو گل وہاں سے چلی گئی تھی۔ وہ سمجھا تھا اپنے کیبن میں گئی ہو گی۔ خود اُس کی اپنی طبیعت بھی ٹھیک نہ تھی۔ مگر وہ تو دنیا سے ہی چلی گئی تھی۔ ویسے اُسامہ کو حیرت تھی کہ وہ کیسی بہن تھی جو سب کچھ جانتے ہوئے بھی چپ رہی، اپنے بیٹے کے لئے۔ شاید اولاد کی محبت ایسی ہی چیز ہے۔ جب کہ فرخ، بھائی کو بچانے کے لئے تڑپتی رہی۔ اور جب وقت آیا تو غلط فہمی میں جلد بازی دکھا گئی۔

ساری رات کارروائی میں گزر گئی تھی۔ شہزادی کی طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہ تھی۔ ٹھیک تو اُسامہ بھی نہیں تھا۔ فرخ اُسے صفائی کا موقع دیئے بغیر دنیا چھوڑ گئی تھی۔ صدمہ گو کہ بہت شدید تھا مگر اب اُسے آفتاب کی فکر تھی کہ اُس کی جان بچانے کا وعدہ اُس نے فرخ سے کیا تھا۔ وہ نہیں تھی تو کیا۔ اپنا وعدہ تو اُسے نبھانا ہی تھا۔

رات اس نے بڑی مشکل سے حور کو سمجھایا تھا کہ یہ جو اُس نے دو تین بدتمیزیاں اُس کے ساتھ کی تھیں ان کی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ جمال کا اعتبار حاصل کرنا چاہتا تھا۔ حور نے پورا یقین تو نہ کیا تھا مگر وہ آفتاب کو لندن لے جانے پر رضامند ہو گئی تھی۔ ورنہ پہلے جب سارا بھید کھلا تھا تو اُس نے کہا تھا، وہ اس پر اعتبار نہیں کرتی ورنہ یہ کہ وہ واپس چلی جائے گی اور پھر بائی ایئر آفتاب کو علاج کے لئے لندن لے جائے گی۔

تب جبار نے کہا۔

''محترمہ! جتنا شک آپ کو ہم پر ہے، اتنا ہی ہم بھی آپ پر کر سکتے ہیں کہ آپ جمال کی کزن ہیں۔ اعتبار آپ پر بھی نہیں کیا جا سکتا۔''

''بکواس نہ کرو ــــــ مجھے اپنے شوہر سے محبت ہے۔ اگر آفتاب کو کچھ ہوا تو تم مجھے زندہ نہیں دیکھو گے۔ اب تک تو میں اُن کے ٹھیک ہونے کے انتظار میں جی رہی ہوں۔ میں جمال سے چھپ کر بھی ڈاکٹر بلاتی تھی مگر مجھے کیا معلوم تھا وہ سب بھی بک جاتے ہیں۔''

بڑی مشکل سے وہ سفر جاری رکھنے پر آمادہ ہوئی تھی۔ صبح ہونے پر پولیس جمال کو لے گئی مگر لاش نہ فرخ کی ملی تھی اور نہ ہی گل اور اس کے بیٹے کی ــــــ تاہم تلاش جاری تھی۔

ساری کہانی ختم ہونے پر وہ روانہ ہو گئے تھے۔ شہزادی کی حالت کچھ بہتر ہو گئی تھی اور وہ اپنی حالت بھول کر اُسامہ پر بہت زیادہ توجہ دینے لگا تھا۔ جبار بھی اُس کا خیال رکھتا تھا اور بظاہر تو وہ ان سب سے نارمل ہی ملتا تھا مگر تنہائی میں فرخ اُسے چین نہ لینے دیتی تھی۔ اندر ہی اندر یہ دکھ اُسے دیمک کی طرح لگ گیا تھا۔



وہ دن بڑی خوشی کا تھا جب آفتاب بالکل ٹھیک ہو کر پورے ہوش و حواس میں آ گیا۔ اُسامہ نے حور کو ابھی کچھ بھی آفتاب کو بتانے سے منع کر دیا تھا تاہم جمال کے بارے میں اُس کو بتا دیا گیا تھا کہ اُس کی بیماری کی وجہ جمال تھا۔

آفتاب نے ان تینوں کا شکریہ ادا کیا تھا اور کہا تھا۔ ''جب بھی وطن واپس آؤ، مجھ سے ضرور ملنا۔''

پھر وہ لوگ واپس چلے گئے تھے۔ جب کہ اُسامہ کو یقین تھا کہ اب وہ کبھی بھی وطن واپس نہ جا سکے گا۔ یہی وجہ تھی کہ بجائے واپسی کے وہ آگے ہی آگے بڑھتے رہے مگر کبھی پاکستان نہ آئے۔

دل کا درد گو کہ کچھ کم ہو گیا تھا مگر ایک عجیب سی بیزاری تھی جو واپسی کے ذکر پر اُسامہ پر طاری ہو جاتی۔ اُس کی وجہ سے جبار اور شہزادی بھی نہ گئے تھے حالانکہ اُس نے بہت بار اُن دو واپس جانے کا کہا تھا۔

پھر شپ پر ہی انہیں جبار کے ہاں بیٹا پیدا ہونے کی اطلاع ملی تھی۔ اس اطلاع پر اس کے ساتھ شہزاد نے بھی کوشش کی تھی کہ وہ واپس چلا جائے مگر اُس کی یہ ہی ضد تھی کہ ''جب اُسامہ کی واپسی ہوگی تب ہی ہم دونوں کی واپسی ہوگی۔'' اس پر اُسامہ نے اس کو سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔

''جبار! تم خود وہ ہمارے ساتھ شامل نہ کرو ہم اکیلے ہیں۔ جب کہ تم شادی شدہ ہو۔ بھابی کا ہی کچھ سوچو۔'' مگر وہ نہ مانا۔ یوں یہ سفر جاری رہا۔

اُسامہ کے گھر سے کبھی کوئی خط نہ آیا تھا۔ شاید وہ سب اُس کے اس طرح جانے پر خفا تھے۔ لیکن وہ تو اب خود ان سے خفا تھا کہ وہ سب شاہانہ سے اُس کی شادی کرنا چاہتے تھے۔ اور ضد کا مارا ایسا ہوا کہ لالہ رخ ہی نہ رہی۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے خود ان کو خط نہ لکھا تھا۔

جب کہ شہزاد کے تینوں باپ نے اُسے ملازمت چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تھا اور لکھا تھا، وہ واپس آجائے آخر یہ بینک بیلنس، یہ جائیداد کس کی ہے مگر وہ بھی نہیں گیا تھا۔ ایک اُسامہ ہی تھا جس کے گھر سے کبھی کوئی خط نہ آیا تھا۔

یوں یہ سفر جاری تھا۔ وہ تینوں اپنے طور پر خوش ہی تھے کہ ہنس بھی لیتے تھے اور ایک آدھ شرارت بھی ہو جاتی تھی۔ شہزاد اپنی باتوں سے دل لگائے رکھتا تھا۔

لیکن اب سے ایک ماہ پہلے جبار کے گھر سے خط آیا تھا کہ فرحینہ کی شادی کی تاریخ ٹھیک ایک ماہ بعد کی رکھ دی گئی ہے اس لئے اب فوراً واپس آجاؤ۔ لیکن جبار نے پھر جانے سے انکار کر دیا تھا۔ جب کہ وہ اسی کوشش میں تھے کہ وہ چلا جائے۔

اور اب چونکہ بھائی جان کی طرف سے امی کی خراب حالت کا خط ملا تھا اور بس اچانک ہی اُسامہ کو احساس ہوا ــــــ کسی ایک ہستی کی محبت میں ہم دوسروں کے ساتھ زیادتی کر جاتے ہیں۔ ایک کی محبت میں باقی لوگوں کو دکھ دینا کوئی اچھی بات نہیں۔ اور پھر ماں جیسی مقدس ہستی کے ساتھ زیادتی کرنا تو بہت ہی بری بات ہے کہ اولاد پر سب سے زیادہ حق ماں کا ہی ہوتا ہے۔

اُسامہ نے نہ صرف فوری واپسی کا فیصلہ کیا بلکہ یہ بھی سوچ لیا کہ اگر اب ماں نے شاہانہ کے لئے بات کی تو وہ شادی کے لئے حامی بھر لے گا۔ لالہ رخ اُس کے مقدر میں نہیں تھی اس لئے جدا ہوگئی۔ لیکن اب جب کہ بھائی جان نے لکھا ہے ــــــ ''اگر ماں کا منہ دیکھنا چاہتے ہو تو چلے آؤ۔'' ایسے میں اگر ماں نے اس سے کچھ مانگا، کوئی خواہش کی تو وہ انکار نہیں کرے گا ــــــ جبار اور شہزاد اس کی واپسی کی خبر سے بہت خوش تھے۔ جبار تو اس لئے خوش تھا کہ فرحینہ کی مہندی سے ایک دن پہلے ہی وہاں پہنچ رہے تھے۔ مگر ان میں سے گھر کسی نے بھی اطلاع نہیں دی تھی واپسی کی۔

واپسی کا سفر شروع ہوا تو ایک دن جبار نے اُسامہ سے کہا۔

''تم نے کچھ محسوس کیا اُسامہ؟''

''کیا؟'' اُسامہ نے پوچھا۔

''شہزاد کافی دنوں سے کچھ چپ چپ ہے ــــــ اس کی ہر وقت چلنے والی زبان بھی کچھ چپ ہے بالکل بند ہے جیسے تالا لگ گیا ہو۔''

''ہاں ــــــ یہ بات تو میں نے بھی محسوس کی ہے اور پوچھا بھی تھا مگر وہ بولا تمہارا وہم ہے اور پھر زبان کو بھی چھٹی ملنی چاہئے آرام کرنے کے لئے۔''

''کوئی بات ہے ضرور اُسامہ! تم اصرار کر کے پوچھو۔'' جبار نے کہا۔

''تم خود کیوں نہیں پوچھ لیتے؟'' اُسامہ نے کہا۔

''پوچھا تھا ــــــ مگر وہ ٹال گیا۔ اور حیرت کی بات یہ ہے جب واپسی کا پروگرام بن رہا تھا تو تب شہزاد نے کہا تھا وہ واپس جانا نہیں چاہتا۔ اس پر میں نے اس کو ڈانٹ کر کہا تھا۔ اب جب اُسامہ رضامند ہوا ہے تو تم کیوں فساد کھڑا کرتے ہو؟ ــــــ اس پر وہ چپ ہو گیا تھا۔ لیکن اُس کی آنکھوں میں نامعلوم بے چینی ہر وقت رہتی ہے۔''

''اچھا، پوچھوں گا۔'' اُسامہ نے جواب دیا اور جب شہزاد سے پوچھا تو اُس نے ہنس کر کہا۔

''یار! یہ تم دونوں کو ہو کیا گیا ہے ــــــ کبھی میرا بہت زیادہ بولنا تم لوگوں کو ناگوار گزرتا تھا، اب چپ رہتا ہوں تو تمہیں میری خاموشی تکلیف دیتی ہے ــــــ آخر چاہتے کیا ہو تم دونوں؟''

اُسامہ کچھ نہ کہہ سکا۔

اور اب سفر کی صرف ایک رات باقی تھی اور اس وقت وہ جہاں کھڑے تھے یہ وہی جگہ تھی جہاں لالہ رخ نے خود کو سمندر کے حوالے کیا تھا۔ حور نے اُسے خود لکھا تھا ــــــ گل اور اس کے بیٹے کی لاشیں مل گئی تھیں مگر لالہ رخ کی لاش نہ ملی تھی ــــــ تب اچانک اُسامہ نے سوچا ہو سکتا ہے وہ زندہ ہو۔ مگر یہ کیسے ممکن تھا؟ اُس رات جو طوفان تھا اس میں زندہ رہنا بہت مشکل تھا جب کہ کوئی دوسرا جہاز بھی آس پاس نہ تھا۔

آج سمندر پرسکون تھا ــــــ ہر طرف خاموشی تھی مگر اُسامہ کو ہر طرف لالہ رخ ہی لالہ رخ دکھائی دے رہی تھی جو اس سے بہت دور چلی گئی تھی۔

''اس کو دیکھ رہے ہو ــــــ کب سے دیوانوں کی طرح کھڑا پانی کو دیکھ رہا ہے۔'' شہزاد نے عرشے پر کھڑے اُسامہ کو دیکھتے ہوئے جبار سے کہا۔

''ہاں دیکھ رہا ہوں۔''

''رات باقی تھی جب وہ بچھڑے تھے
کٹ گئی عمر رات باقی ہے''

جبار نے افسردہ لہجے میں کہا تو شہزاد نے آہستہ سے کہا۔

''ہاں ــــــ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے۔ اس میں بھی اگر من پسند ساتھی جدا ہو جائے کبھی نہ ملنے کے لئے تو پھر موت زندگی سے بہتر ہے۔''

''کیا بات ہے شہزاد؟'' جبار نے حیران ہو کر اس کو دیکھا۔

''کچھ نہیں۔'' شہزاد نے طویل سانس لے کر پہلے اُسامہ کی طرف دیکھا اور پھر اپنے کیبن کی طرف مڑ گیا۔

جبار نے حیران ہو کر جاتے ہوئے شہزاد کو دیکھا جس کے چہرے پر کرب کے گہرے سائے چھا گئے تھے۔ پھر وہ اُسامہ کے پاس آیا اور اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''اُسامہ! تم یقین نہ کرو مگر کوئی بات ہے ضرور۔ ورنہ یہ شہزاد ''

''کیا ہوا ــــــ؟'' اُسامہ جو ماضی میں گم تھا ایک دم ہوش میں آتے ہوئے اپنا درد بھول کر بولا۔

''کیا ہوا ــــــ یہی تو پوچھنا ہے۔'' جبار نے کہا تو اُسامہ شہزاد کے کیبن میں چلا آیا۔

وہ اوندھے منہ لیٹا کچھ دیکھ رہا تھا۔ اُسامہ کی آواز پر سیدھا ہوا تو اُس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تصویر اُسامہ کے قدموں میں گر گئی۔ شہزاد جلدی سے اٹھا مگر اس کے اٹھنے سے پہلے ہی اُسامہ نے جھک کر وہ تصویر اٹھالی اور پھر حیرت سے تصویر دیکھنے لگا۔

شہزاد نے جب دیکھا کہ اُسامہ تصویر دیکھ چکا ہے تو پھر لیٹ گیا۔ اُسامہ چند لمحے تصویر کو دیکھتا رہا پھر شہزاد کے قریب ہی بیٹھتے ہوئے بولا۔

''یہ کیا ہے شہزاد؟''

''تصویر ہے۔'' شہزاد نے اُسامہ کو دیکھے بغیر کہا۔

''وہ تو ہے ــــــ مگر تمہارے پاس کیوں تھی؟'' اُسامہ نے پوچھا۔

''پتہ نہیں میرے پاس کیوں تھی۔ لالہ رخ نے مجھے دی تھی یہ کہتے ہوئے کہ ''دیکھیں بھائی جان! کتنی اچھی اور صاف تصویر آئی ہے۔ اور میں نے بٹوے میں رکھ لی۔ ہے نا احمقانہ بات؟'' شہزاد نے مسکرانے کی کوشش کی مگر اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا ــــــ ایک دم اُس کا چہرہ سپاٹ ہو گیا تھا۔

اُسامہ نے ایک بار پھر تصویر کو دیکھا۔ یہ جبار کی مہندی کی تقریب میں اُتاری گئی تصویر تھی۔ جس میں لالہ رخ اور فرحینہ ایک ساتھ کھڑی مسکرا رہی تھیں۔

لالہ رخ وہ تو شہزاد دلہن کہتا تھا۔ باقی بچی فرحینہ۔

''اوہ ــــــ'' اُسامہ نے دکھ سے سوچا۔ کتنے بے وقوف ہیں جو یہ نہ سمجھ سکے کہ فرحینہ کی شادی کی خبر سن کر ہی شہزاد بدل گیا ہے۔ اُس کی ہر دم چلنے والی زبان کا پڑتا پڑ گیا ہے۔ تب چونک ہی اُسے اُس کی اسٹڈی میز پر لکھی جانے والی تحریر یاد آ گئی۔ اور پھر جب شہزاد نے ایک بار اُس سے پوچھا تھا۔

''اُسامہ! کیا واقعی تم لالہ رخ سے محبت کرتے ہو؟''

تب اُس نے کہا تھا۔

''خود ہی کر کے دیکھ لو۔''

تب شہزاد نے بے ساختہ ہی تو کہا تھا۔ ''کر تو رہا ہوں۔''

اور جب اُسامہ نے زیادہ کرید تو وہ ٹال گیا تھا۔

''میں تو تمہیں تنگ کر رہا تھا۔''

مگر سچ حقیقت اُس کے سامنے تھی۔ اُس نے شہزاد کی طرف دیکھا۔ وہ دانستہ اُسے دیکھنے سے احتراز کر رہا تھا۔ اُسامہ نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پھر کہا۔

''شہزاد جب رونا ہی ہے مگر تمہیں مجھے تو بتا دینا چاہیے تھا میرے دوست۔''

''کیا بتاتا میں نے سوچا تھا اس بار شپ پر جانے سے پہلے مما سے کہہ کر فریحہ کو اپنی بنالوں گا بلکہ شادی کر کے ہی واپس آؤں گا لیکن پھر فرخ کا مسئلہ سامنے آیا تو میں نے سوچا پہلے آفتاب ٹھیک ہو جائے، پھر فرخ کی شادی تم سے کرنے کے بعد اپنے بارے میں سوچوں گا کہ فرخ کو میں نے بہن کہا تھا اور غیرت مند بھائی جیسے اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہیں مگر پھر فرخ کے ساتھ ہی جیسے سب کچھ ختم ہو گیا۔ میں تمہیں اکیلا نہ چھوڑ سکتا تھا کہ فرخ کی جان جانے میں تھوڑی کوتاہی میری بھی تھی۔ مجھے خود اُس کے آس پاس رہنا چاہیے تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی اُس کے ساتھ والے کیبن کا دروازہ کھلا ہے، میں صرف خاکروب سے نگرانی کا کہہ کر مطمئن ہو گیا۔'' وہ آہستہ آہستہ بول رہا تھا۔

''وقت خیر جو ہو سو ہو۔ لیکن تمہیں فریحہ کے بارے میں مجھ سے بات ضرور کرنا چاہیے تھی شہزاد! آخر ہم دوست تھے۔'' اُسامہ نے پھر شکوہ کیا۔

''کیا کہتا کہ میں اپنی دوستی بھول کر دوست کی بہن سے ''

''پلیز شہزاد! یہ اکثر ہوتا ہے اور اس میں کوئی گناہ بھی نہیں۔ پھر تم فریحہ سے شادی کرنا چاہتے تھے۔''

شہزاد نے جواب میں کچھ نہ کہا، چپ چاپ کچھ سوچتا رہا اور اُسامہ نے پوچھا۔

''اچھا یہ بتاؤ فریحہ سے کبھی کچھ کہا تم نے؟''

''کبھی نہیں وہ مجھے اچھی لگتی تھی۔ مگر وہ میرے دوست کی بہن تھی اور میں پوری عزت کے ساتھ اُس کا ہاتھ مما، پاپا کی معرفت مانگنا چاہتا تھا۔ اس لئے کسی سے بھی کچھ نہ کہا۔ یہ محبت صرف میرے دل میں رہی ـــــ لب پر کبھی نہ آئی۔''

''یہ تم نے اچھا نہیں کیا ـــــ جانتے ہو جبار تمہاری وجہ سے کتنا پریشان ہے؟''

''اس کو کچھ نہ بتانا اُسامہ! تمہیں میری قسم۔'' شہزاد نے کہا تو اُسامہ طویل سانس لے کر اٹھ گیا۔ پھر جبار کے کیبن میں گیا۔ وہ لیٹا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی اٹھ بیٹھا اور پوچھا۔

''کچھ بتایا شہزاد نے؟''

اور اُسامہ نے اس کو دیکھ کر مدھم لہجے میں کہا۔

''ذکر شب فراق سے وحشت اُسے بھی تھی
میری طرح کسی سے محبت اُسے بھی تھی
وہ مجھ سے بڑھ کے ضبط کا عادی تھا، جی گیا
ورنہ ہر اک سانس قیامت اُسے بھی تھی''

''اوہ ـــــ میں تو پہلے ہی جانتا تھا یہ کوئی محبت کا چکر ہے۔ لیکن وہ ہے کون؟'' جبار نے پوچھا۔

''یہ تو نہیں بتایا اس نے۔'' اُسامہ نے جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے کہا اور پھر کنٹرول روم میں آ گیا۔ اُسے دُکھ تھا کہ محض اس کی وجہ سے شہزاد اپنی محبت کو نہ پا سکا تھا۔

اس کہانی میں ہر کردار کسی نہ کسی کی محبت کو بچاتے ہوئے اپنی محبت کھوتا گیا تھا۔

ایک طرف فرخ تھی جس نے بھائی کی محبت میں بھائی کی محبت کا راز چھپا کر رکھا۔ دوسری طرف گل تھی جس نے اپنے بیٹے کی محبت میں بھائی کو بھلا دیا ـــــ پھر جبار تھا جو اُسامہ کی محبت میں بیوی بچے کو بھول بیٹھا تھا۔ اور شہزاد نے تو حد ہی کر دی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اب کیا ہوگا۔

بندرگاہ پر اترتے ہی شہزاد اور جبار اُسامہ کے ساتھ سیدھے اس کے گھر آئے تھے جہاں اُس کی اماں بستر پر پڑی اُس کی راہ دیکھ رہی تھیں۔ وہ پہلے سے بہت کمزور ہو گئی تھیں ـــــ اُسے اچانک سامنے دیکھ کر وہ اس سے لپٹ کر رو پڑیں۔ جب کہ بھابی ایک طرف کھڑی حیرت سے اُسے دیکھ رہی تھیں۔

اُسامہ نے ماں کو چپ کراتے ہوئے کہا۔

''می! مجھے معاف کر دیجئے ـــــ میری وجہ سے آپ کو دُکھ اٹھانے پڑے۔ اب آپ جو کہیں گی میں وہی کروں گا۔ میں شاہانہ سے شادی کروں گا۔ می! میں اب آپ کی کسی خواہش کو رد نہیں کروں گا۔''

''شاہانہ کیا ـــــ اب تو چھوٹی کی بھی شادی ہو گئی۔'' بھابی نے تلخی سے کہا۔

''آپ کیسی ہیں بھابی؟'' اُسامہ نے ان کے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

''اچھی ہوں ـــــ بس مجھے کیا ہونا تھا؟'' بھابی نے پھر اسی لہجے میں کہا۔

جبار نے ان کی تلخی محسوس کی تو کہا۔

''بھابی! آپ ذرا میری بات سنیں گی؟'' اور بھابی، جبار کو ساتھ لے کر دوسرے کمرے میں چلی گئیں تو اُسامہ نے اماں سے بچوں اور بھائی جان کا پوچھا۔

''سب ٹھیک ہے ـــــ بچے علی نے کینیڈا بھیج دیئے ہیں اور خود اپنی فیکٹری میں ہی ہوتا ہے۔'' ماں نے کہا۔ پھر پوچھا۔ ''بیٹا! اگر شاہانہ پسند نہ تھی تو اس کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ تو ہم سب کو چھوڑ دیتا۔ اور پھر ایسا گیا کہ پلٹ کر خبر ہی نہ لی۔''

''ویسے آپ نے میری بات مانی ہی کب تھی؟'' اُسامہ نے ان کے شکوے کے جواب میں کہا۔

''بیٹے! تم کیسے ہو؟'' وہ شہزاد سے پوچھنے لگیں۔

''جی ٹھیک ہوں ـــــ'' پھر اس نے اُسامہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اُسامہ! کیا خیال ہے، اب ہم چلتے ہیں۔''

''میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں۔'' اُسامہ نے کہا، پھر وہ دونوں اُٹھ کر باہر آئے تو جبار بھابی کے ساتھ آ رہا تھا۔ وہ اُس کو دیکھتے ہوئے باہر نکل آئے۔ وہ بھی ان کے پیچھے ہی چلا آیا تھا۔

ٹیکسی پکڑ کر وہ ایک بار پھر جبار کی طرف جا رہے تھے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ جبار کے گھر پر لائٹ لگی ہوئی تھی۔ اُسامہ نے دیکھا، ٹیکسی سے اترتے ہی شہزاد نے ایک نظر جبار کے گھر پر ڈالی پھر اپنے گھر کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

''اچھا ـــــ اب میں بھی چلتا ہوں۔''

''کہاں چلتے ہو ـــــ پہلے میرے ساتھ آؤ۔'' جبار نے اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''پہلے ادھر ملتے ہیں پھر ہم بھی تمہارے ساتھ اُدھر چلیں گے۔'' اور شہزاد اُن کے ساتھ گھر کے کھلے دروازے میں داخل ہو گیا۔

صحن میں حنا کھڑی تھی۔ انہیں دیکھ کر چونک پڑی اور پھر جبار کو دیکھتے ہوئے ہلکی سی نمی اُس کی آنکھوں میں اُتر آئی تو اُسامہ نے دل ہی دل میں خود کو برا بھلا کہتے ہوئے سوچا، اس کی وجہ سے کتنے لوگوں نے دُکھ اٹھائے ہیں۔

''کیسی ہو حنا؟'' جبار پوچھ رہا تھا۔

''ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟'' اُس نے ان پر ایک نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کو حیران کرنا چاہتے تھے زبیر بھابی!'' اُسامہ نے مسکرا کر کہا۔

''مما! دادی بلا رہی ہیں۔'' ننھی سی آواز سن کر وہ چونکے تو برآمدے کے ایک سرے پر تین ساڑھے تین سال کا جبار کا خوبصورت صحت مند بیٹا کھڑا تھا ـــــ اُس کو دیکھتے ہی وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیئے اور جبار نے ہنس کر کہا۔

''دیدار! دیکھو ـــــ یہ تو بہت بڑا ہو گیا ہے۔''

''وقت ہونا ہی تھا ـــــ چار سال بعد تو آپ آئے ہیں۔'' حنا نے کہا۔ پھر بچے کو آواز دیتے ہوئے خوشی سے بھرپور لہجے میں بولی۔

''بیٹا! یہاں آؤ دیکھو تو، پاپا آئے ہیں۔''

''پاپا آئے ہیں ''وہ بھاگتا ہوا آیا۔

''کون آیا ہے بھابی؟'' فریحہ پوچھتی ہوئی سامنے آئی اور ان پر نظر پڑتے ہی بھاگتے ہوئے ان کی طرف آئی۔ اُسامہ نے دیکھا، شہزاد تھوڑا سا بے چین ہو گیا تھا۔

''بھائی جان! آپ چار سال ارے آخر آپ آ ہی گئے نا۔'' وہ جبار سے ملتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ باقی سب لوگ بھی شور سن کر آ گئے۔

''آپ کیسے ہیں شہزاد بھائی اور اُسامہ بھائی! آپ بھی؟'' فریحہ نے دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہ دم فرسٹ کلاس۔'' شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر اُسامہ کی طرف مڑتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آہستہ سے بولا۔

''اب تو مجھے بھی اجازت دو جانے کی پلیز۔''

''چلو ''اسامہ نے کہا تو جبار بولا۔

''یار تم چلو، میں بھی آتا ہوں۔'' اور وہ باہر نکل آئے۔

باہر آ کر اُسامہ نے شہزاد سے پوچھا۔

''ابھی کل فرحینہ کی مہندی ہے تم کہو تو میں جبار سے بات کروں؟''

''ہرگز نہیں۔ جبار کے والد ایک عزت دار انسان ہیں۔ وہ اس بات کو کبھی پسند نہیں کریں گے۔ جو جیسا ہو رہا ہے۔ اس کو ویسا ہی رہنے دو۔''

''پھر تمہارا کیا ہوگا؟'' اُسامہ نے دُکھ سے اُسے دیکھا۔

''وہی جو سب کا ہوتا ہے ــــ میں بھی مما، پاپا کی پسند پر شادی کرلوں گا ــــ اکلوتا بیٹا ہوں نا۔ اور یہ جو محبت ہوتی ہے اس کا حق صرف دل پر ہوتا ہے، جسم پر نہیں۔''

وہ بے دلی سے مسکرایا، پھر اپنے گھر میں داخل ہوگیا۔

بیگم اشرف بیٹے کو دیکھ کر مارے خوشی کے رونے لگیں اور اشرف صاحب نے شہزاد کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

''بیٹا! اب میں تمہیں شپ پر نہیں جانے دوں گا۔ اب تم میرا بزنس دیکھو گے۔ یہ سب تمہارے لئے ہے۔ تمہارے بغیر یہ گھر، گھر نہیں رہا تھا ب ہمیں تمہاری اور تمہارے بچوں کی ضرورت ہے۔ جن کو دیکھ کر ہم اپنا وقت خوشی خوشی گزار سکیں۔''

باپ کی بات سن کر شہزاد نے اُسامہ کی طرف دیکھ کر مسکرایا تو اُسے خود سے نفرت سی محسوس ہونے لگی۔

بیگم اشرف، اسامہ کا حال پوچھ رہی تھیں اور اتنے سال نہ آنے کا جواز ــــ وہ اپنے مخصوص انداز میں جرح کررہی تھیں۔ تب شہزاد نے کہا۔

''مما! یہ آپ کی جرح سے بہت گھبراتا ہے۔ اس کو چھوڑ دیجئے اور جو بھی پوچھنا ہے مجھ سے پوچھیں۔''

بات ختم کرکے وہ ہنسنے لگا تو اُسامہ اجازت لے کر باہر نکل آیا۔

باہر نکلا تو جبار اپنے گھر سے باہر آرہا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی بولا۔

''جا رہے ہو؟''

''ہاں ــــ سب سے مل لیا۔ اس لئے اب جاؤں گا۔''

''ایسا کرو، میری بائیک لے جاؤ۔'' جبار نے کہا۔

''او کے۔ لے جاتا ہوں۔ ویسے جبار! ایک بات کہوں۔''

''ضرور کہو ــــ اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے بھلا تمہیں؟''

''یار وہ شہزاد ــــ کیا تم جانتے ہو شہزادی کی اُداسی کی وجہ تمہارے ''

''کیا بکواس کر رہے ہو؟'' اپنے گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے شہزاد نے کہا۔

''کچھ نہیں ــــ'' اُسامہ بائیک لے کر آفتاب ہاؤس کی طرف روانہ ہوا تو دل میں ہزاروں خیالات تھے۔ اپنے بارے میں، شہزاد کے بارے میں۔

آفتاب ہاؤس کے باہر بائیک روک کر اس نے چوکیدار کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ یہ وہ چوکیدار تو نہ تھا جو جمال کے زمانے میں تھا۔ چوکیدار نے اُسے دیکھا اور پوچھا۔

''کیا بات ہے صاحب؟''

''آفتاب صاحب گھر پر ہیں؟''

''جی ہیں۔'' چوکیدار نے کہا۔

''اُن سے کہو اسامہ سعید آئے ہیں۔''

''جی اچھا ــــ'' چوکیدار اندر چلا گیا۔ کچھ وقت گزرا تو چوکیدار باہر آیا۔ اس کے ساتھ آفتاب بھی تھا۔ اسے دیکھتے ہی گلے لگا کر بولا۔

''آؤ اسامہ ــــ تم باہر کیوں رک گئے؟ ــــ یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔''

''بس جی ــــ چوکیدار بدلا ہوا تھا۔ سوچا پہلے اجازت لی جائے۔'' اس نے اس کے ساتھ اندر جاتے ہوئے کہا تو آفتاب نے کہا۔

''کیسے ہو اسامہ ــــ کب آئے واپس؟''

''ٹھیک ہوں ــــ اور آج ہی واپس آیا ہوں۔ آپ اپنی سنائیں۔''

''سب ٹھیک ہے ــــ تم بیٹھو نا۔''

وہ بیٹھ گیا۔ حور نے ملازم کو چائے لانے کا کہا پھر پوچھنے لگی۔

''اور سناؤ، سب ٹھیک ہے نا؟''

''جی، سب ٹھیک ہے۔'' اُسامہ نے جواب دیا۔

''اب تک کیسے ہی ہو یا شادی کرلی؟'' حور نے پوچھا۔

''ابھی تک تو نہیں کی۔ آپ سنائیں، جمال کا کیا بنا؟'' اُسامہ نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔

''پھانسی ہوگئی چند روز پہلے جس کو ــــ آخر یہی انجام ہونا تھا۔''

''اوہ ــــ'' اُسامہ صرف یہی کہہ سکا۔

''تمہیں دُکھ ہو؟''

''نہیں ــــ اپنے کئے کی سزا تو ملتی ہی ہے۔ تاہم کبھی کبھی بغیر جرم کئے بھی سزا مل جاتی ہے۔'' اُسامہ نے سوچ کر کہا۔

''میں تو تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی اُسامہ! محض تمہاری وجہ سے آفتاب کی جان بچ گئی۔ ورنہ وہ کمینہ تو ''

''شکریہ کیسا بھابی! یہ تو میرا فرض تھا ــــ اور پھر میں نے فرخ سے اس کے بھائی کی جان بچانے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ نہ رہی تو کیا ہوا، مجھے اپنا وعدہ تو پورا کرنا ہی تھا ــــ افسوس تو صرف اس بات کا ہے کہ وہ مجھے گناہگار سمجھتے ہوئے دنیا ہی چھوڑ گئی۔''

''حالانکہ میں نے بھی تمہیں سمجھ لیا تھا کہ تم نے حرکتیں ہی کچھ ایسی ......'' بات ادھوری چھوڑ کر حور شرارت سے ہنسنے لگی۔

''وہ دراصل بھابی! میں آپ کو آخر تک جمال کی ساتھی سمجھتا رہا ورنہ......'' اُسامہ ایک بار پھر وہ سب حرکتیں یاد کرکے شرمندہ ہوگیا۔

''چھوڑو اب اس بات کو ــــ مجرم اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے ــــ تم جبار اور شہزاد کا بتاؤ۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم اُن کو بھی ساتھ لے آتے۔'' حور نے کہا۔

''وہ دونوں ٹھیک ہیں۔ آئیں گے کسی دن۔ اب مجھے اجازت دیں۔''

''ابھی تو چائے بھی نہیں آئی ــــ اور پھر مجھے تم سے ایک بات پوچھنا تھی۔'' حور غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

''کیسی بات؟''

''کیا تم فرخ سے محبت کرتے تھے؟''

''محبت ــــ اس کا مطلب کیا ہے، میں نہیں جانتا۔ محبت تو ہم سب سے ہی کرتے ہیں۔ مگر ہاں، وہ جب مجھے پہلی بار ملی تھی تب ہی میرے دل و دماغ پر چھا گئی تھی ''اُسامہ یک دم چپ ہوگیا۔

''چپ کیوں ہوگئے؟'' حور نے چائے بنا کر اس کی طرف بڑھائی۔

''بولنے کے لئے اب بچا ہی کیا ہے؟''

''حور! یہ بہت تنگ کر رہی ہے مجھے ''اچانک ایک بوڑھی عورت نے لان میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اُس کی گود میں دو ڈھائی سال کی پیاری سی بچی تھی۔

''لائیے اماں مجھے دے دیجئے۔'' حور نے بچی کو اماں سے لیا، پھر کہا۔ ''بیٹے! کیوں نانو کو تنگ کرتی ہو؟''

''کون ہے یہ؟'' اسامہ اپنا اشتیاق نہ چھپا سکا۔

''یہ میری بیٹی ہے، سوہم اور یہ میری اماں۔ وطن واپسی پر میں نے آفتاب کو سب کچھ سچ سچ بتا دیا تھا۔ تب وہ خود جا کر اماں کو لے آئے تھے۔''

''ناراض نہیں ہوئے وہ آپ سے پہلے جھوٹ بولنے پر؟''

''ہو تم ۔۔۔ لیکن ذرا کم کم۔'' آفتاب نے سامنے آتے ہوئے ہنس کر کہا۔ پھر اُسامہ کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''اگر حور مجھے شروع میں ہی جبران کے بارے میں بتا دیتی تو یہ سب کبھی نہ ہوتا ۔۔۔ مگر خیر، قصور حور ہی کا نہیں، گل آپا کا بھی تھا۔ اور فرخ ۔۔۔'' آفتاب کچھ دیر کے لئے چپ ہو گیا، پھر کہا۔ ''فرخ تو خیر بچی تھی مگر گل آپا کے مرنے کے باوجود مجھے ان سے شکوہ ہے۔ انہوں نے بھائی کے بدلے بیٹے کو ترجیح دی۔ حالانکہ وہ کمینہ اپنے بیٹے کو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اُس کی زندگی بھر کی سانس وہ ایک بیٹا ہی تو تھا ۔۔۔ مگر قدرت کا انتقام دیکھو، وہ جو سب کو مار رہا تھا، اپنے بیٹے کی موت کا سبب بھی خود ہی بن گیا ۔۔۔ ارے ہاں ۔۔۔'' یاد کرتے ہوئے آفتاب نے چونک کر کہا۔ ''وہ تمہارے دونوں دوست، خاص کر فرخ کا بھائی شہزاد نہیں آیا ۔۔۔ مجھے شہزاد سے ملنے کا بہت شوق ہے۔ اور پھر فرخ کی وجہ سے میرا بھی تو وہ بھائی ہوا نا۔'' آفتاب نے مسکرا کر کہا۔

''لندن میں ملے تو تھے آپ اُن سے۔''

''ہاں ۔۔۔ لیکن سرسری۔ تب اُس کی خوبیاں میرے سامنے نہیں تھیں۔ لیکن اب فرخ نے جو اُس کی تعریف کی ہے ۔۔۔''

''جی ۔۔۔ فرخ ۔۔۔؟'' اُسامہ نے اُس کی بات کاٹ کر جلدی سے پوچھا۔

''ارے بھئی حور کہنا چاہتا تھا ۔۔۔ حور نے بتایا ہے وہ میری بڑی خدمت کرتا تھا نوکر بن کر۔ حالانکہ وہ خود بہت بڑے باپ کی اولاد ہے۔''

''یہ سب ہم فرخ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنے کے لئے کرتے تھے۔'' اُسامہ نے اُٹھتے ہوئے کہا، پھر بولا۔ ''اب اجازت دیجئے ۔۔۔ ابھی بھائی جان سے بھی نہیں ملا۔ اب گھر جاؤں گا۔''

''اوکے ۔۔۔ چلے جاؤ۔ لیکن پھر آنا ضرور ۔۔۔ باقی تمہارے بھائی سے ہمارے کاروباری تعلقات قائم ہیں۔ بہت اچھے انسان ہیں وہ۔ اب آؤ تو اُن کو بھی ضرور ساتھ لانا ۔۔۔ بلکہ مجھے یقین ہے اب تم اُن کے ساتھ ہی آؤ گے۔'' آفتاب نے مسکراتے ہوئے کہا تو حور بولی۔

''شہزاد اور جبار کو بھی ضرور ساتھ لانا ۔۔۔ ارے تم ایسا کیوں نہیں کرتے کل تم سب رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ۔''

''کل تو ذرا مشکل ہے۔''

''کیوں ۔۔۔ کیا مشکل ہے؟''

''وہ کل جبار کی بہن کی رسم مہندی ہے ۔۔۔ البتہ بعد میں جب بھی وقت ملا ہم خود ہی حاضر ہو جائیں گے۔''

''اور ہم منتظر رہیں گے۔'' آفتاب نے اُٹھ کر مصافحہ کیا اور اُسامہ اُن کو خدا حافظ کہہ کر مڑا۔ ابھی وہ چند قدم ہی اٹھا پایا تھا کہ گیٹ کے اندر ایک گاڑی آ کر رکی، پھر دروازہ کھلا ۔۔۔

اور اگلے ہی لمحے اُسامہ حیران سا گاڑی سے نکلنے والی ہستی کو دیکھ رہا تھا اور حیرت سے سوچ رہا تھا۔

''کیا یہ سچ ہے یا خواب ۔۔۔ ناممکن ۔۔۔'' وہ بڑبڑایا۔

اور یہ سچ تھا ۔۔۔ وہ فرخ ہی تھی ۔۔۔!

گرے کلر کے سادہ سوٹ میں وہ اپنی گولڈن رنگت کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔

گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے وہ مڑی تو اُس کی نظر بھی اُسامہ پر پڑ گئی۔ ایک لمحے کے لئے وہ حیران ہوئی، پھر قوس قزح کے رنگ اُس کے چہرے پر پھیل گئے۔ اور اُس نے جیسے ہی قدم بڑھایا، اُسامہ جو مارے حیرت کے ابھی تک بے یقینی سے اُس کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا، چونک پڑا ۔۔۔ اور پھر فرخ کے کچھ کہنے کی بجائے اُس نے مڑ کر آفتاب اور حور کی طرف دیکھا ۔۔۔ وہ دونوں بھی مسکراتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ چکے تھے۔ جبکہ فرخ بھی اب اُس کے قریب پہنچ چکی تھی ۔۔۔ وہ کچھ دیر اُسامہ کو دیکھتے ہوئے اُس کے بولنے کی منتظر رہی، پھر اُس کو خاموش پا کر خود ہی بات چیت میں پہل کی۔

''آپ کب آئے؟''

''آج ہی۔'' اُسامہ نے بغور اُس کو دیکھا۔

''کیسے ہیں؟'' وہ شرمگیں لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

''زندہ ہوں۔'' جانے کیوں ہی اُسامہ کے لہجے میں تلخی آ گئی ۔۔۔ تب ہی حور اور آفتاب چلتے ہوئے اُس کے قریب آ گئے اور حور نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے ہنس کر کہا۔

''او مائی گاڈ ۔۔۔ ابھی تو میں یہ بات ایک دو دن تم سے چھپانا چاہتی تھی۔ لیکن فرخ نے اچانک آ کر کھیل بگاڑ دیا۔ میں چاہتی تھی جب تم تینوں دعوت پر آتے تب اس کو دیکھتے اور حیران ہوتے۔''

''حیران تو خیر میں اب بھی ہوں ۔۔۔ لیکن یہ تو بتائیے، یہ بچ کیسے گئیں؟'' اُسامہ حیرت بھرے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''ویسے ہی جیسے بچنا چاہیے تھا۔'' حور اُسامہ کو دیکھ کر مسکرائی تو فرخ بھی مسکرا دی جبکہ آفتاب نے کہا۔

''ارے بھئی فرخ نے سمندر میں چھلانگ لگائی ہی نہیں تھی۔ یہ بات تو حور نے محض فرخ کے تحفظ کے لئے کہی تھی۔ اصل میں جب تم جبران کو مطمئن کرنے کے لئے جھوٹ بول رہے تھے تب فرخ یہی سمجھی تھی کہ تم نے ڈبل گیم کھیلا ہے ۔۔۔ وہ بھاگ کر حور کے پاس آئی اور مختصراً ساری بات بتا دی۔ یہ بھی کہ اس جہاز کے کیپٹن تم ہو۔ جہاز پر تمہارا کنٹرول ہے اور تم جو چاہو کر سکتے ہو ۔۔۔'' آفتاب نے ہنس کر حور کو دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''حور سے چونکہ تم پہلے ہی ایک دو بدتمیزیاں کر چکے تھے اس لئے اس کو بھی تم پر یقین نہیں تھا ۔۔۔ مگر وہاں شپ پر وہ فرخ کے لئے کچھ نہ کر سکتی تھی۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور اس نے فرخ کو ساتھ والے کیبن میں چھپا دیا اور خود یہ شور مچا دیا کہ فرخ نے سمندر میں چھلانگ لگا دی ہے۔ حور کے نزدیک یہی ایک طریقہ تھا فرخ کو تم جیسے درندوں سے بچانے کا۔'' آفتاب چپ ہو کر فرخ کو دیکھنے لگا۔

''پھر ۔۔۔؟'' اُسامہ نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

''بعد میں اگرچہ بات صاف ہو گئی لیکن حور کو پھر بھی تم پر شک تھا ۔۔۔ یہی وجہ ہے اس نے پولیس کے ساتھ فرخ کو بھی واپس بھیج دیا اور خود مجھے لے کر تمہارے ساتھ لندن چلی آئی۔ پولیس سے حور نے کہہ دیا تھا کہ اسے اب بھی کیپٹن اُسامہ پر شک ہے اس لئے پولیس نے تمہیں کچھ نہ بتایا اور فرخ کو بھی اپنے ساتھ لے گئی۔''

''لندن میں جب آپ ٹھیک ہو چکے تھے تب انہوں نے مجھے یہ بات کیوں نہ بتائی کہ فرخ زندہ ہے؟'' اُسامہ نے حور کو دیکھتے ہوئے آفتاب سے پوچھا۔

''وہ اصل میں تب ہم نے تمہیں تنگ کرنے کے لئے نہیں بتایا تھا۔ سوچا تھا جب تم پاکستان آؤ گے تو اس وقت بتائیں گے ۔۔۔ ہمیں یہ تو معلوم نہیں تھا کہ تم پاکستان کا راستہ ہی بھول جاؤ گے۔'' حور نے آہستہ سے کہا۔

اُسامہ نے اُس کو جواب دینے کی بجائے فرخ کو دیکھا، پھر کہا۔

''بہت اچھا صلہ دیا ہے تم نے میری نیکیوں کا فرخ ۔۔۔ کاش تم سمجھ سکتیں کہ تمہارے اس مذاق نے کتنے لوگوں کو خوشیوں سے محروم کیا ہے ۔۔۔ ارے میں نے تو بغیر کسی معاوضے کے تمہارا یہ کام کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ تم نہیں جانتیں اپنے وعدے کو نبھانے کے لئے تمہارے بھائی کی جان بچانے کے لئے میں کتنا گر گیا تھا ۔۔۔ کتنی گھٹیا حرکتیں کی تھیں میں نے۔ اگر میرے گھر میں پتہ چلتا تو نجانے بھائی جان میرا کیا حشر کرتے ۔۔۔ یہ سب میں نے تمہارے لئے اور تمہاری خوشی کے لئے کیا اور تم ۔۔۔ تم مجھ پر اعتبار بھی نہ کر سکیں۔'' اُسامہ کے لہجے میں تلخی گھلی ہوئی تھی۔

''مجھے معاف کر دیں ۔۔۔ میں تو بعد میں آپ کو اپنے زندہ ہونے کے بارے میں بتانا چاہتی تھی مگر بھابی نے کہا یہ شخص ابھی ناقابل اعتبار ہے ۔۔۔ جب تک مجھے اس کا یقین نہیں آ جاتا تم چپ رہو گی ۔۔۔ اور میں نے بھابی کی یہ بات مان لی کہ یہ مجبوری تھی۔''

''بھابی نے کہا اور تم نے مان لیا ۔۔۔ کاش فرخ! تم زندہ نہ ہوتیں۔'' اُسامہ نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جی ۔۔۔'' فرخ نے حیرت سے اُس کو دیکھا۔ مگر اُسامہ تیزی سے باہر کی طرف چل دیا۔ پیچھے سے حور اور آفتاب نے پکارا بھی مگر وہ رُکا نہیں، گیٹ سے باہر نکل گیا۔

''بھائی جان! پلیز، میں ان کے ساتھ چلی جاؤں؟'' فرخ نے اُسامہ کے گیٹ سے نکلتے ہی آفتاب سے پوچھا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ آفتاب نے ایک نظر بہن کو دیکھا، پھر اجازت دے دی۔

فرخ بھاگتی ہوئی باہر آئی۔ وہ تو اب تک یہ سوچ کر خوش ہوئی تھی کہ اُسامہ جب واپس آئے گا تو اُسے اچانک اپنے سامنے زندہ دیکھ کر حیران ہو گا اور پھر مارے خوشی کے اچھل پڑے گا ۔۔۔ مگر وہ تو نہ صرف ناراض ہو گیا تھا بلکہ کتنی بڑی بات کہہ گیا تھا۔

''کاش فرخ! تم زندہ نہ ہوتیں۔''

وہ باہر آئی تو اُسامہ بائیک پر بیٹھ چکا تھا۔ فرخ نے جلدی سے پکارا۔

''پلیز، میری بات سن لیجئے۔''

''اب تمہاری کوئی بات سننے کے لئے میرے پاس وقت نہیں۔ تم نہیں جانتیں تمہاری وجہ سے شہزاد نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی کھودی اور اب جب یہ خوشی اس کو نہیں مل سکتی تو میں بھی یہ خوشی نہیں لوں گا ــــــ اب میں تم سے کبھی نہیں ملوں گا اور نہ ہی تم مجھ سے ملنے کی کوشش کرنا۔''

یہ کہتے ہوئے اُسامہ نے بائیک آگے بڑھادی۔

مارے دُکھ کے اُس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا ــــــ اُس نے سوچا لزرخ تو زندہ ہے مگر شہزاد، اس کو کس جرم کی سزا ملی؟ ــــــ صرف دوستی کی؟ ــــــ اب میں تو لزرخ سے شادی کر کے اپنا گھر اور دل آباد کر سکتا ہوں۔ مگر شہزاد کیا سوچے گا؟ ــــــ محض میری وجہ سے وہ واپس نہیں آیا تھا۔ اور پھر وہ تو شادی کر کے جانا چاہتا تھا۔ مگر لزرخ کی وجہ سے وہ فرحینہ کے لئے اپنی مما سے بات نہ کر سکا کہ وہ پہلے لزرخ کے فرض کو ادا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اب جب اس کو پتہ چلے گا ــــــ

پھر اچانک ہی اُسامہ نے ایک فیصلہ کر لیا۔

'نہیں ــــــ میں اس کو کبھی یہ نہیں بتاؤں گا کہ لزرخ زندہ ہے۔ اور نہ ہی لزرخ سے شادی کروں گا ــــــ مجھے اب جلدی میں چاہے کسی بھٹیارن سے ہی کیوں نہ شادی کرنی پڑے، میں اس سے شادی کر لوں گا۔ مگر لزرخ سے کبھی نہیں ــــــ کبھی نہیں۔'

'اور لزرخ! یہ تم نے کیا، کیا ــــــ تمہارے اس مذاق نے میری اور میرے دوست کی زندگی مشکل بنادی۔'

وہ سیدھا بھائی کے دفتر آیا۔ علی! اُس کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر حیران ہوئے، پھر اپنی جگہ سے اٹھے تو اُسامہ اُن کے گلے لگ گیا ــــــ پھر اُس نے بھائی سے نہ صرف اپنے غلط رویے کی معافی مانگی بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ وہ جہاں چاہیں اس کی شادی کر دیں۔ اب وہ اعتراض نہیں کرے گا۔ بلکہ جتنی جلدی وہ یہ شادی کر سکتے ہیں کر دیں۔

''اگر یہی بات تھی تو پہلے انکار کیوں کیا؟'' بھائی نے اُس کے افسردہ چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''پہلے کی بات اور تھی بھائی جان! اب تو سب کچھ ختم ہو گیا۔'' اُسامہ کے لہجے میں دُکھ تھا۔ کبھی وہ لزرخ کو پانے کے خواب دیکھتا تھا اور اب جب وہ حقیقت بن کر ملی تھی تو وہ اس کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ آیا تھا ــــــ اگرچہ دل بے چین تھا مگر وہ لزرخ سے نہ ملنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

''کیا ختم ہو گیا؟'' علی نے پریشان ہو کر بھائی کو دیکھا جس کو انہوں نے باپ کے بعد بڑے پیار سے پالا تھا ــــــ بس شاہانہ والے مسئلے پر ذرا اکھڑ گئے تھے۔ وہ بھی اس لئے کہ اُسامہ نے پہلے بات نہ کی تھی۔ اگر وہ پہلے بتا دیتا کہ وہ کسی اور کو پسند کرتا ہے تو وہ بیوی اور ماں کو خود سنبھال لیتے۔ مگر اُسامہ نے تو انکار بھی منگنی کے بعد کیا تھا جو کہ بہت بری بات تھی۔

''کچھ نہیں بھائی جان! اب چلتا ہوں ــــــ آپ گھر کب آئیں گے؟''

''بس اٹھنے ہی والا ہوں۔'' علی نے کہا تو اُسامہ اجازت لے کر باہر نکل آیا۔

مگر اب وہ سوچ رہا تھا کہ جائے تو کہاں، جہاں اُسے سکون مل سکے۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو وہ یونہی سڑکوں پر آوارگی کرتا رہا۔ پھر رات گئے گھر آیا تو بھابی اُس کے انتظار میں جاگ رہی تھیں۔ جبکہ اماں نیند کی گولی کھا کر سو رہی تھیں۔

''کھانا لاؤں؟'' اُس کو دیکھتے ہی بھابی نے پوچھا۔

''نہیں۔'' اُسامہ نے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے جواب دیا۔ ویسے وہ حیران تھا بھابی کے رویے پر ــــــ

''کیا باہر سے کھا کر آئے ہو؟'' بھابی بھی اس کے کمرے میں چلی آئیں۔

''باہر سے تو نہیں کھایا۔ بس بھوک ہی نہیں۔ آپ آرام کریں۔'' اُسامہ نے وارڈروب سے سلیپنگ سوٹ نکالتے ہوئے کہا۔

''ناراض ہو مجھ سے ــــــ حالانکہ ناراض تو ہمیں ہونا چاہئے تھا کہ تم ہم سے بغیر ملے چلے گئے تھے۔''

اُسامہ چپ رہا تو بھابی نے پھر کہا۔

''جبار بتا رہا تھا جس لڑکی سے تم محبت کرتے تھے وہ مر گئی۔''

اُسامہ پھر بھی چپ رہا تو بھابی نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''اُسامہ! اگر تم لزرخ کے بارے میں مجھے اس وقت بتا دیتے جب میں نے تمہارے بیمار ہونے پر پوچھا تھا تو یقین کرو ہم کبھی تمہاری منگنی شاہانہ سے نہ کرتے۔''

''چھوڑیے بھابی! گزری باتوں کو۔ اب میں سب کچھ بھول جانا چاہتا ہوں۔ آپ اپنی پسند سے کہیں بھی میری شادی کر دیں، مجھے انکار کرتے ہوئے نہیں پائیں گی۔''

اُسامہ کی بات پر بھابی کچھ دیر اُسے دیکھتی رہیں، پھر باہر چلی گئیں۔

صبح ابھی وہ سو رہا تھا جب ملازم نے اٹھایا کہ اس کا فون ہے۔

''یہیں لے آؤ ــــــ'' اُسامہ نے سستی سے کہا اور ملازم وہیں فون لے آیا۔

''ہیلو ــــــ'' اُسامہ نے لیٹے لیٹے ریسیور اٹھایا۔

''کیا بات ہے ــــــ ابھی تک سو رہے ہو؟'' دوسری طرف جبار تھا۔

''بس یار! رات ذرا دیر سے نیند آئی۔''

''کیوں ــــــ کیا لزرخ یاد آتی رہی؟'' جبار نے پوچھا۔

''بکواس نہ کرو ــــــ یہ بتاؤ فون کیوں کیا؟'' اُسامہ نے بگڑ کر کہا۔

''یار! آج فرحینہ کی مہندی ہے۔ کیا تم نہیں آؤ گے؟''

''کیوں ــــــ کوئی کام ہے؟''

''ظاہر ہے، کام ہے تو کہہ رہا ہوں ــــــ شہزاد تو اپنے کمرے میں بند ہے۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ ورنہ وہی کام سنبھال لیتا۔''

''اچھا یار! میں آجاؤں گا ــــــ اور کچھ؟''

''اور بہت کچھ ہے اگر تم آسکو۔'' جبار نے ہنس کر کہا اور فون بند کر دیا۔ اُسامہ نے بھی ریسیور واپس رکھا اور اٹھ گیا۔

تیار ہو کر وہ ناشتے والے کمرے میں آیا تو بھابی نے بتایا۔

''سب ناشتہ کر چکے ہیں ــــــ بلکہ سب کیا، میں اور تمہارے بھائی ناشتہ کر چکے ہیں۔ امی تو اب ناشتے میں صرف جوس پیتی ہیں۔ تم بیٹھو، میں تمہارے لئے ناشتہ لاتی ہوں۔''

''بھابی! امی کے کمرے میں ہی لے آیئے گا۔'' اُسامہ نے کہا اور ماں کے کمرے میں چلا آیا۔ وہ لیٹی ہوئی تھیں۔

''اب کیسی طبیعت ہے امی جان؟'' اُسامہ ان کے بیڈ پر ہی بیٹھ گیا۔

''کچھ ٹھیک ہی لگتی ہے ــــــ تم کل سے کہاں مارے مارے پھر رہے ہو جو میرے پاس بیٹھنے کا بھی وقت نہیں؟'' انہوں نے شکوہ کیا۔

''اوہ، سوری امی! ــــــ بس یونہی، تھوڑا سا کام تھا۔ اب آپ کے پاس ہی بیٹھا کروں گا۔''

''لو بھئی، ناشتہ کرو۔'' بھابی نے ٹرے اس کے سامنے رکھی۔ اُسامہ نے ایک نظر بھابی کو دیکھا، پھر ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ناشتے کے بعد وہ بہت دیر تک بیٹھا بھابی اور ماں سے باتیں کرتا رہا۔ اٹھا تو اس وقت جب جبار نے پھر فون کیا۔

''یار! اب آ بھی چکو ــــــ کیا نخرے دکھا رہے ہو؟''

''آ تو رہا ہوں۔'' اُسامہ نے کہا۔ پھر ماں سے اجازت لے کر اٹھ گیا۔

جبار کے گھر کی طرف جاتے ہوئے اس کے دل میں صرف شہزاد کا خیال تھا۔ جبار نے بتایا تھا ــــــ اُس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ وہ اپنے کمرے میں بند ہے ــــــ

اُسامہ نے سوچا ــــــ 'کاش جبار! تم شہزاد کی اُداسی کا سبب جان سکتے۔ پھر شاید تم اس کے لئے کچھ کر بھی سکتے۔ کیونکہ مجھے تو اس کی قسم نے روک رکھا ہے۔'

بائیک اُس نے جبار کے گھر کے باہر روکی۔ گیٹ کھلا ہی تھا۔ وہ دستک دیتا ہوا اندر چلا گیا۔ سامنے ہی جبار کا بیٹا کھڑا تھا۔ اُسامہ کو دیکھتے ہی کہنے لگا۔

''پاپا! انکل آئے ہیں ــــــ پاپا! انکل آئے ہیں۔''

''اچھا یار! سن لیا ہے ــــــ کیوں شور مچاتے ہو؟'' جبار ہنستا ہوا چلا آیا۔ وہ بہت خوش تھا۔

اُسامہ نے سوچا ــــــ 'شکر ہے جبار نے ہمارے جیسی کوئی حماقت نہیں کی۔'

''کیا سوچ رہے ہو؟'' جبار اُس کو لئے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

''کچھ نہیں ــــــ'' اُسامہ نے آہستہ سے کہا۔

''یار! کوئی بات تو ہے جو تمہارا اور شہزاد کا موڈ بدلا ہوا ہے ــــــ حالانکہ ایک بات طے ہے، جو دُکھ شہزاد کو ہے، مجھے بھی ہونا چاہئے کہ ہم بھائیوں کی طرح ہیں اور اب

تک ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہتے ـــــ ایسا کیا ہو گیا جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو؟''

''ایسی کوئی بات نہیں جبار! ہاں تم بتاؤ میرے لئے کیا کام ڈھونڈا ہے ـــــ مجھے کیا کرنا ہے؟''

''کام بھی ہو جائے گا ـــــ لیکن پہلے تم مجھے شہزاد کے بارے میں بتاؤ۔ تمہیں دیکھ کر لگتا ہے جیسے اس نے تمہیں سب بتا دیا ہے لیکن تم مجھے بتانا نہیں چاہتے ـــــ آخر وجہ کیا ہے؟''

''کیا کہنا چاہتے ہو؟'' اُسامہ نے شک سے جبار کو دیکھا۔

''یہی کہ مجھے بتا دو، وہ لڑکی کون ہے جس کے لئے شہزاد پریشان ہے۔''

''وہ قصہ تو اب ختم سمجھو ـــــ کام بتاؤ۔ بلکہ پہلے شہزاد کو نہ دیکھ آؤں؟'' اُسامہ نے کچھ بے چینی سے کہا۔

''کیا سیدھے ادھر ہی آئے ہو؟''

''ہاں ـــــ تم نے جلد آنے کا جو کہا تھا۔'' کہتے ہوئے وہ اٹھ گیا۔ تاہم جب وہ باہر آیا تب پہلی بار اس نے دیکھا، شہزاد کا بنگلہ بجلی کے چھوٹے بڑے قمقموں سے سجا ہوا تھا ـــــ دن ہونے کی وجہ سے وہ روشن نہیں تھے۔ لیکن پھر بھی بہت اچھے لگ رہے تھے۔

اُسامہ نے سوچا ـــــ 'تو کیا جبار کو سب پتہ چل گیا؟ جبھی وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا۔ محض مجھے تنگ کرنے کے لئے۔'

لیکن جب وہ شہزاد کے گھر میں داخل ہوا تو سب سے پہلے بیگم اشرف سے ملاقات ہوئی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔ اُسامہ نے پوچھا۔

''آنٹی! یہ چپکے چپکے آپ نے کس بات کی تیاری کر لی؟''

''بیٹا! شہزاد کہتا تھا، مما! جتنی جلدی ہو سکے میری شادی کر دیجئے ـــــ لڑکیاں تو بہت تھیں میری نظر میں، کل میں نے اُن میں سے ایک لڑکی پسند کر ہی لی اور آج شہزاد کا نکاح ہے۔''

اُسامہ کے اندر کچھ ہونے لگا۔ اُس نے پوچھا۔

''آنٹی! شہزاد کہاں ہے؟ ـــــ اُس نے مجھے تو کچھ نہیں بتایا۔''

''بس بیٹا! تیار ہو رہا ہے ـــــ کل سے تو چھپ کر آنے والے کارڈ بانٹ رہا تھا۔ آج تمہاری طرف آنے ہی والا تھا۔ تم کہو تم کب شادی کر رہے ہو؟''

''آپ فی الحال شہزاد کی تو کریں ـــــ پھر میری بھی دیکھی جائے گی۔''

''کیوں ـــــ ابھی پروگرام نہیں بنایا؟''

''پروگرام تو بنایا ہے ـــــ امی کہتی ہیں کہ ان کی نظر میں ایک لڑکی ہے۔ ہو سکتا ہے آج کل میں بات طے ہو جائے۔''

''مما! یہ مہندی کے تھال سج گئے ہیں ـــــ ان کو وہیں رہنے دوں یا........'' کہتی ہوئی لزرخ کمرے سے نکلی اور اُسامہ پر نظر پڑتے ہی چپ ہو گئی ـــــ اُسامہ نے بھی حیرت سے چونک کر اس کو دیکھا۔ تب ہی اندر سے شہزاد ہنستا ہوا باہر آیا۔ اُسامہ کو دیکھا تو بولا۔

''یار! پہلے تو یہ پروگرام تھا کہ اپنی شادی سے پہلے بہن کی شادی کروں گا ـــــ لیکن اب مجبوری ہو گئی ہے۔''

''کیسی مجبوری؟'' نہ چاہتے ہوئے بھی اُسامہ کے منہ سے نکل گیا۔

''بھئی تم نے لزرخ کو اپنانے سے انکار جو کر دیا ہے ـــــ اب ذرا میری شادی ہو جائے، پھر میں اپنی بہن کے لئے ایک اچھا سا دولہا ڈھونڈوں گا۔ مجھے تو تم ویسے بھی پسند نہیں تھے۔ محض لزرخ کی وجہ سے میں نے تمہیں قبول کر لیا تھا۔''

''یہ یہاں کیوں آئی؟'' اُسامہ نے غصے سے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

''کمال ہے ـــــ یہ اس کے بھائی کا گھر ہے جو کسی حالت میں بھی بہن سے ناراض نہیں ہوتا ـــــ یہاں تو اس کو آنا ہی تھا۔'' شہزاد نے کہا۔ جبکہ لزرخ چپ چاپ کھڑی تھی۔

اُسامہ کو ایک دم ہی اُس پر ڈھیروں غصہ آ گیا۔ اُس نے سوچا ـــــ 'اب مجھے پانے کے لئے وہ شہزاد کا سہارا لینے آئی ہے۔ لیکن یہ ناممکن ہے ـــــ میں ابھی بھابی سے جا کر کہتا ہوں۔ وہ بھی میرے لئے آج ہی کوئی لڑکی دیکھیں۔ وہ جیسی بھی ہو، لیکن کل تک میرا نکاح بھی ہو جانا چاہئے ـــــ ورنہ اگر شہزاد نے خود مجھے لزرخ کے لئے مجبور کیا تو پھر مجھ سے انکار نہ ہو سکے گا۔ بلکہ شہزاد میرا انکار مانے گا ہی نہیں۔ اور لزرخ سے شادی شہزاد کے ساتھ زیادتی ہو گی۔'

''اچھا بھئی ـــــ میں چلتا ہوں۔'' وہ اٹھ گیا۔

''آرام سے بیٹھو ـــــ آج میری رسم نکاح ہے اور تمہارے کرنے کو بہت سارے کام ہیں ـــــ آخر تم کس دن میرے کام آؤ گے؟''

''یار! میں کچھ نہیں کر پاؤں گا ـــــ میرے پاس ٹائم نہیں۔'' اُسامہ نے کہا اور مڑ گیا۔ ابھی وہ چند قدم ہی اٹھا پایا تھا کہ شہزاد نے پیچھے سے آ کر اُسے کالر سے پکڑ کر اپنے پرانے اور مخصوص انداز میں کہا۔

''اوئے، یہ اکڑ کس کو دکھانا چاہتے ہو؟''

''مجھے چھوڑو شہزاد!'' اُسامہ نے بھی غصے سے کہا۔

''کیا تمہیں لزرخ کو زندہ دیکھ کر خوشی نہیں ہوئی؟''

''کاش وہ زندہ نہ ہوتی۔''

''کیا تم لزرخ سے ناراض ہو؟''

''میں اس کی صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔'' اُسامہ نے پیچھے کھڑی لزرخ پر ایک غصیلی نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''بہت خفا ہیں آپ تو آپ کی یہ خفگی میں دور کر سکتی ہوں ـــــ آپ کو اجازت دیتی ہوں، آپ میرا گلا گھونٹ کر مار دیجئے۔'' لزرخ نے سسک کر کہا۔

شہزاد نے ایک نظر اس کو دیکھا، پھر غصے سے اُسامہ کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

''اب انسان بن جاؤ اُسامہ! ورنہ اپنی بہن کے لئے میں اپنی ساری دوستی بھول جاؤں گا۔''

''مجھے نفرت ہے تمہاری بہن سے ـــــ تمہاری خوشیوں کی قاتل یہی تو ہے ـــــ یہی ہے جس کی وجہ سے میں وطن واپسی کا راستہ بھول گیا اور تم میرے ساتھ رہے جس کی وجہ سے محبت کی دائمی جدائی تمہارا مقدر بن گئی۔ میں تو کیا، اب تمہیں بھی لزرخ سے نفرت ہونی چاہئے۔ وہ، جس کی وجہ سے ہماری چھٹیاں غارت ہو گئیں، ہمارا رات دن کا سکون جاتا رہا، وہ ہم پر اعتبار بھی نہ کر سکی ـــــ مجھے نفرت ہے اس سے۔''

''تم یہ سب میرے لئے کر رہے ہو؟'' شہزاد نے مسکرا کر پوچھا۔

''بکو مت ـــــ یہ بتاؤ، یہ یہاں کیسے آئی؟''

''اپنی گاڑی میں بیٹھ کر۔'' شہزاد نے ہنس کر کہا۔ وہ بہت شوخ ہو رہا تھا۔ جبکہ لزرخ بمشکل اپنے آنسو ضبط کر رہی تھی۔

اچانک حنا اور جبار اپنے بیٹے کے ساتھ چلے آئے، پھر ایک ڈبیہ کھول کر انگوٹھی نکالی اور شہزاد کی طرف بڑھاتے ہوئے حنا نے کہا۔

''ذرا پہن کر دیکھنا شہزاد! ابا جان ابھی لے کر آئے ہیں۔''

شہزاد نے مسکرا کر پہلے اُسامہ کو دیکھا، پھر انگوٹھی پہنتے ہوئے کہا۔

''آپ نے خوامخواہ تکلف کیا ـــــ میں نے تو کہہ دیا تھا، جبار کے ساتھ جا کر خرید لوں گا۔''

''یہ کیا چکر ہے؟'' اُسامہ نے جبار سے پوچھا۔

''سب شادی کا چکر ہے۔'' جبار نے گول مول جواب دیا۔

''بھابی! اصل بات کیا ہے؟'' اب کے اُسامہ نے حنا سے پوچھا۔

حنا نے اجازت طلب نظروں سے جبار کو دیکھا تو وہ ہنس کر بولا۔

''بتا دو، بتا دو ـــــ اب باقی وقت ہی کتنا ہے؟'' پھر خود ہی کہنے لگا۔ ''یار! جب میں نے تمہیں شہزاد کے کیبن میں بھیجا تھا تو خود کیبن کے باہر کھڑا رہا تھا جس کے نتیجے میں مجھے ساری بات کا پتہ چل گیا۔ جبکہ تم سمجھتے رہے کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔''

''کیا ـــــ؟'' اُسامہ صرف یہی کہہ سکا۔

''ہاں ـــــ تو تم نے مجھے کچھ نہ بتایا اور میں نے دل میں سوچ لیا، خواہ کچھ بھی ہو جائے فرحینہ کی شادی اب شہزاد سے ہی ہو گی۔ پھر جب تم چلے گئے تو میں نے ابا امی سے بات کی۔ انہوں نے اس بات کو ماننے سے صاف انکار کر دیا ـــــ مگر پھر میرے بہت سمجھانے پر مان گئے۔ تب ہم لڑکے والوں کے گھر گئے۔ گو کہ یہ مشکل مرحلہ

تھا مگر میں نے لڑکے سے اکیلے میں بات کی اور وہ مان گئے۔

وہاں سے واپس آتے ہی امی نے آنٹی انکل یعنی شہزاد کے مما پاپا کو بلا کر بات کی اور میں شہزاد سے بات کرنے کا پروگرام بنا کر باہر نکلا تو فرخ اپنی گاڑی سے اتر رہی تھی۔ وہ شہزاد سے ملنے آئی تھی اور آنے سے پہلے اس نے باقاعدہ فون کر کے اجازت لی تھی کہ کہیں شہزاد بھی تمہاری طرح ناراض نہ ہو____ مجھے دیکھتے ہی فرخ نے سلام کیا، پھر پوچھا۔

''شہزاد بھائی کو کیا ہوا____ اُسامہ کہتے ہیں محض میری وجہ سے وہ اپنی زندگی کی سب سے اہم خوشی سے محروم ہو گئے ہیں۔'' فرخ کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ روتی ہوئی آئی ہے۔ میں نے کہا۔

''اس کی خوشی تو اس کے حوالے کرنے کا انتظام میں کر رہا ہوں____ مگر تم زندہ کیسے بچ گئیں؟'' اور فرخ نے شہزاد کے گھر پہنچ کر ساری کہانی سنا دی۔ پھر تمہارے رویے کا ذکر کر کے رونے لگی۔

''اوہ____'' اُسامہ نے جلدی سے فرخ کو دیکھا مگر وہ سپاٹ چہرہ لئے کھڑی تھی۔ جبکہ جبار کہہ رہا تھا۔

''پھر میں نے شہزاد کو خوب ڈانٹا کہ اس نے پہلے مجھے کیوں نہ بتایا۔ پھر فرحینہ کی شادی ملتوی ہونے کا کہا۔ تب بیگم اشرف نے کہا۔

''یہ شادی پروگرام کے مطابق ہوگی۔''

''اوہ، کمینے____ تم نے مجھے کیوں نہ بتا دیا؟'' اُسامہ اس کو مارنے کو لپکا تو جبار کا بیٹا چلایا۔

''انکل! پاپا کو مت ماریں____ میرے پاپا کو مت ماریں۔'' اس لمحے وہ سب کچھ بھلا کر ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ جبکہ جبار کا بیٹا اُس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا تھا۔

''دیکھا____ اب میں اکیلا نہیں ہوں۔'' جبار نے ہنستے ہوئے کہا تو سب کے ساتھ حنا بھی مسکرانے لگی۔ جبکہ فرخ اب بھی سنجیدگی سے سب کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اندر چلی گئی۔ اسی لمحے شہزاد نے چونک کر اُسامہ کو دیکھا، پھر سخت لہجے میں کہا۔

''بہت بکواس کر چکے ہو تم فرخ کے ساتھ____ اب تلافی کرو۔''

''یار! ذمہ دار تو وہ ہے۔''

''بکواس نہ کرو____'' شہزاد حقیقتاً غصے میں بولا۔

اُسامہ نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا، پھر فرخ کے پیچھے چلا گیا۔

فرخ ہال میں رکھے مہندی کے تھالوں کے پاس کھڑی تھی۔ قریب ملازمہ بھی تھی۔ اُسامہ نے ملازمہ کو باہر جانے کا اشارہ کیا، پھر فرخ کو دیکھا۔ مگر وہ یوں بن گئی جیسے وہاں اُسامہ کی موجودگی سے بے خبر ہو۔

''فرخ____!'' اُسامہ نے آہستگی سے پکارا۔ اب اس کے لہجے میں محبت کی نرمی تھی۔ مگر فرخ چپ رہی۔

''فرخ! تم ناراض ہو____ ذرا یہ بھی تو سوچو، میں کتنا پریشان رہا____ تمہاری موت کی خبر نے مجھے کتنے بڑے صدمے سے دوچار کیا____ میرا ذہنی سکون جاتا رہا کہ میں تم سے محبت کرنے لگا تھا____ تمہاری موت میرے لئے ناقابل برداشت تھی۔ یہی وجہ ہے تمہارے بعد میں سب کچھ بھول گیا اور محض میری وجہ سے جبار جو شادی کے چند روز بعد ہی ہمارے ساتھ چلا گیا تھا، واپس نہ آیا اور شہزاد____ وہ تو خیر اب جبار نے بات سنبھال لی۔ ورنہ اگر فرحینہ کی شادی ہو جاتی تو سوچو اس کا ذمہ دار کون تھا؟____ صرف میں یا پھر تم جس کی وجہ سے مجھے صرف اپنا دُکھ یاد رہا اور کسی کا خیال نہ رہا۔''

فرخ اس کو حیرت سے دیکھتے ہوئے ساری بات سن رہی تھی، ایک دم بول پڑی۔

''لیکن پہلا جھوٹ تو آپ نے مجھ سے بولا تھا۔''

''میں نے____؟'' اُسامہ نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں____ آپ نے کہا تھا کہ کچھ مجبوریوں کی وجہ سے آپ اس سفر میں شامل نہیں ہو سکتے____ حالانکہ میرا دل اس بات کے لئے تڑپ رہا تھا کہ آپ بھی اسی سفر میں میرے ساتھ ہوتے۔ پھر جب آپ اچانک سامنے آئے تو میں شک کا شکار ہو گئی۔ آپ باتیں بھی تو ایسی کر رہے تھے۔ اس کے بعد میں بھاگتے ہوئے بھابی کے پاس آئی اور ان کو ساری کہانی سنا دی۔ تب بھابی نے بتایا آپ نے دوبار ان سے بھی بدتمیزی کی کوشش کی ہے____ اب آپ نے مجھے یہ تو نہیں بتایا تھا کہ آپ بھابی پر بھی شک کرتے ہیں۔ تاہم جب ساری بات کھل گئی تب میں نے بھابی سے کہا۔

''بھابی! اب تو انہیں بتا دیں کہ میں زندہ ہوں۔''

تب بھابی نے کہا۔

''ابھی میں اس پر پوری طرح اعتبار نہیں کر سکتی____ پہلے ذرا آفتاب ٹھیک ہو جائیں، پھر دیکھوں گی۔''

اور میں بھابی کی بات مان گئی کہ آپا اور ان کے بیٹے کی اچانک موت نے بھی مجھ پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ اب میرے لئے تو صرف بھابی رہ گئی تھیں____ اب اگر ایسے میں، میں ان کی بات نہ مانتی تو پھر کیا کرتی۔ اور پھر آپ نے...... آپ نے یہ کب بتایا تھا کہ آپ مجھ سے...... میں تو سمجھتی تھی کہ آپ یہ سب ہمدردی میں کر رہے ہیں۔ ورنہ____''

''اوہ____ فرخ! حالات ایسے تھے کہ اگر میں یہ بات تم سے کہتا بھی تو تم میرا اعتبار نہ کرتیں۔''

''میں اعتبار ضرور کرتی۔'' فرخ نے پورے اعتماد سے کہا اور دل میں سوچا____ 'یہ بات آپ کے منہ سے سننے کے لئے میں کتنی بے قرار رہی ہوں، یہ آپ کیا جانیں۔'

''اچھا تو اب اعتبار کر لو کہ میں تم سے بہت شدید محبت کرتا ہوں۔ اتنی کہ____''

''اسی لئے تو کہہ رہے تھے کہ کاش میں زندہ نہ ہوتی۔''

''ہاں، کہا تھا____ صرف شہزاد کے دُکھ کا سوچ کر۔''

''اور اب؟'' فرخ نے نظریں اُٹھائیں۔

''اب جو چاہتا ہوں وہ بتانے کی نہیں سمجھنے کی بات ہے۔''

''آپ نے مجھے معاف کر دیا؟''

''ہاں____ تم اگر مجھے معاف کر کے یہ بتا دو کہ کیا تمہارے دل میں____''

''میں تو ناراض ہی نہیں ہوں۔ پھر معافی کیسی؟ باقی دل کی بات بتایا نہیں کرتے، سمجھا کرتے ہیں۔'' وہ ساری بات چیت میں پہلی بار مسکرائی، پُراعتمادی____ وہ پہلے والی چھوٹی اور ڈری سہمی فرخ نہیں تھی۔

جواباً اُسامہ بھی مسکرا دیا۔ پھر اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا۔

''آؤ، اب باہر چلیں۔''

''پہلے ہاتھ تو چھوڑ دیجئے۔'' فرخ نے شرماتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''چھوڑ دوں؟'' اُسامہ نے شرارت سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''معلوم نہیں۔'' فرخ خود ہی ہاتھ چھڑا کر باہر جانے کی بجائے وہیں تھالوں کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

اُسامہ چند لمحے اُس کے گلنار چہرے کو دیکھتا رہا، پھر مسکراتے ہوئے باہر آیا تو اُس کی اپنی بھابی اور بھائی لان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ موسم چونکہ ابر آلود تھا اس لئے شہزاد نے سب کے لئے لان میں ہی کرسیاں ڈلوا دی تھیں جہاں اس وقت بیگم اشرف اور اشرف صاحب بھی موجود تھے۔ حنا اور جبار بھی اپنے بیٹے کے ساتھ۔

اُسامہ کو دیکھتے ہی شہزاد نے سرگوشی کی۔

''لگتا ہے کامیاب لوٹے ہو۔''

اُسامہ نے گھور کر اُسے دیکھا اور پھر کہا۔

''بھیا جی! آپ لوگ یہاں____؟''

''ہاں____ وہ تم نے کہا تھا نا کہ جتنی جلدی ہو سکے تمہاری شادی کر دیں۔ اس لئے میں نے ایک لڑکی پسند کی ہے۔'' بھابی نے اس کو دیکھتے ہی کہا۔

''جی____؟'' اُسامہ حیرت میں غوطہ زن ہوتے ہوئے بولا۔

مگر بھابی اس کی حالت سے بے خبر کہہ رہی تھیں۔

''چونکہ وہ لوگ تمہیں ابھی دیکھنا چاہتے تھے اس لئے جب یہ معلوم ہوا کہ تم ادھر ہو تو ہم نے ان کو بھی یہاں ہی بلا لیا۔'' پھر بھابی گھڑی دیکھتے ہوئے بولیں۔

''پتہ نہیں، ابھی تک آئے کیوں نہیں وہ لوگ۔''

''بھابی ـــــ ''اُسامہ جو کرسی پر بیٹھ رہا تھا، اٹھتے ہوئے بولا۔ ''یہ آپ نے کیا، کیا؟''

''کیا مطلب ـــــ؟'' بھابی نے پکھنا کو اری سے کہا۔ ''تم نے خود ہی تو کہا تھا جتنی جلدی ہو سکے۔ اب کیا پھر کوئی بات ہو گئی؟ ـــــ اگر پھر ہمیں بے عزت کروان ہے تو ان کے یہاں آنے سے پہلے ہی بتا دو۔''

''جی ـــــ ''اُسامہ نے شہزاد اور جبار کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے پر بھی گہری سنجیدگی تھی۔ اُسامہ نے سوچا۔

'یہ کیا ہو رہا ہے؟ ـــــ اب جب شہزاد کی بات طے ہو گئی ہے تو ـــــ اوہ، لگتا ہے فرخ میرے مقدر میں نہیں۔ وہ اس وقت کتنی خوش خوش اندر بیٹھی ہے۔ اور یہاں ـــــ'

''یار بیٹھو! کب تک کھڑے رہو گے؟'' شہزاد نے بازو پکڑ کر کہا اور اُسامہ بے جان سا وہیں بیٹھ گیا۔

اسی لمحے گیٹ کے اندر حور اور آفتاب داخل ہوئے۔ ان کو دیکھتے ہی شہزاد اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ آفتاب شہزاد کے ہی نہیں، جبار سے بھی گلے ملا ـــــ حور نے دونوں کا حال احوال پوچھا، پھر بیٹھتے ہوئے دوسرے لوگوں کو سلام کیا تو شہزاد نے تعارف کروایا۔ وہ دونوں شہزاد کے ماما پاپا سے بہت محبت سے ملے ـــــ پھر علی کو دیکھتے ہوئے آفتاب نے کہا۔

''ان کو تو میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں ـــــ بلکہ ایک طرح سے دوستی ہی سمجھیں۔'' پھر اُس نے اُسامہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بھائی! کیا تم ابھی تک ناراض ہو؟ ـــــ میرا خیال ہے اب تو ناراضگی ختم ہو جانی چاہیے۔ اور اگر ختم نہیں ہوئی تو بڑا ہونے کے باوجود اپنی بہن کی خوشی کے لیے میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں۔''

''یہ فرخ کہاں ہے؟'' حور نے پوچھا۔

''ابھی بلاتا ہوں۔'' شہزاد نے کہا۔ پھر فرخ کو آواز دی۔ ''فرخ ـــــ باہر آؤ۔''

''جی ـــــ'' وہ شرمائی شرمائی سی ان کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

''کیا خیال ہے ـــــ اب رسم ادا کر دی جائے؟'' آفتاب نے علی سے پوچھا۔ اُسامہ نے چونک کر اُن کو دیکھا کہ وہ کس رسم کی بات کر رہے ہیں۔

اور اگلے ہی لمحے سب کچھ سمجھ گیا۔ کیونکہ جبار اور شہزاد قہقہہ مار کر ہنس دیے تھے۔ اور باقی لوگ بھی مسکرانے لگے تھے۔ جبکہ بھابی محبت سے فرخ کو اپنے قریب بٹھا رہی تھیں اور علی بھائی بھی دلچسپی سے فرخ کو دیکھ رہے تھے۔

'اوہ ـــــ ایک بار پھر ان دونوں نے مل کر بے وقوف بنایا ہے۔'

اُسامہ نے گھور کر شہزاد کو دیکھا مگر وہ ہنستے ہوئے آفتاب سے کہہ رہا تھا۔

''بھائی جان! سونا مردوں کے لیے حرام ہے ـــــ انگوٹھی ڈائمنڈ کی لائی تھی۔ یا پھر میں ہی لے آتا ہوں ـــــ میری بھی تو بہن ہے...... ویسے میں نے جبار سے کہا تھا وہ مجھے بے شک چاندی کی انگوٹھی پہنا دیں مگر سونے کی نہیں۔''

''حالانکہ مطلب اس کا ڈائمنڈ ہی تھا۔'' جبار نے بھی ہنس کر کہا۔

''یہ تو خیر تم اپنی مرضی سے لائے ہو ـــــ ورنہ میرا مطلب چاندی ہی تھا۔ اور پھر ضروری بھی نہیں کہ انگوٹھی پہنائی ہی جائے ـــــ میں اس قسم کی رسموں کو نہیں مانتا۔''

''گھبراؤ نہیں ڈائمنڈ ہی کی لائے ہیں۔'' کہتے ہوئے حور نے انگوٹھی فرخ کو پکڑا دی جبکہ اُسامہ کی بھابی نے بھی ایک ڈبیا اُسامہ کے حوالے کر دی تھی۔ فرخ نے ڈبیہ کھولی، اس میں بھی ڈائمنڈ کی ایک بہت خوبصورت انگوٹھی تھی جس میں پانچ چھوٹے چھوٹے ہیرے لگے ہوئے تھے۔ اُسامہ نے بھائی کو دیکھ کر پوچھا۔

''بھائی جان! کیا امی کے بغیر ہی ـــــ''

''ان کی فکر نہ کرو ـــــ یہ سب ان کی اجازت سے ہی ہو رہا ہے۔ آج صبح تمہارے گھر سے نکلنے کے بعد حور اور آفتاب بھائی آئے تھے ـــــ انہوں نے امی سے ساری بات کی۔ پھر تمہارے بھائی کو بھی آفس سے بلوا لیا۔ آفتاب نے بتایا تھا کہ تم کسی بات پر ناراض ہو گئے ہو اس لیے وہ ہم سے بات کرنے آئے ہیں ـــــ تب خیال یہی تھا کہ تمہیں گھر بلا کر یہ رسم امی کے سامنے ادا کی جائے۔ مگر جب یہاں فون کیا تو جبار اور شہزاد نے کہا کہ پہلے تھوڑا سا ڈرامہ کرتے ہیں، پھر یہ رسم شہزاد کے گھر پر ہی ہو گی کہ فرخ شہزاد کی بہن بھی تھی ـــــ یوں امی نے اجازت دے دی۔'' بھابی نے پوری تفصیل بتائی۔

اُسامہ نے بظاہر غصے سے شہزاد اور جبار کو دیکھا مگر دل ہی دل میں پیار بھی آیا۔ پھر بھابی کے کہنے پر جب فرخ نے ہاتھ آگے بڑھایا تو اُسامہ نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر انگلی میں انگوٹھی پہنا دی۔ منہ سے کچھ نہ بولا کہ سب ہی سامنے بیٹھے تھے ـــــ اور بعد میں کانپتے ہاتھوں سے جب فرخ نے اُس کو انگوٹھی پہنانے کی کوشش کی تو شہزاد نے انگوٹھی اس کے ہاتھ سے پکڑ کر کہا۔

''اگرچہ پہلے خیال تھا کہ فرخ کی شادی پہلے کروں گا۔ لیکن اب مجبوری ہو گئی ہے۔ اس لیے رسم منگنی سمجھو۔ اپنی شادی سے فارغ ہوتے ہی یہ فرض بھی ادا کر دوں گا۔ اور لاؤ فرخ! تمہاری مشکل میں آسان کر دوں۔'' اور انگوٹھی پکڑ کر شہزاد نے خود اُسامہ کو پہنا دی۔ فرخ شرما کر بھابی اور حور کے پیچھے ہو گئی۔ تب آفتاب اور علی بھائی نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ بلکہ باقی سب نے بھی مبارکباد دی۔ پھر حور نے ہنستے ہوئے اُسامہ سے کہا۔

''بس اتنی سی بات تھی۔''

اُسامہ چپ رہا ـــــ اچانک شہزاد، جبار کو گھورتے ہوئے بولا۔

''تمہیں گھر کوئی کام نہیں جو یہاں بیٹھے ہو ـــــ جبکہ تھوڑا وقت رہ گیا ہے۔''

''ارے باپ رے ـــــ نکاح میں تھوڑا وقت ہے اور میں ابھی تک یہیں بیٹھا ہوں۔ اُٹھو چلتا!'' جبار نے فوراً کہا اور اجازت لے کر چلا گیا۔ جبکہ یہ لوگ پھر سے باتوں میں مصروف ہو گئے۔

رسم نکاح چار بجے شام نہایت سادگی سے ادا ہوئی تھی۔ شام کو مہندی بھی تھی۔ نکاح کے بعد جب فرحیہ کو باہر لایا گیا تو اس نے لمبا سا گھونگھٹ نکال رکھا تھا۔ فرخ نے آگے بڑھ کر گھونگھٹ ہٹا دیا۔ شہزاد نے پاس کھڑے اُسامہ کو مسکرا کر دیکھا، پھر فرحیہ کو دیکھنے لگا۔ اُس نے نظریں جھکا رکھی تھیں مگر دل دھک دھک کر رہا تھا۔ فرخ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سامنے کیا اور شہزاد نے پکڑ کر انگوٹھی پہنا دی۔

''مبارک ہو شہزاد ـــــ بہت بہت مبارک۔'' اُسامہ نے خوشی سے کہا۔

اور تینوں دوست ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے مسکرا دیے ـــــ زندگی سے بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ ـــــ!

(ختم شد)